عزاداری کی تاریخ
محمد فقیہ سلمہ بتدی
سیکنڈ ایڈیشن

عزاداری کی تاریخ

مصنفہ
سید سبط الحسن فاضل ہنسوی

قال صلعم ایها الناس ایما احد من الناس او من المؤمنین اصیب بمصیبة فلیتعز بمصیبتی
(ما ثبت من السنة)

عزاداری کی تاریخ

اور

اس کا اثبات سنی نقطہ نظر سے

من تصانیف

سید سبط الحسن فاضل ہنسوی

باہتمام مرزا محمد جواد

نظامی پریس لکھنؤ میں چھپا

سنہ ۱۹۴۱ء

ملنے کا پتہ
کاشانۂ ادب بک ایجنسی
مسجد آتو جی گولا گنج لکھنؤ

دیباچہ طبع ثانی
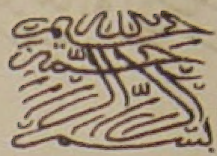
اِنّی رأیتُ انّہ لا یکتبُ اِنسانٌ کتاباً فی یومہٖ الّا قال

فی غدہٖ، لو غُیّر ھذا لکان احسن، ولو زید کذا لکان یستحسن، ولو قدّم

ھذا لکان افضل ولو ترک ھذا لکان اجمل، وھذا من اعظم

العبر، وھو دلیلُ استیلاء النقص علی جُملۃ البشر

(عماد الاصفہانی المتوفی ۵۹۷ھ)

"ہم دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کتاب لکھتا ہے تو دوسرے ہی دن

یہ کہتا ہے کہ اگر اسکو یوں بدل دیں تو بہتر ہوگا، اور اگر یہ زیادہ کردیں تو خوب ہوگا

اور اگر اسکو اس سے پہلے کردیں تو زیادہ مناسب ہوگا، اور اگر اسکو ترک کردیں

تو یہ سزاوار تر ہوگا، یہ ایک بہت بڑی عبرت ہے اور دلیل ہے تمام انسانوں

کے نقص (کمی کمال) پر۔"

(مؤلف)

بار اول	ایک ہزار	۲۹ جنوری سنہ ۱۹۴۱ء
بار دوم	پانچ سو	۹ فروری سنہ ۱۹۴۶ء

حمداً لمن خص ذوی الشہادۃ بالسعادۃ
والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ وآلہ خیر سادۃ

کچھ دنوں سے مخالفین عزاداری یہ غلط پروپگنڈا کرتے ہوئے دکھلائی دیتے ہیں کہ امام مظلوم کی تعزیہ داری خلاف مذہب ہے، اس غلط فہمی کے پھیلانے کی وجہ سے "عزاداران حسین" یہ محسوس کر رہے تھے کہ "عزاداری" کے متعلق علمائے اہلسنت کے ہدایات و اقوال کو شایع کیا جاوے تاکہ بزرگان اسلام کے بارے میں خصوصیت سے یہ معلوم ہو جائے کہ اس باب میں اُن کا کیا عمل رہا ہے، اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر یہ رسالہ لکھا گیا ہے اور یہ دکھلایا گیا ہے کہ دراصل "عزائے حسین" کے مسئلے میں عموماً اہلسنت کو (باستثنائے مبغضین اہلبیتؑ) کبھی اختلاف نہیں رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ جس وقت تک علماء احناف و صوفیائے کرام کا زور رہا ہے "تعزیہ داری" کو برابر ترقی ہوتی رہی ہے اور کسی نے اُسکی مخالفت میں اپنے قلم و زبان کو حرکت نہیں دی، لیکن مسلمانوں کی بدقسمتی کہ جب سے وہابیت کے لباس میں "بغض اہلبیتؑ" کو چھپایا گیا ہے اور غیر مقلدوں نے سر اُٹھایا ہے اُسوقت سے "امام حسینؑ اور تعزیہ داری" کی مخالفت کی جانے لگی ہے، درحقیقت یہ رسالہ صرف "دوستان حسینؑ" کے لیے تالیف کیا گیا ہے عام اس سے کہ وہ کسی مذہب و ملت سے انتساب کیوں نہ رکھتے ہوں۔

یہ رسالہ دو حصوں میں ہے جیسا کہ اس کے نام ہی سے ظاہر ہوتا ہے۔

حصّۂ اوّل تاریخ و ثبات عزا پر روشنی ڈالتا ہے، اس میں عزاداری کی مجمل تاریخ ہے اور خصوصیت سے اس پر بحث کی گئی ہے کہ ہندوستان میں کب سے تعزیہ داری کا رواج ہوا ہے۔

حصّۂ دوم اثبات عزا کا ہے، اس میں علمائے اہلسنت کی کتابوں سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ عزائے حسینؑ کرنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے، اس کے مطالعہ سے مسئلہ عزاداری کے بارے میں برادران اہلسنت کے عقیدہ کی وضاحت ہو جاتی ہے اور یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ ایک سُنّی کا محبِ اہلبیتؑ ہونے کی حیثیت سے "تعزیہ دار" ہونا ضروری ہے ساتھ ہی ساتھ اسکی توضیح بھی ہو جاتی ہے کہ اِس زمانے میں عموماً جو رسم عزا رائج ہیں وہ درحقیقت صرف شیعہ فرقہ ہی سے مخصوص نہیں ہیں بلکہ یہ رسوم فرقۂ اہلسنت سے زیادہ تر وابستہ ہیں۔

اُمید کہ تعزیہ دار مسلمان اس رسالے کی زیادہ سے زیادہ تعداد میں اشاعت فرمائینگے" وما توفیقی اِلّا باللہِ !

سوگوارِ غم اہلبیتؑ رسولِ زمنؐ

سبط الحسنؑ

۶۸۳۹۶

بسم اللہ سبحانہ

حصہ اوّل
تاریخ عزاء

آہ ! یہ زمانے کا کیسا انقلاب تھا کہ نانا کا کلمہ پڑھنے والے "مسلمان" فرزند رسولؐ کی شہادت و خاندان نبوت کی تباہی و بربادی پر جشن منا منا کر خوشی کی تکبیریں بلند کر رہے تھے۔

ویکبرون بان قتلت وانما ۔۔۔ قتلوا بک التکبیر والتہلیلا

وکانما بک یا ابن بنت محمد ۔۔۔ قتلوا جہارا عامدین رسولا

آخر وہ کیسے مسلمان تھے جنہوں نے قتل حسینؑ کے لیے منتیں مانی تھیں اور شہادت حسینؑ کے بعد اپنی نذروں کو پورا کر رہے تھے۔ یہی نہیں بلکہ اس فعل کو اپنے "قوم و قبیلے" کے لیے باعث صد نازش و افتخار سمجھتے تھے

علامہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں اور علامہ محمد بن عقیل المصری "النصائح الکافیہ" میں ابن الکلبی سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ہانی الاودی نے

لہ شہید ظلم ! آپ کو قتل کر کے لوگ نعرۂ تکبیر بلند کر رہے ہیں حالانکہ آپ کو قتل کر کے ان لوگوں نے تو اصل تکبیر و کلمۂ توحید ہی کا خاتمہ کر دیا ، اے فرزند رسول ! آپ کو کیا قتل کیا بلکہ ان لوگوں نے تو کھلم کھلا اور جان بوجھ کر آپ کے نانا رسول کو قتل کر دیا۔

حجاج بن یوسف الثقفی سے اپنے مفاخرات کے ضمن میں کہا تھا کہ :-

فان لنا مناقب	اے حجاج ! ہم میں وہ فضائل ہیں کہ تمامی عرب میں
لیست لاحد من العرب	ایسا صاحب شرف کوئی قبیلہ نہ ہوگا ، سن ! ہماری ہی
.... کانا فینا نسوۃ نذرن	وہ عورتیں ہیں جنہوں نے یہ نذر کی تھی کہ اگر حسینؑ بن علیؑ
ان قتل الحسین بن علی	قتل کر دیے جائیں تو ہر ایک عورت بہترین قسم کے اونٹ
ان تنحر کل واحدۃ قلائص ففعلن	قربانی کریگی ، جب مراد پوری ہوئی اور حسین قتل ہوگئے تو
النصائح الکافیہ ص۸۰، نہج مجلد اول ص۳۵۸	منت پوری کی گئی ۔

اِس طرف تو مسرت و شادمانی کا اظہار کیا جا رہا تھا ، لیکن ستم رسیدوں کو یہ بھی اجازت نہ تھی کہ وہ فریاد کر سکیں ، اہلبیت امام مظلوم اور شیعیان علیؑ کو زبان بندی کا حکم تھا ، تذکرۂ شہداء کی ممانعت تھی اس کی اجازت نہ تھی کہ تین دن کے بھوکے پیاسوں کی یاد میں مجالس غم منعقد کر سکیں ، لیکن یہ نفسیاتی مسئلہ ہے کہ جذبات غم روکے سے رُکتے نہیں ، باوجود تشدد کے اہلبیتؑ رسولؐ ان مصائب کا تذکرہ فرماتے اور گریہ و زاری کرتے رہے ، خود مدینۂ رسولؐ میں جس وقت اس واقعۂ فاجعہ کی خبر آئی ہے تو بنی ہاشم نے جس بے چینی کے ساتھ صفِ ماتم بچھائی ہے اُس کا اندازہ حاکم مدینہ عمرو بن سعید اموی کے اُن حرکات سے کیا جا سکتا ہے کہ جب اُس نے نوحہ و ماتم کی آواز سُنی تو ہنسنے لگا اور جوشِ مسرت میں کہہ اُٹھا :-

وھذہ واعیۃ	یہ ناتی تو ویسی ہی ہے جیسے ہمارے لیے
بواعیۃ عثمان	عثمان کی سُناتی تھی ۔

(تاریخ الطبری جزو دوم جلد ثانیہ صفحہ ۳۴۴ طبع لیڈن)

لیکن حسینؑ کی یہ مظلومیت ہی کا اثر تھا کہ خود ظالم کے عشرتکدے میں صفِ ماتم بچھائی گئی اور وہ خاموش دیکھتا رہا، یہ تاریخی واقعات ہیں کہ :-

ثم ادخل نساء الحسین علی یزید فصاح نساء آل یزید وبنات معاویہ وولولن

جب مخدراتِ عصمت و طہارت دربارِ یزید میں پیش کیے گئے اور محلسرا میں اس کی اطلاع ہوئی تو خاندانِ یزید و بناتِ معاویہ اور دیگر عورتوں نے فریاد کی اور رونا پیٹنا شروع کر دیا۔

اسی کا اثر تھا کہ ظالم نے مجبور ہو کر اپنی زوجہ ہند بنت عبداللہ بن عامر بن کریز کو گریہ کی اجازت دے دی تھی جس کی وجہ سے

فلم تبق من آل معاویۃ امرأۃ الا استقبلتھن تبکی وتنوح علی الحسین فاقاموا علیہ المناحۃ

خاندانِ معاویہ کی کوئی عورت ایسی نہ تھی جس نے اہلِ حرم کی خدمت میں آکر گریہ زاری، نوحہ و فریاد کر کے صفِ ماتم نہ بچھائی ہو۔

صرف محلسرا کے اندر ہی نہیں بلکہ اموی خاندان کے مشہور افراد بھی دربارِ عام میں نوحۂ غم پڑھا کرتے تھے اور ظالم یزید کو برداشتہ خاطر ان اشعار کو سننا پڑتا تھا، چنانچہ مروان کے بھائی یحییٰ بن الحکم اموی نے حسینؑ کے مصائب کو سن کر بھرے دربار میں یزید کے سامنے حزنیہ انداز میں ذیل کے دردناک مرثیے کو پڑھنا شروع کر دیا تھا

لھام بجنب الطف أدنی قرابۃ — من ابن زیاد العبد ذی الحسب الوغل

سمیۃ أمسی نسلھا عدد الحصی — وبنت رسول اللہ لیس لھا نسل

یہی یحییٰ بن الحکم شامیوں سے مخاطب ہو کر یہ بھی کہا کرتا تھا :-

حجبتم عن محمد یوم القیامۃ

تم سب کو قیامت کے دن رسول اللہ سے دوری کی وجہ سے بڑی شرمندگی ہوگی۔

اِس کو کہتے ہیں مظلومیت کی فتح، یہ واقعات ہیں جن کو مؤرخین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے، تفصیل کے لیے تاریخ الرسل والملوک ابن جریر الطبری جزو دوم حصہ ثانی صفحہ ۲۷۶ تا ۲۸۲ طبع لیڈن، اور تاریخ کامل ابن اثیر جلد چہارم طبع مصر ملاحظہ کی جاوے۔

اصل یہ ہے کہ حسینؑ مظلوم نے صبر و استقلال، جہاد و استقرار علی الحق کا ایسا نمونہ عالم کے سامنے پیش کیا تھا کہ دشمن بھی اُس سے متاثر تھے، یہی وجہ تھی کہ وہ آل زبیر جو علیؑ اور اولاد علیؑ کی عداوت میں مشہور تھے جنھوں نے ایک مدت تک صرف اِس وجہ سے رسول اللہ پر درود بھیجنا ترک کر دیا تھا کہ اُس میں آل محمد کا بھی ذکر ہے۔

"عبداللہ بن زبیر نے ۴۰ جمعوں تک نماز میں درود نہیں بھیجا صرف اس وجہ سے کہ اس میں اہلبیتؑ بھی شامل ہیں، دیکھیے نصائح کافیہ محمد بن عقیل المصری صفحہ ۹۲"

جو علیؑ اور اولاد علیؑ کا نام سُن کر غصے میں کانپنے لگتے تھے اور سخت سُست کہتے تھے

"یعنی عروہ بن زبیر، شرح ابن ابی الحدید جلد اوّل صفحہ ۳۶۰"

لیکن واقعات کربلا کے بعد ان دشمنانِ اہلبیتؑ کی یہ حالت ہوئی کہ جب عبداللہ بن زبیر "شہادتِ مظلوم" کو سنتے ہیں تو منبر پر جاکر "حسین کے فضائل و مصائب بیان کرتے ہیں (طبری جزو دوم حصہ ثانیہ صفحہ ۳۹۶ طبع لیڈن) اور ان کے دوسرے بھائی مصعب بن زبیر جب عبدالملک بن مروان سے جنگ کرنے کا ارادہ کر لیتے ہیں تو واقعات کربلا و شہادت امام حسینؑ کے حالات سُننے کی خواہش کرتے ہیں

قال عروۃ بن المغیرۃ بن شعبۃ فخرج یسیر متکئاً علی معرفۃ دابتہ ثم تصفح الناس یمیناً و شمالاً فوقعت عینہ علی فقال یا عروۃ الی فدنوت

منه فقال اخبرني عن الحسين بن علي كيف صنع باءِ بائه

النزول علی حکم ابن زیاد و عزمه علی الحرب فقال ؎

ان الأُلیٰ بالطف من آل هاشم	تأسّوا فسنّوا الكرام التاسّيا

قال فعلمت انه لا يبرح حتى يقتل" (الطبری جزو دوم جلد ثانیہ صفحہ ۴۰۰ طبع لیڈن)

"دریں اثنا نظر مصعب بر عروہ بن مغیرہ افتاد و گفت مرا خبر دہ کہ امام حسینؑ بعد ازاں کہ قوم او را گفتند کہ بحکم پسر زیاد راضی شود باں رضا نہ داد چگونہ جنگ کرد تا کشتہ شد، عروہ بتفصیل حکایت شہادت امیر المومنین حسینؑ را گفتہ دانست کہ مصعب دل بمرگ نہادہ" (تاریخ روضۃ الصفا جلد سوم صفحہ ۸۰ طبع بمبئی)

اِن واقعات سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ واقعات کربلا میں کس قدر اثر تھا کہ دشمن تک فکر کرنے کے لیے مجبور ہوتے تھے اور اس سے سبق حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے ظاہر ہے کہ جب دشمنوں کی یہ حالت تھی تو دوستوں کی کیا کیفیت رہی ہوگی اِس واقعۂ ہائلہ کے بعد شیعیان علیؑ سخت مضطر و بیچین تھے کربلا کے مظالم یاد کرکے روتے تھے اور جذبۂ انتقام سے مجبور ہو کر اموی حکومت کے خلاف انقلاب پیدا کرنے کی جد و جہد کر رہے تھے۔ گروہ گریہ کن "توابین" کی خون آشام تلواریں اسی مقصد کے حصول کے لیے نیام سے باہر نکل آئی تھیں، اور نوحہ خواں سُدیف بن میمون، شاعر انقلاب کی حیثیت سے "سفاح" کے دربار میں اسی چیز کی جانب دعوت دے رہا تھا ؎

لا یغرنک ما تری من رجال	ان تحت الضلوع داءً دویّا
فضع السیف وارفع السوط حتی	لا تری فوق ظهرها امویّا [1]

(کتاب المعارف ابن قتیبہ صفحہ ۱۲۵ طبع مصر و الفخری ابن الطقطقی)

[1] امیر! ان لوگوں سے دھوکے میں نہ آ، یعنی امیہ میں، ان کے پہلو میں کینہ و عداوت ہے اس لیے تلوار برہنہ کر اور کوڑے کو اٹھا دیکھ پشت زمین پر کوئی اموی نظر نہ آئے۔

خود ائمۂ اہلبیت علیہم السلام نے بھی واقعات کربلا کی نشر و اشاعت کے جانب خاص توجہ فرمائی ہے، عزائے حسینؑ میں خود بھی مصروف رہے اور دوسروں کو بھی دعوت دیتے رہے، مجالس کے قیام کے متعلق مذہبی احکامات و ہدایات صادر فرمائے، اور گریۂ ذکر حسینؑ کے فضائل میں احادیث ارشاد کیے گئے، اگرچہ مروانی اور عباسی حکومتیں اسکی مخالفت کرتی رہیں اور اس امر کی کوشاں رہیں کہ عزادارانِ حسینؑ یعنی سادات و دوستدارانِ علیؑ کا خاتمہ دُنیا سے کر دیں اور فضائل و مناقب اہلبیتؑ سے دُنیا ناواقف ہو جائے۔

وكان اهل البيت و شيعتهم في ايام تينك الدولتين بل وفي امرة ابن زبير في غاية من الضغط التشريد والقتل والاذى طبق ما اخبر به المصطفى فانهم خرجوا من ظلم بني امية الى ظلم بني العباس ولئن كان بنو العباس اعداء لبني امية فانهم كذلك اعداء للعلويين كارهين ذكر ما فيه منقبة وفضل لبني

اموی اور عباسی دور میں اور زمانہ حکومت ابن زبیر میں بھی اہلبیتؑ رسول اور اُن کے دوستوں پر ظلم و جبر کی انتہا نہ تھی، رسول کی پیشینگوئی کے مطابق اُنکو طرح طرح کی اذیتیں دیجاتیں شہر بدر کیئے جاتے، وہ بنی اُمیہ کے ظلم سے نکل کر بنی عباس کے مظالم میں مبتلا ہوئے، بنی عباس اگرچہ بنی اُمیہ کے دشمن تھے لیکن یہ اولاد علیؑ و فاطمہؑ کے سخت ترین دشمن تھے اہلبیتؑ کے فضائل و مناقب کی یہ سخت مخالفت کرتے تھے، ان کی عداوت کی یہ انتہا تھی کہ اُنکے ایک خلیفہ (متوکل) نے قبر مقدس امام حسینؑ کو منہدم کرا دیا تھا اور اُس پر کھیتی کرائی (یہ ظلم دو مرتبہ ہوا، ایک مرتبہ بنی اُمیہ کے زمانے میں اور دوسری مرتبہ متوکل کے عہد میں "حدائق الوردیہ") اور ان کے زمانے میں سادات کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ

على عليه السلام حتى ان احدملوكهم هدم قبر الحسين عليه السلام وزرع الارض فوقه وحكم بعضهم على العلويين ان لا يركبوا خيلا ولا تتخذوا خادما وان من كان بينه وبين احد من العلويين خصومة من سائر الناس قبل قول خصمه فيه ولم يطالب ببيّنة كما ذكر ذلك المقريزى فى الخطط وغيره ومات كثيراً من اكابرهم فى سجون بنى العبّاس -

الضائع الكافيه لابن عقيل المصرى ص ۱۰۵

وہ سواری پر نہ سوار ہوں اور کوئی خادم نہ رکھیں اور اگر کسی معمولی آدمی کو کسی "سید" سے رنجش و عداوت ہو اور وہ دشمنی میں ان پر کوئی الزام لگائے تو وہ الزام بغیر ثبوت کے مان لیا جائے ان واقعات کا مفصل ذکر علامہ مقریزی نے اپنی کتاب خطط والآثار میں کیا ہے، اسکے علاوہ سادات مقید کیے جاتے تھے حتیٰ کہ اکثر سادات قید ہی میں مر گئے۔ (علامہ مقریزی نے علاوہ "خطط" کے ایک دوسری کتاب میں بھی تفصیل کے ساتھ ان مظالم کو لکھا ہے جس کا نام کتاب النزاع والتخاصم" ہے جو مصر کے مکتبۂ اہرام سے ۱۹۳۷ء میں شایع ہو چکی ہے۔)

لیکن ان مظالم کے باوجود امام حسین علیہ السلام کی تعزیت کو بند نہ کیا جاسکا بلکہ اس میں برابر اضافہ ہوتا رہا، شعراء واقعات کربلا پر مرثیے نظم کرتے تھے۔ چنانچہ ابوعمارہ اور جعفر بن عفان نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر مرثیے پڑھے۔ اسی طرح دعبل خزاعی اور ابراہیم بن عباس نے امام علی رضا علیہ السلام کے حضور میں مرثیے پڑھے۔ صرف انھیں لوگوں نے نہیں بلکہ انکے علاوہ اور دوسرے شیعی شعراء بھی باوجود اسکے کہ ان کو اپنی جان کا خوف تھا امام حسینؑ کے غم میں مراثی کہا کرتے تھے۔

ولم یجسر احد من شعراء الشیعۃ یرثیہ خیفۃ من بنی امیۃ الا الکمیت و ابوذھیل و ھب الجمحی وکثیر بن کثیر السھمی

بنی اُمیہ کے خوف سے کسی شیعہ شاعر کو یہ جرأت نہیں ہوتی تھی کہ واقعہ کربلا پر علانیہ مرثیے کہے سوائے کمیت، اور ابوذہیل وہب الجمحی و کثیر بن کثیر السہمی کے ۔ ؎۱ (حدائق الوردیہ فی ذکر ائمۃ الزیدیہ قلمی)

اِس طرح وہ شیدایانِ علیؑ برابر اظہار غم کرتے رہے۔ لیکن عشرۂ محرم جو شیعوں کے لیے مخصوص یوم غم کی حیثیت رکھتا تھا اُس کی اہمیت غم کو کم کرنے کے لیے عبدالملک بن مروان کے زمانے میں "حجاج بن یوسف" نے عشرۂ محرم کو یوم سرور وعید قرار دیدیا اُس دن تمام ممالک محروسہ حدود شام میں خوشی کی جانے لگی (الخطط والآثار للمقریزی جلد اوّل صفحہ ۴۹۰ طبع مصر) مگر جب بنی عباس کی حکومت کمزور ہو گئی اور آل بویہ (دیالمہ) کو جو محب خاندان رسالت تھے سطوت وغلبہ حاصل ہوا تو "معز الدولہ دیلمی" نے ۳۵۲ھ میں دارالخلافت بغداد میں علانیہ "عزائے حسین" برپا کرنیکا حکم دیا۔

وفیھا یوم عاشوراء الزم معز الدولۃ اھل بغداد النوح والمأتم علی الحسین وامر بغلق الابواب غلقت فیھا السوق ومنع الطباخین من عمل الاطعمۃ وخرجت النساء الرافضۃ ناشرات الشعور

تاریخ مرآۃ الجنان علامۂ یافعی وقائع ۳۵۲ھ

۳۵۲ھ میں عشرۂ محرم کو معز الدولہ نے اہل بغداد کو امام حسین پر نوحہ و ماتم کرنے کا حکم دیا اور شہر کی رونق و آرائش کو کم کرنے و اظہار غم کے لیے بازار اور دروازے بند کرا دیے گئے (یعنی مکمل ہڑتال کرائی گئی) باورچیوں کو اس دن کھانا پکانے سے منع کر دیا گیا اور شیعہ عورتیں بال کھولے ہوئے نکلیں۔

تاریخ ابوالفدا جلد دوم صفحہ ۱۰۴ طبع حسینیہ مصر

؎۱ واقعہ کربلا کے بعد عہد اموی اور عباسی میں کوئی ایسا شیعی شاعر نہیں ہے جس نے امام مظلوم کا مرثیہ نہ کہا ہو، اگر یہ تمام مراثی ایک مقام پر جمع کیے جائیں (بقیہ صفحہ ۱۱ پر ملاحظہ ہو)

تقریباً گیارہ سال کے بعد ۳۶۲ھ میں "المعز الدین اللہ الفاطمی" نے بھی یہی حکم مصر میں جاری کیا اور وہاں بھی امام مظلوم کی عزاداری علانیہ ہونے لگی (تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے الخطط للمقریزی جلد دوم صفحہ ۲۸۱ تا ۲۹۱ طبع مطبع النیل مصر ۱۳۲۴ھ)۔

اِن مقامات میں عزائے مظلوم کی سخت مخالفت بھی کی گئی، بغداد میں حسینی یادگار کے مقابلے میں مخالفین نے ۳۹۰ھ سے مصعب بن زبیر کے قتل کی یادگار منانا شروع کردی اور ۱۸ محرم کو مصعب کے واقعہ قتل پر اظہار غم کرنے لگے جو کچھ عرصے کے بعد خود ہی بند ہوگیا۔ مصر میں خلفاء فاطمین کی سطوت سے یہ تو ضرور ہوا کہ اس قسم کی کوئی حرکت نہ کرسکے لیکن جب سلطان صلاح الدین یوسف ابن ایوب نے بنی فاطمہ کی سلطنت کو تباہ و برباد کردیا تو سب سے پہلے اس نے عزائے امام مظلوم کو مٹانے کی کوشش کی اور عید عاشورا کی بدعت کو پھر سے جاری کردیا (الخطط للمقریزی) لیکن باوجود اس مخالفت کے عمومی حیثیت سے اس زمانے کے تمام مسلمانوں نے سانحۂ کربلا کو اپنے لیے ایک مصیبت عظیم متصور کیا تھا، چنانچہ ابو محمد القاسم بن علی بن محمد بن عثمان الحریری البصری صاحب المقامات (المتولد ۵۱۶ھ) نے اپنے دسویں مقامہ "الرحبیہ" میں بطور ضرب المثل کے یہ کہا ہے کہ

کما جل لدی المسلمین رزء الحسین ،، جس طرح عام مسلمانوں میں حسین کی مصیبت عظیم ہے"

اِس فقرے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں غم حسین کی کیا اہمیت تھی [۱]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰) تو ابو تمام کی کتاب الحماسہ سے بھی ضخامت میں زیادہ ہو جائیں، ناچیز نے اس موضوع پر مستقل ایک مضمون لکھا ہے جس میں تمام شیعی شعرائے عرب کا تذکرہ کیا ہے (مولف)

[۱] تاریخ کامل ص ۵۲ جلد ۹ [۲] فاضل معاصر علی جلال الحسینی الحنفی اپنی (بقیہ صفحہ ۱۲ پر ملاحظہ ہو)

مملکت ایران میں ابتدائے اسلام ہی سے تشیّع کا غلبہ رہا، یہ ایرانی ہی تھے جنھوں نے اموی حکومت کی بنیادوں کو جڑ سے کھود کر تباہ و برباد کیا، یہی وہ تھے جنھوں نے سرکشان عرب کے ظاہری جبروت کے سامنے جھکنا پسند نہیں کیا۔ بلکہ اپنی بے پناہ تلواروں سے جبابرۂ بنی اُمیّہ کو زیر کر کے دولت[۱] ہاشمی کے قیام

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تصنیف منیف "الحسین" الکتاب الثانی ص۱۹۵ طبع قاہرہ ۱۳۴۹ھ پر لکھتے ہیں :۔

ویری کثیر من العقلاء ان قتل الحسین کان اعظم مصائب المسلمین قال منصور الثعالبی فی آخر کتاب ثمار القلوب ان الوزیر عبید اللہ بن سلیمان کان رائیہ ان قتل الحسین اشد ما کان فی الاسلام علی المسلمین لان المسلمین یئسوا بعد قتلہ من کل فرح یرتجونہ وعدل ینتظرونہ

اکثر عقلا کا یہ خیال ہو کہ قتل حسین مسلمانوں کی سب سے بڑی مصیبت ہے۔ منصور ثعالبی "ثمار القلوب" کے آخر کتاب میں کہتے ہیں کہ وزیر عبید اللہ بن سلیمان کی یہ رائے ہو کہ عالم اسلام میں مسلمانوں کے لیے قتل حسینؑ سے زیادہ سخت (غمناک) اور کوئی شے نہیں ہے اسلیے کہ حضرت کی شہادت کے بعد مسلمان ہر اُس کشادگی سے جس کی کہ وہ امید کرتے تھے نا اُمید ہو گئے اور جس عدل و انصاف کے انتظار میں تھے اُس سے مایوس ہو گئے۔

---

[۱] آقای کاظم زادہ (ایران شہر) اپنی کتاب "تجلیات روح ایرانی" ص۷۵ طبع برلن میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"وقوع حادثۂ جگر سوز کربلا و شہادت حضرت حسینؑ و یاران و فرزندان او و اسارت باقی ماندگان آن خاندان مطہر و مصائب و بلاہائے کوفہ و شام نہ تنہا دل شیعیان و ایرانیاں بلکہ قلوب تمام مسلمین را داغدار کرد و محبت مسلمانان بخصوص ایرانیاں را بخاندان آلِ رسول یک بر ہزار افزود و بہماں درجہ

جگر سوز واقعۂ کربلا یعنی امام حسینؑ اور حضرت کے اصحاب و انصار، فرزندان و اقارب کی مظلومانہ شہادت اور خاندان مطہر و یتیم بچوں و الحرم کی قید و گرفتاری اور کوفہ و شام کی مصیبت و آزار یہ وہ واقعات ہیں جو نہ صرف شیعوں اور ایرانیوں کے دلوں کو زخمی کرتے ہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے قلوب کو داغدار کرتے ہیں اس واقعۂ ہائلہ کے بعد آلِ رسول کی محبت عموماً مسلمانوں اور خاص کر ایرانیوں کے دلوں میں ایک سے ہزار گونہ زیادہ بڑھ گئی، اسی طرح ان ایرانیوں کے دلوں میں

(بقیہ ص۱۳ پر ملاحظہ ہو)

کے باعث ہوئے اس لیے ایرانیوں میں عزائے امام کی کافی اہمیت رہی۔ جب داعی صغیر زید الحسنی (سنہ ۲۵۰ھ) نے طبرستان میں اپنی مستقل حکومت قائم کی تو اُس زمانے سے مذہب امامیہ کو بہت عروج ہوا اور عزائے امام میں بھی کافی رونق ہوئی، انھیں بزرگ کے صاحبزادے داعی صغیر محمد بن زید الحسنی تھے جنھوں نے سب سے پہلے مشہد امام مظلوم اور روضۂ جناب امیر علیہ السلام کو تعمیر کرایا۔

لما قام الداعی الی اللہ محمد بن زید الحسنی علیہ السلام امر بعمارۃ المشہدین مشہد امیر المومنین و مشہد الحسین علیہم السلام و قیل انہ انفق علی عمارتہما الی عشرین الف درہم و بلغ عضد الدولہ الغایۃ تعظیمہما و عمارتہما و الانفاق علیہما و کان یزور کل سنۃ ۔	الداعی الی اللہ محمد بن زید الحسنی نے مرقد منور امیر المومنین اور امام حسین پر قبہ و عمارت بنوایا، کہتے ہیں کہ ان دونوں کی تعمیر میں بیس ہزار درہم خرچ ہوئے عضد الدولہ دیلمی نے ہر دو مشاہد کی تعمیر و توسیع میں بہت کافی خرچ کیا ہے اور وہ ہر سال زیارت سے مشرف ہوتا تھا۔ (حدائق الوردیہ قلمی)

لیکن جس زمانے سے حکومت و ملت ایران دونوں کا مذہب شیعہ ہو گیا اُس وقت سے عزائے امام کو کافی عروج ہوا، آج بھی شاہ ایران اپنے اعلان تشیع کے ساتھ زمانۂ حاضرہ کی ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے رسوم عزاداری کو کچھ اصلاح کے ساتھ جاری رکھنے کے لیے قوانین نافذ کر رہے ہیں وہ عزائے حسینؑ د

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کینہ و عداوت آنانرا بر بنی امیہ محکم تر وافزون ترگردانید تا در بر انداختن سلطنت آنان ہمدست و ہمداستان شدند۔

بنی اُمیہ کی عداوت و کینہ اور زیادہ سے زیادہ بڑھ گئی، یہاں تک کہ سلطنت بنی اُمیہ کو تباہ و برباد کر دینے کے لیے باہم ایک دوسرے کے مددگار ہو گئے۔

تذکرۂ شہدائے کربلا کو صرف رسمی اہمیت دینا نہیں چاہئے بلکہ اُس کے ذریعہ سے روحانی، اخلاقی، معاشرتی و عمرانی فوائد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

مجتہد اعظم ایرانِ امروز مرزا ابو عبداللہ زنجانی (اُستاد دانشگاہ طہران و عضو انجمن علمی دمشق) اپنی قابل قدر کتاب "عظمت حسینؑ بن علیؑ" میں تحریر فرماتے ہیں:—

"سیزدہ قرن ازیں حادثۂ تاریخی می گزرد، شدّتِ ستم و جوریکہ از امویاں بہ حسینؑ بن علی کہ داعی توحید و امام عادل و بزرگترین شخص روحی اسلام بود در رسیدۂ چشم مسلماناں بلکہ چشم کسانے را از بشر کہ دارائے عاطفۂ انسانی ہستند گریاں و دلہا را مجروح کردہ و مسلمانان ہیچ وقت فراموش نکردہ و نخواہند کرد کہ ریحانۂ پیغمبرؐ اکرم و سید شباب اہل الجنۃ بشمشیر گروہ بے رحم با آں شکل فظیع کشتہ گشت

اس تاریخی واقعہ کو تقریباً تیرہ سو سال گزرے، داعی توحید، امام عادل، اور عالم روحانیت اسلام کی بزرگترین شخصیت حسینؑ بن علیؑ پر جو مصائب اور ظلم و ستم بنی اُمیہ کے ہاتھوں گزرے ہیں وہ کچھ ایسے اندوہناک ہیں کہ جس سے صرف مسلمانوں ہی کی آنکھوں سے آنسو نہیں جاری ہوتے بلکہ ہر وہ انسان جس کے پہلو میں دردمند دل ہے اس واقعۂ دردناک کو سُن کر با دل مجروح گریاں ہوتا ہے مسلمان اس واقعہ کو کبھی بھولے نہیں اور نہ کبھی بھول سکتے ہیں کہ ریحانۂ رسول جوانان جنت کے سردار امام حسینؑ ظلم و ستم کے ساتھ ظالموں کی تلوار سے بہت ہی دردناک طریقہ سے قتل کئے گئے۔ [۱]

(۱؎ حاشیہ صفحہ ۱۵ پر ملاحظہ ہو)

ولیکن مفکرین و بزرگان اسلام کہ می
خواہند حقائق نورانی وصول سامیہ
قواعد نافعہ اسلام را باہل عالم و پیروان ادیان
دیگر معرفی کنند باید عظمت نفس فضائل روحی
وشجاعت وشہامت این شہید راہ عدل
وتوحید را کہ روز عاشورا روز جلوۂ آں بود
معرفی کنند تا بہ آن واسطہ اہل عالم را
بحقائق ومعنویت این دین کہ دین
علم وعقل است وچنیں نابغہ را
تربیت کردہ آشنا کنند و پیروان
دین اسلام وقرآن کہ حسینؑ را شہید
راہ عدالت وحق ونہضت اورا

۱ اگر مفکرین اسلام و رہبران ملت یہ چاہتے ہیں کہ اسلام
کے حقائق نورانی، اصول محکم، اور قواعد نافعہ کو اہل
عالم اور دوسرے مذاہب کے سامنے ظاہر کریں تو اُن کو
چاہیے کہ اس شہید راہ عدل وتوحید کے عظمت نفس،
فضائل روحی، شہامت وشجاعت کو جن کا اظہار روز
عاشور حضرت کی ذات قدسی صفات سے ہوا دنیا کے سامنے
پیش کریں تاکہ حضرت کی ذات مقدس کے ذریعے سے دین
اسلام جو در اصل دین علم وعقل ہے کے حقائق ومعنویت
کو ثابت کیا جا سکے اور بتلایا جا سکے کہ کنار اسلام میں
تربیت پانے کی وجہ سے حسینؑ سا شہید اعظم اور انسان
کامل دنیا میں جلوہ گر ہوا پیروان دین اسلام وقرآن
(جو حسین کو شہید راہ عدالت وحق سمجھتے ہیں اور جن کا

(حاشیہ صفحہ ۱۴) علامۂ ابو ریحان البیرونی اپنی کتاب "الآثار الباقیہ عن القرون الخالیہ" کے
صفحہ ۳۲۹ (طبع لیپزگ ۱۹۲۳ء) پر لکھتے ہیں :۔

وفعل بہ (ای بالحسین)
وبہم مالم یفعل فی جمیع الامم
باشرار الخلق من القتل بالعطش
والسیف والاحراق وسلب الرؤس
واجراء الخیول
علی الاجساد ۔

حسین اور اصحاب حسین کے ساتھ جو مظالم بنی امیہ نے کیے ایسے
مظالم کسی قوم اور امت نے بدترین شخص وشریر ترین خلق کے ساتھ
بھی نہیں کیے نہ کہ پاک سرشت نیک بندوں کے ساتھ ایسے مظالم روا رکھے
گئے ہوں مثل قتل، تشنگی، تلوار سے زخم پہونچانا، سروں کا جدا
کرکے نیزہ پر بلند کرنا، گھوڑوں کا لاشوں پر دوڑا کر پامال
کرنا وغیرہ۔

مؤرخ مسیحی جرجی زیدان نے بھی (غادۃ کربلا ص ۲۲۵ طبع مصر) میں اقرار کیا ہے کہ واقعۂ کربلا
ایک ایسا سانحۂ عظیمہ ہے کہ تاریخ عالم میں اُس کی نظیر نہیں ملتی۔

قوی ترین سبب حفظ معالم دین و قرآن	یہ خیال ہے کہ حسینی اقدام دین و قرآن کا قوی ترین
میدانند باید بفضائل و بزرگی نفس او	محافظ ہے) کو چاہیے کہ فضائل و بزرگی نفس حسینؑ
نگریستہ از ارشاد و ہدایت او مسترشد و	کو دیکھتے ہوئے حضرت سے رشد و ہدایت کو حاصل کریں
مهتدی باشند نہ اینکہ از روحانیات او	نہ یہ کہ حضرت کی روحانیت سے دُور ہو کر صرف گریہ و
دور شده و بصرف گریہ قناعت کنند و در	بکا پر قناعت کرلیں، اگر اس حادثۂ جانسوز کا صدمہ
حالیکہ اندوه و اسف از ین حادثۂ جانسوز	و اندوه ہم کو ہے تو یہ چاہیئے کہ دیدۂ بصیرت و نگاہ
داریم باید بدیدۂ بصیرت بنگریم کہ شہادت	عقل سے دیکھیں کہ امام عادل و مظلوم کی شہادت
ایں امام عادل برائے زندہ کردن عقیدۂ	عقیدۂ توحید و عدل کو زندہ کرنے اور اُس کی حفاظت
توحید و عدل و حفظ آں بوده است	کے لیے واقع ہوئی تھی ۔

و بس ۔ (عظمت حسین بن علی چاپ دویم صفحہ ۱۴ و ۱۵ چاپخانۂ رضائی تبریز)

کیا خوب کہا ہے شاعر اہلبیتؑ نے ؎

مانا کہ زمانے کا رہے گا نہ یہ عالم — ترتیب عناصر کی یہ ہو جائے گی برہم

پھر اور کسی رنگ میں ہو گا ترا ماتم — دُنیا یہ نہ ہو گی مگر اسلام رہے گا

شبیرؑ بہرحال ترا نام رہے گا !

(نجم آفندی)

سرزمین شام میں بھی عشرۂ محرّم کو کافی اظہار حزن و اندوہ کیا جاتا تھا

چنانچہ مولانائے روم مثنوی کی جلد ششم میں فرماتے ہیں ؎

روز عاشورا ہمہ اہل حلب — باب انطاکیہ اندر تا بہ شب

گرد آید مرد و زن جمعے عظیم — ماتم آں خاندان دارد مقیم

تا بہ شب نوحہ کنند اندر بکا　　شیعہ عاشورا برائے کربلا
بشمرند آں ظلمہا با امتحاں　　کز یزید و شمر دید آں خانداں
از غریو و نعرہا در سرگزشت　　پُر ہمی گردد ہمہ صحرا و دشت
یک غریبے شاعرے از رہ رسید　　روز عاشورا و آں افغاں شنید
شہر را بگذاشت و آں سو روئے کرد　　قصد جستجوئے ہائے و ہوئے کرد
پرس پرساں میشد اندر افتقاد　　چیست ایں غم بر کہ ایں ماتم فتاد
ایں رئیسے زفت باشد کہ بمرد　　ایں چنیں مجمع نباشد کار خورد
نام او القاب او شرحم دہید　　کہ غریبم من شما اہل دہید
چیست نام و پیشہ و اوصاف او　　تا بگویم مرثیہ الطاف او
مرثیہ سازم کہ مرد شاعرم　　تا ازیں جا برگ لالنگی کنم
آں یکے گفتش کہ تو دیوانۂ　　تو نۂ شیعہ عدوئے خانۂ
روز عاشورا نمی دانی کہ ہست　　یا نمی خوانی ز قرآنی کہ ہست
پیش مومن کے بود ایں قصہ خوار　　قدر عشق گوش عشق گوشوار

پیش مومن ماتم آں پاک روح
مشتہر باشد ز صد طوفان نوح

(مثنوی مولانائے روم مجلد سادس صفحہ ۵۷۰، ۱۱۵ طبع مبمبئی ۱۳۰۸ھ)

یہ واقعہ آج سے تقریباً سات سو برس پہلے کا ہے کہ شہر حلب سے باہر عزائے حسین کے لیے شیعوں کا اتنا زبردست اجتماع ہوتا رہا، جس میں اس شان سے گریہ و زاری، نوحہ و ماتم کا شور بلند کیا جاتا تھا کہ ایک وارد شاعر متحیر ہو گیا لیکن

آج بھی مملکت شام میں عزائے حسینؑ اُسی شان سے ہوتی ہے جس کا تذکرہ غیر ممالک کے سیاحوں کو کرنا پڑا ہے۔ خصوصیت سے دمشق، جبل عامل، صیدا میں عزائے امام بہت ہی اہتمام سے کی جاتی ہے (مجلہ العرفان)

عراق عرب، مصر و یمن میں عزائے امام کی جو اہمیت ہے اُس سے کون ہے جو ناواقف ہے۔ قسطنطنیہ (ٹرکی) میں جس شان کے ساتھ مجالس کا انعقاد ہوتا ہے اور امام مظلومؑ کا ماتم کیا جاتا ہے اُسکو علامہ شبلی کے الفاظ میں خود اُنکے سفر نامہ بلاد اسلامیہ میں پڑھا جا سکتا ہے، حجاز جہاں آج اموی و عباسی حکومت کے مظالم کو پھر سے تازہ کیا جا رہا ہے وہاں بھی عرب صحرا نشین عشرۂ محرم کے زمانے میں اپنے شیون و ماتم سے ایک انقلاب پیدا کر دیتے ہیں، باوجود اِس استبداد و ظلم کے جو سعودی حکومت نے کیے ہیں آج تک مدینے میں "عزا خانہ" موجود ہے جہاں محبانِ اہلبیت مجالس برپا کرتے ہیں اور سرکار دو عالم کی بارگاہ میں نواسے کا پرسا دیتے ہیں۔

افغانستان میں عزاداری کافی انہماک کے ساتھ قدیمی زمانے سے کی جاتی ہے، صرف کابل میں متعدد امام باڑے موجود ہیں جن میں باقاعدہ محرم میں عزاداری ہوتی ہے، برما و تبت اور بربر کے باشندے عزاداری و ماتم کے لحاظ سے کافی شہرت رکھتے ہیں، چینی مسلمان جو اپنی معاشرت و تہذیب کے لحاظ سے دنیائے اسلام کے مسلمانوں سے مختلف نظر آتے ہیں لیکن یہ لوگ بھی "چین" میں محرم کے دس دن عزائے حسینؑ کر کے عام دنیائے اسلام و مسلمانان عالم کے ساتھ یک گونہ یکجہتی پیدا کر لیتے ہیں۔

خود ہمارے ہندوستان میں بھی امام مظلوم کی عزاداری مدتہائے دراز سے

کی جاتی ہے لیکن ایران، عرب، مصر و شام کی عزاداری سے یہاں کے رسوم عزا میں بہت کافی فرق دکھائی دیتا ہے، اُن ممالک میں عزائے حسینؑ صرف "شیعیان علیؑ" سے مخصوص ہے لیکن ہندوستان میں کسی مذہب و فرقہ کی قید نہیں ہے شیعوں کے دوش بدوش اہلسنت بھی عزائے امام میں کافی حصہ لیتے ہیں اور غیر مسلم برادران ہنود و پارسی بھی تعزیہ داری کرتے ہیں۔ الاستاذ عبد المنعم العدوی الحنفی المصری اپنے "صحیفۂ اخباریہ علمیہ اسبوعیہ" "العبر" (جو بمبئی سے عربی میں شایع ہوتا ہے) میں اپنے ایک مخصوص مضمون کیف یحتفی المسلمون فی الهند بذکری مصرع سید الشهدا کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:—

ولیشترك المسلمون کافة فی الهند علی اختلاف نحلهم و تعدد مذاهبهم فی الاحتفاء بهذه الایام العشرة و یشترك کثیرون من الوثنیین ایضاً و الفرس المجوس فی الاحتفاء بها و لا یقتصر الامر علی العامة بل ان بعضاً من مهراجات الهنود اصحاب السطوة و النفوذ من کبار الوثنیین یحتفلون ایضاً بهذه الایام ......

عزاداری امام حسینؑ کے سلسلے میں تمام مسلمانان ہند باوجود اختلاف مذاہب و قوم کے محرم کے دس دن مجالس و تعزیہ داری کرکے متحد و مشترک ہوجاتے ہیں۔ تمام فرقے کے مسلمان ہی نہیں بلکہ بُت پرست ہندو اور آتش پرست مجوسی پارسی بھی مجالس عزا برپا کرتے ہیں صرف عوام ہی عزادار نہیں ہیں بلکہ بڑے بڑے ہندو مہاراجہ صاحبان سطوت تعزیہ داری کرتے ہیں۔

و یعتقد بعض الوثنیین و الفرس فی حضرت الامام ابی عبد الله الحسین اعتقاداً یفوق کل وصف فهم ینذرون له النذر و یوقدون له

ہندو اور پارسی امام حسینؑ کے بہت زیادہ معتقد ہیں انکے عقیدت کی کیفیت کو بیان نہیں کیا جاسکتا، یہ لوگ نذریں مانتے ہیں، عزاخانوں

الشموع ویطلقون علی ائمۃ فی مقاصیرھم میں تعزیے کے سامنے شمع روشن کرتے ہیں اور
الخاصۃ افخر انواع الطیب و البخور حضرت کے نام پر بہترین قسم کی خوشبو اور بخور
کو جلاتے ہیں۔

(( ))

(العبّر بومبائی فی یوم الخمیس ۹ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ العدد ۹۰ السنۃ الثانیہ)

اگرچہ اہلسنت میں ایک ایسا بھی طبقہ ہے جو خوش عقیدہ اہلسنت کو عزائے حسین مظلوم سے روکنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے خود ساختہ فتووں کے ذریعہ اس کو کفر و بدعت قرار دیتا رہتا ہے گو کہ علمائے ردحانیین اہلسنت کے نزدیک یہ فتاوے کوئی وقعت نہیں رکھتے ہیں، ایسے مفتیوں کے متعلق مولانا شاہ عبدالرحمٰن صاحب لکھنوی المخاطب مقبول النبی ارشاد فرماتے ہیں:۔۔۔

روزے ارشاد گردید کہ علمائے ظواہر راعجب دین اسلام است کہ ہر کس را میخواہند کافر می نمایند و ہر کس را میخواہند مومن، چنانچہ اگر کسے ایں لفظ بجانب عالم بگوید کہ جوتی ادتی قائل ایں قول را کافر نوشتہ اند چرا کہ عالم وارث النبی است در حق او این کلمہ اہانت زد سرزد و شمر ملعون کہ نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم را ناحق ذبح کردہ طلاق کفر بر و کردن نمی توانند، در ہمی تذکرہ می فرمودند کہ ہرگاہے کہ شمر ملعون بر سینۂ مبارک حضرت امام علیہ السلام

ایک دن مولانا نے ارشاد فرمایا کہ علمائے ظاہر کا عجب دین اسلام ہے کہ جس کو چاہتے ہیں کافر بنا دیتے ہیں اور جس کو چاہتے مومن کہہ دیتے ہیں اگر کوئی شخص کسی عالم کی شان میں کوئی اہانت آمیز لفظ کہے تو قائل کو اس دلیل سے کافر بنا دیتے ہیں کہ اس نے عالم کی جو پیغمبر کا وارث ہے اہانت کی لیکن اس کے خلاف شمر ملعون کو جو جگر گوشۂ رسول و راحت قلب بتول امام حسینؑ کا قاتل ہے کافر نہیں کہتے بلکہ مومن سمجھتے ہیں، اسی سلسلۂ گفتگو میں مولانا نے ارشاد فرمایا کہ جب شمر بدبخت سینۂ مبارک امام حسینؑ

برائے ذبح کردن سوار بود شخصے ازاں مردود گفت کہ تو رتبہ ایں رانمی شناسی کہ ایں حرکت بخود گوارا ساختی آں مردود از عمامۂ خود کاغذ استفتاء مہر دوصد علمائے آں وقت پیش انداخت، مولانا صاحب می فرمودند کہ اکثر کتب قدیم ازاں علمائے ہستند، حق تعالے از فضل و عنایت خود مارا از ملاحظۂ آں محفوظ داشتہ است

انوار الرحمن لتنویر الجنان صفحہ ۱۱۷
طبع مطبع منشی کالی پرشاد لکھنؤ ۱۲۸۰ھ

پر ذبح کرنے کے لیے سوار ہوا تو ایک شخص نے پوچھا کہ کیا تو فرزند رسولؐ کے رتبے سے ناواقف ہے جو یہ ارادہ کر رہا ہے۔ یہ سن کر اُس مردود نے اپنے عمامے کو سر سے اُتارا اور اُس میں سے ایک فتوے کا کاغذ نکال کر دکھلایا جس میں دو سو علمائے وقت نے امام مظلوم کے قتل پر فتویٰ دیا تھا، ان سب علماء کی اُس پر مہریں ثبت تھیں مولانا نے فرمایا کہ اکثر قدیم کتابیں اُنھیں علماء کی تصانیف سے ہیں۔ خداوند عالم نے اپنے فضل و مہربانی سے ان کتابوں کے مطالعہ سے ہم کو محفوظ رکھا ہے۔

غرضکہ مسلمانوں کی طرح برادران ہنود بھی نہایت خلوص اور جوش و خروش کے ساتھ امام مظلوم کی عزاداری کرتے ہیں، صرف پست اقوام کے ہندو ہی عزادار نہیں ہیں بلکہ اونچی ذات کے ہندو اور بڑے بڑے راجہ مہاراجہ عزاداری کرتے ہیں، گوالیار[1]

---

[1] ریاست گوالیار میں تعزیہ داری کے اخراجات کے سلسلے میں ہر سال ایک لاکھ روپیہ صرف کیا جاتا ہے۔ نہایت ہی تزک و احتشام کے ساتھ امام مظلوم کی عزاداری ہوتی ہے، خود مہاراجہ لباس غم پہن کر عزائے امام میں منہمک ہو جاتے ہیں اور علاوہ مجالس و ماتم میں شرکت کرنے کے روزانہ دونوں وقت عزاخانہ میں ضریح کی زیارت کے لیے اس شان سے آتے ہیں:—

و یأتی بکرة وعشیة یزوره فی الایام العشرة ویکون مجیئه للزیارة بهذه الکیفیة یاتی سموالراجا مدرأس داسه تام ملکه حافی القدمین مطأطأ الرأس الی الارض خاضعا خاشعا متکرعا للقضیة الفاجعة ولتمثیل النعش الحسینی وحینما یصل

مہاراجہ ننگے سر اور ننگے پیر نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ سر کو جھکائے ہوئے اپنے ظعن سے آتے ہیں اور امام باڑے کے دروازے کے قریب دب سے کھڑے ہو جاتے ہیں، دو چوبدار جو پھاٹک پر

(بقیہ صفحہ ۲۲ پر ملاحظہ ہو)

اندور، بھرت پور، بڑودہ، دھولپور، دتیا اور بنارس کے مہاراجگان اور دوسرے ہندو حکمراں عزادار ہیں۔ سکھ قوم باوجود اس کے کہ اسلامی آداب رسوم کی مخالفت کرتے ہیں وہ لوگ بھی تعزیہ داری میں کافی انہماک رکھنے میں شہرت رکھتے ہیں، مہاراجہ شیر سنگھ کا بڑا تعزیہ آج تک لاہور میں رکھا جاتا ہے اور اس کا گشت ہوتا ہے (ملاحظہ ہو تاریخ لاہور مصنفۂ خان بہادر محمد لطیف) مرہٹے بھی

(بقیہ صفحہ گزشتہ) ینادی الا میناں الواقفان بجانبی الباب یا علی صوتھما یاحسین ابن علی المرتضیٰ یاسبط المصطفیٰ یامحبوب الله الاکبران خادمك فلان ینادی باسم سموالرجاء من غیر لقب او کنیته قدم لیتشرف لضریحك المقدس یقبله تاذن له بذلك و ینادی ثلاث مرات فیجیبك لا میناں اللذان بجانبی صوت الضریح سمح بذلك حضرت الحسین ابن علی المرتضیٰ سبط محمد المحبوب الله الاکبر فیدخل الراجا بحالة الخضوع والخشوع حتی یصل الی مصود الضریح ودموعه تذرف علی خدیه فینکب علیه ویمرغ وجهه به تبرکا و یلعن ظالمیه وقاتلیه ویخرج متقهقرا حتی یستطرق الباب۔

کھڑے رہتے ہیں، وہ مہاراجہ کو دیکھ کر بلند آواز کے ساتھ ۳ مرتبہ ان الفاظ کے ساتھ اندر داخل ہونے کی سرکار حسینی سے اجازت طلب کرتے ہیں "یاحسین بن علی مرتضیٰ، اے محمد مصطفےٰ کے نواسے، اے خدا کے محبوب آپ کا فلاں خادم (صرف مہاراجہ کا نام لے کر) ضریح مقدس کو بوسہ دینے اور زیارت کرنے کے لیے حاضر ہوا ہے اجازت اندر آنے کی ہے۔" اس آواز کو سُن کر ضریح کے مجاور جواب دیتے ہیں کہ سرکار حسینی سے اجازت ہو، اجازت پانے کے بعد مہاراجہ اس شان سے اندر داخل ہوتے ہیں کہ مثل غلاموں کے ادب سے سر جھکائے رکھتے ہیں اور رخسار پر آنسو بہتے رہتے ہیں، ضریح کے پاس پہونچکر تعظیم کے لیے اپنے کو سر جھکا کر چہرہ و پیشانی کو ضریح سے مس کرتے اور رگڑتے ہیں اور قاتلان حسین و اہلبیت پر ظلم کرنے والوں پر لعنت کرتے ہیں، اس کے بعد بغیر پشت پھیرے ہوئے ادب سے اُلٹے پیر واپس چلے جاتے ہیں۔

(العبر بومبائی فی یوم الخمیس ۱۶ محرم الحرام ۱۳۶۰ھ العدد ۹۱ السنة الثانیة)

تفصیل کیلیے ملاحظہ کیا جائے "العبر" ۱۶ محرم الحرام ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۳ فروری ۱۹۴۱ء اسی ادب و احترام کے ساتھ دوسری ہندو ریاستوں میں بھی تعزیہ داری ہوتی ہے۔

کسی ہندو قوم سے تعزیہ داری کرنے میں پیچھے نہیں ہیں، وہ تعزیے کے بہت خلوص کے ساتھ معتقد رہے ہیں، اُن کی خوش اعتقادی کا حال ایک انگریزی کتاب میں پڑھا جا سکتا ہے جس کا نام ہے :-

Letters from Marhattas camp,
By Sir Thoms Dure Broughton
Letters no. VII.

" مرہٹوں کے خیموں سے خطوط " مصنفہ سر ٹامس ڈوار براڈٹن
چٹھی نمبر (۷)

اِس موقع پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہندُستان میں تعزیہ داری کیونکر شروع ہوئی اور اس کی اہمیت کے کیا اسباب ہوئے جس کی وجہ سے ملک کے گوشے گوشے میں حسینؑ کا نام لیا جانے لگا، ممکن ہے کہ اس برِ اعظم میں اب بھی بہت سے ایسے مقامات ہوں جہاں نانا کو نہ جانتے ہوں لیکن نواسے کے نام سے وہاں کے رہنے والوں کے کان ضرور آشنا ہونگے۔ آخر حسینؑ کا نام اِس سُرعت کے ساتھ ہندوستان میں کیونکر پہونچا ؟ آئیے ! اِس کو معلوم کرنے کے لیے تاریخ کے صفحات سے مدد لیں۔

ہندوستان سے شیعیت کا تعارف عہدِ خلافت امیر المومنین علی ابن ابی طالب ہی میں ہو چکا تھا، چنانچہ سب سے پہلا شیعی مسلمان جس نے سندھ کو فتح کیا وہ امیر المومنینؑ کے لشکر کا ایک جوانمرد سپاہی " حارثؓ بن مرّۃ العبدی " ہے جس نے

لہ سرزمین سندھ میں ایک مقام قیقان ہو جہاں یہ جلیل القدر فاتح مع اپنے چند ساتھیوں کے سپردِ خاک ہوا ہے

بقول مؤرخ بلاذری[۱] اوائل ۳۹ھ میں سندھ کو بحکم امیرالمومنینؑ اسلامی فتوحات میں شامل کیا (فتوح البلدان بلاذری ذکر فتوح السندھ ص۴۳۸ طبع مصر)

اُس زمانے میں اطراف و ثغور ہند میں بھی شیعیت کا رواج ہو رہا تھا" آل شنشب" جو موالیانِ علیؑ اور دوستداران اہلبیتؑ سے تھے وہ ہندوستان کے قریبی و سرحدی مقامات پر قابض و متصرف تھے۔ اِس خاندان کا پہلا شخص "شنشب" تھا، جس نے اپنے قدیمی ہندی مذہب (غالباً بدھ مت) کو ترک کرکے دستِ حق پرست امیرالمومنین پر اسلام کو قبول کیا تھا اور حضرتؑ نے اُس شخص کو اپنی جانب سے اُن اطراف کا حاکم بنایا تھا، چنانچہ مؤرخ ابوعمر منہاج الدین الجوزجانی "شنشب" کے تذکرے میں لکھتا ہے :—

" او در عہد امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ بر دست علیؑ کرم اللہ وجہ ایمان

---

[۱] امام فن تاریخ احمد بن یحییٰ بن جابر البغدادی الشہیر بالبلاذری تقریباً امام حسن عسکری علیہ السلام کا معاصر ہے۔ یہ شخص مورخین میں بلند پایہ رکھتا ہے، اس کی کتاب فتوح البلدان کتب اسناد میں شمار کی جاتی ہے، اِس کتاب کے علاوہ عہد امیرالمومنین میں فتح سندھ کا ثبوت کئی معتبر اور مستند تاریخوں سے ملتا ہے جن کے اسماء درج کیے جاتے ہیں۔

۱۔ تاریخ الرسل والملوک ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید الطبری یعنی تاریخ کبیر طبری۔

۲۔ تاریخ کامل ابن اثیر جزری۔

۳۔ تاریخ التمدن الاسلامی جرجی زیدان مسیحی۔

۴۔ چچ نامہ۔ جو نادر الوجود ہے مگر بہت مشہور ہے جس کا ایک نسخہ مدراس میں ہے اور دوسرا سُنا ہے کہ فرانس میں ہے اس کے چند اجزا کا ترجمہ انگریزی میں ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے مجلہ علمیہ کی متفرق جلدوں میں شایع ہوا ہے، اس کا ترجمہ فارسی میں بھی ہو چکا ہے، یہ کتاب راجہ داہر زمانی سندھ کے وقت کی ہے اور غالباً پہلی صدی ہجری کی تالیف ہے۔ اس میں مفصل حالات جناب امیرالمومنین کے حملۂ ہندوستان کے متعلق مرقوم ہیں۔

آورد وازوے عہدے ولوائے بستہ وہر کہ از خاندان او بہ تخت نشستی
آں عہد راکہ امیر المومنین علی نوشتہ بود بدو دادندے واو قبول کردے
آں گاہ بادشاہ شدے وایشاں از جملۂ موالی علیؑ بودند کرم اللہ وجہہٗ و محبت
ائمہ واہلبیت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم در اعتقاد ایشاں راسخ بودے۔
رحمہم اللہ۔" (طبقات ناصری الطبقۃ السابعۃ عشر السلاطین الشنسبانیہ و
ملوک الغور صفحہ ۲۹ مطبوعہ ایشیائک سوسائٹی بنگال ۱۸۶۴ء)

خلفائے بنی اُمیّہ کے زمانے میں جس وقت تمام ممالک اسلامی میں اہلبیت
رسوؐل کی شان میں بے ادبی کی جاتی تھی اُس وقت بھی آرین نسل کے سلاطین غور تھے
جنھوں نے اس فعل شنیع کا ارتکاب نہیں کیا تھا جیسا کہ فرشتہ لکھتا ہے:—

" ودر عہد بنی اُمیّہ در تمام ممالک اسلام حرف سب بر خاندانِ
رسالت پناہ کردہ اندالا در مملکت غور ہیچ وجہ مرتکب آں نہ شدند، باین معنی
آں مملکت را بر جمیع ممالک فخر است۔"

(تاریخ فرشتہ جلد اوّل مقالۂ اول ۵۱ طبع نولکشور)

ظاہر ہے کہ سلاطین آلِ شنسب کا تعلق ہندوستان سے علاوہ ہمسایہ
ہونیکے قدیمی ہم مذہب ہونے کے بھی رہا ہوگا، اس لیے ان کے اثرات ہندوستان
پر کافی پڑے ہونگے[۱]۔ سیاسی تعلقات کے علاوہ خاندانِ رسالت کو ہندوستان

[۱] شاہ محمد نذیر صاحب ہاشمی حنفی نے اپنی تصنیف "شہادت عظمیٰ" میں ایک تاریخی انکشاف
کیا ہے (جس پر ابھی مزید تحقیق کی ضرورت ہے) کہ روز عاشور دت قوم کے چند برہمنوں نے
حمایت حق کے سلسلے میں امام حسینؑ پر اپنی جانوں کو فدا کیا تھا ان جاں نثاروں میں سے چند
بچ گئے تھے جو ہندوستان واپس آئے تھے اور (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

سے ایک سببی رشتہ بھی ہو جاتا ہے وہ یہ کہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام کے ازواج میں ایک سندھی[1] مخدرہ بھی تھیں، جن کے

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) ان کی نسل ہندوستان میں پھیلی جو حسینی برہمن کے نام سے مشہور ہیں، اپنے اس دعوے کے ثبوت میں شاہ صاحب نے علاوہ علاقہ گجرات کی بند و بست کی رپورٹ کے "حسینی پوتھی" کا بھی حوالہ دیا ہے اور ایک مشہور رزمیہ نظم (کبت) کو نقل کیا ہے جو سینہ بسینہ اس قوم میں محفوظ چلی آتی ہے۔ ضرورت ہے کہ تحقیق کرنے والے حضرات ایسے برہمنوں سے اس کی تصدیق کریں اور "حسینی پوتھی" کو تلاش کرکے اس کی تاریخی اہمیت کا پتہ لگائیں۔"

[1] مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر علامۂ سلیمان ندوی کے اُس تسامح کی جانب ناظرین کو توجہ دلاؤں جو انھوں نے اپنی کتاب "عرب و ہند کے تعلقات" میں کی ہے، علامۂ ندوی نے اپنی کتاب میں امام زین العابدین علیہ السلام کی والدۂ ماجدہ کو "سندھی" ظاہر کیا ہے حالانکہ تمام مورخین عرب و عجم اور علمائے انساب و سیرت نگار حضرات کے نزدیک یہ محقق و ثابت ہے کہ حضرت کی مادر گرامی ایرانی شہزادی بنت یزدجرد شاہ ایران تھیں یہ ضرور ہے کہ ان معظمہ کو مورخین نے مختلف ناموں سے یاد کیا ہے، سُلافہ، غزال، شاہِ زناں، شہر بانو مختلف نام کتابوں میں نظر آتے ہیں۔ (جن کا اطلاق ایک ہی شخصیت پر اُس کے خصوصیات وصفات کے لحاظ سے ہو سکتا ہے) صرف ابن قتیبہ دینوری نے اپنی کتاب المعارف ص۲۷ طبع مصر میں ایک مجہول قول "یُقال أن امہ سندیہ" لکھ کر سندھی ہونے کی جانب اشارہ کیا ہے۔ حالانکہ لفظ "یُقال" (کہا جاتا ہے) خود اس خیال کی رکاکت پر روشنی ڈال رہا ہے اور ظاہر کر رہا ہے کہ ابن قتیبہ کو بھی اس پر اعتماد نہیں ہے ورنہ "یُقال" لکھنے کی کوئی وجہ نہ تھی، اسی وجہ سے علامۂ ابن خلکان نے (جو محققین کی صف اول میں شمار کیے جاتے ہیں) وفیات الاعیان میں نہایت جزم و حتم کے ساتھ اس امر کو لکھنے کے بعد کہ حضرت کی والدۂ گرامی ایرانی اور یزدجرد کی صاحبزادی تھیں (ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں دو مقام پر نہایت اعتماد اور وثوق کے ساتھ اس تاریخی حقیقت کو ظاہر کیا ہے ملاحظہ ہو ترجمہ امام علیہ السلام ص۳۲۰ جلد اول اور تذکرہ قاسم بن محمد بن ابی بکر ص۴۱۸ جلد اول طبع مصر میمنیہ ۱۳۱۰ھ) ابن قتیبہ کے اس سست خیال و قولِ سخیف (اگر یہ کوئی قول بھی ہو) کو بھی "ذکر ابن قتیبہ فی کتاب المعارف" کے الفاظ کے ساتھ لکھ دیا ہے...... (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

بطن سے حضرت "زید شہید"[1] پیدا ہوئے (زید الشہید لعبد الرزاق ص۵ طبع نجف) ممکن ہے کہ یہی سبب ہو جس کی وجہ سے حضرت عبد اللہ الاشتر بن محمد بن عبد اللہ بن الحسن بن امام حسن علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار جناب محمد النفس الزکیہ کی شہادت (۱۴۵ھ) کے بعد عیسیٰ بن عبد اللہ بن سعدہ کے ہمراہ سندھ تشریف لائے تھے جو کچھ دنوں کے بعد یہاں سے قندھار تشریف لے گئے۔ قریب قریب اسی زمانے میں یعنی عہد

(کتاب المعارف ابن قتیبہ طبع مصر ص۲۳)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) .... جس سے اس قول کی سخافت و رکاکت ظاہر ہو جاتی ہے۔

غالباً اس غلطی کا سبب یہ ہوا جیسا کہ تمام محققین و مورخین و نیز ائمہ اہلبیت علیہم السلام کا اس پر اتفاق ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کی مادر گرامی کا انتقال حضرت کی ولادت کے بعد حالت نفاس ہی میں ہو گیا تھا۔ اس زمانے میں حضرت کی حضانت و رضاعت (پرورش و نگہداشت) کے فرائض ایک عفیفہ کے سپرد کیے گئے تھے (یہ امام حسین علیہ السلام کی کنیز تھیں) جو ملک سندھ کی رہنے والی تھیں، چونکہ حضرت کی پرورش انھوں نے کی تھی اس لیے حضرت ان کو "اُم" (ماں) کہکر یاد فرماتے تھے اور یہ معظمہ حضرت کی ماں کے نام سے مشہور تھیں۔

حضرت ان کا اسقدر ادب و احترام فرماتے تھے کہ دسترخوان پر ان سے پہلے کھانے کے لیے دست حق پرست دراز نہیں فرماتے تھے، واقعہ کربلا کے بعد احکام شریعت کی پابندی کے لحاظ سے حضرت نے ان کا عقد بھی فرما دیا تھا۔

پس حقیقت اسقدر ہے جس کو ابن قتیبہ نے بخیال زیب داستاں، تاریخی فریب کی مثال میں ایک اضافہ کرتے ہوئے لفظ "یقال" کے ساتھ جوچاہا سپرد قلم کر دیا جس کی وجہ سے علامہ سلیمان ندوی سا ناقد بصیر جو اپنے استاد "شبلی" پر بھی ناقدانہ نظر ڈال چکا ہو، غلطی میں مبتلا ہو گیا۔

جن کو اس مسئلے کی تحقیق منظور ہو وہ کتب معتمد علیہ فریقین کو ملاحظہ کریں۔ ۱۲

[1] یہ امر قابل توجہ ہے کہ منجملہ اُن چند سعادت مند افراد کے جو جناب زید شہید کے ہمراہ قتل ہو کر مصلوب ہوئے ایک ہندوستانی مجاہد "زیاد الہندی" بھی تھے۔ ۱۲

(مقاتل الطالبین ابو الفرج اموی ص۱۰۵ طبع نجف)

[2] مقاتل الطالبین ابو الفرج اموی ص۲۱۱ ۱۲

منصور دوانیقی میں جناب قاسم بن ابراہیم بن اسمٰعیل الدیباج بن ابراہیم الغمر بن الحسن بن امام حسن علیہ السلام بھی اپنی جان بچا کر سندھ میں ملتان کے قریب مقام "خان" تک تشریف لائے اس کے بعد معلوم نہ ہو سکا کہ یہاں سے کہاں تشریف لے گئے، آیا یہیں قیام فرمایا یا واپس ہوئے (النزاع والتخاصم علامہ مقریزی ص۴۲، طبع مصر)

اس سلسلے میں ایک خاص چیز اور بھی اپنی جانب خصوصیت سے ہم کو متوجہ کرتی ہے، وہ یہ ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے حلقۂ درس میں جہاں سے فلسفۂ آل محمدؐ اور علوم قرآن کی نشر و اشاعت کی جا رہی تھی وہاں ہم کو جہاں اور ملک و قوم کے تشنہ کامانِ علوم اور طالبانِ حق دکھلائی دیتے ہیں ان میں چند ہندوستانی بھی موجود ملتے ہیں، فرج سندھی، خلاد سندھی بزاز، ابان بن محمد سندھی، طلحہ بن زید ابوالخزرج ہندی، یہ وہ لوگ ہیں جن کا شمار رواۃ و اصحاب امام جعفر صادق علیہ السلام میں ہے (الفہرس الطوسی) اسی طرح صباح بن نصر ہندی بھی قابل ذکر ہیں جو احکام و مسائل امام رضا علیہ السلام کی تبلیغ کرتے تھے۔ یقیناً یہی وہ لوگ ہیں جو ہندوستان میں شیعیت کا سبب بن سکتے ہیں اس تعلق کے علاوہ "المقدسی" کے بیان کی بنا پر ہندوستان میں مذہب شیعہ کا کافی رسوخ تقریباً تیسری صدی ہجری کے اختتام اور چوتھی صدی ہجری کے آغاز ہی سے معلوم ہوتا ہے (احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم للمقدسی ص۴۸۱ مرتبۂ اینڈ ڈی گیوجی ۱۹۰۹ء)

غالباً اس زمانے میں عزاداری امام حسین علیہ السلام کا قیام بھی ہندوستان میں ہوا ہوگا، یہ ضرور ہے کہ اسیر تاریخ تفصیلی روشنی ڈالنے سے قاصر ہے کہ عزائے امام کا کیا عنوان تھا، ہاں چھٹی صدی ہجری کی ابتدا میں اس قدر ضرور پتہ چلتا ہے کہ عشرۂ

محرم میں تذکرہ کیا جاتا تھا۔ چنانچہ مؤرخ منہاج اپنی تاریخ طبقات ناصری ص۱۰۵ میں در ذیل تذکرۂ سلطان شمس الدین التمش لکھتا ہے کہ "و تمام عشرۂ محرم تذکیر گفتہ آمد"۔ اسی طرح مؤرخ مذکور ملوک شمسیہ کے ذیل میں جہاں ہندو خاں مبارک الخازن السلطان کے حالات بیان کرتا ہے وہاں اسکا اقرار کرتا ہے کہ "و در عشرۂ محرم تذکیر می گفت" صفحہ ۲۴۹۔

اسی چھٹی صدی ہجری میں شیعوں کا ایک تبلیغی مشن بھی پایا جاتا ہے جو ہندوستان میں شیعیت کی اشاعت کر رہا تھا۔ (ملاحظہ ہو تاریخ طبرستان محمد بن الحسن بن اسفندیار مولفہ ۶۱۳ھ مترجمہ ای۔جی۔ براؤن ص۶۸ ای۔جے۔ ڈبلو گب ایڈیشن ۱۹۰۵ء) اسی زمانے میں ایک شخص فاضل "ملا علی" نامی (جن کا مزار کھمبات میں ہے) شیعہ مذہب کی تبلیغ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ شیعی خصوصیات کی بناء پر یہ لوگ امام مظلوم کی ہستی کو ہندوستان کے سامنے ضرور پیش کرتے رہے ہونگے۔ اسی عہد میں شیعوں کی ایک جمعیت (عاضد لدین اللہ آخری خلیفہ فاطمی کے بعد) سلطان صلاح الدین یوسف کے تشدد اور مظالم سے مجبور ہو کر مصر وافریقہ سے بھاگ کر یمن ہوتے ہوئے ہندوستان پہونچی ہے اور جس نے دکن میں قیام کیا ہے۔ ساتویں صدی ہجری کے اوائل تک ہمکو ایک ایسے معمر و قابلِ احترام بزرگ "بابا رتن ہندی" (المتوفی ۶۱۲ھ) کے وجود کا بھی پتہ ملتا ہے جن کی صحابیت کی توثیق اکثر اکابر اہلسنت نے کی ہے (مثل مجد الدین فیروزآبادی، و صلاح الدین صفدی وغیرہما کے) اور جو محبت اہلبیتؑ اور فضائل گریۂ امام مظلوم کے متعلق رسول صلعم سے حدیث روایت فرماتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

غرضکہ اس زمانے میں ہندوستان مذہب شیعہ کا ایک مشہور مرکز تھا، جہاں اس فرقے کے داعی اپنا تبلیغی پروگرام انجام دیتے تھے۔ اسی زمانے میں سندھ اور پنجاب میں ایک شیعہ نو آبادی قائم ہو جاتی ہے جن کی وجہ سے وہاں کے باشندے مصر کے خلفائے فاطمین کو احترام و تقدس کی نظر سے دیکھتے تھے اور ان کو خراج ادا کرتے تھے، ان کے تعلقات براہ راست فاطمین مصر سے عرصۂ دراز تک قائم رہے۔ یہ لوگ بغیر خلفائے فاطمیین کی منظوری و اجازت کے کوئی کام نہیں کرتے تھے (ملاحظہ ہو احسن التقاسیم المقدسی ص۴۸۵ لیڈن اڈیشن ۱۹۰۶ء) ایسی صورت میں کوئی امر مانع نہیں معلوم ہوتا کہ اس زمانے کے سندھ اور پنجاب کے مسلمان عزاداری امام نہ کرتے رہے ہوں جبکہ خلفائے فاطمیین کو قیام عزائے امام مظلوم میں خاص شغف و انہماک تھا جیسا کہ علامہ مقریزی نے "الخطط" میں لکھا ہے۔

اس عہد میں شیعہ اپنے مذہبی عقائد و رسوم کی اشاعت میں کافی جدوجہد کر رہے تھے وہ اپنے اعمال مذہبی کو علانیہ بجا لاتے تھے اور اپنے مذہب کی اشاعت کے لیے کتابیں تصنیف کرتے تھے۔ شیعیت کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو دیکھ کر ساتویں صدی ہجری میں فیروز شاہ تغلق نے شیعی مذہب کے خلاف سخت گیری سے کام لیا، شیعوں کو قتل کرنے اُن کے اعمال و رسوم اور مذہبی لٹریچر کو فنا کرنے کی جابرانہ کوششیں کی گئیں ان واقعات کو تفصیلاً "فتوحات فیروز شاہی" میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ اس قدیم عہد میں جس میں کہ شیعہ ہندوستان میں کافی رسوخ حاصل کر چکے تھے "تعزیہ" کا (جس کی ہندوستان میں رسم عزاداری

کے سلسلے میں بہت بڑی اہمیت ہے) کوئی نشان نہیں ملتا ہے، حالانکہ شیعہ اس زمانے میں سرگرمی کے ساتھ اور دوسرے مراسم عزا بجالاتے تھے۔ یہ صرف قیاس ہی نہیں ہے بلکہ اس کا ثبوت ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی کی کتاب ہدایۃ السعداء سے ملتا ہے جو اپنے زمانے میں عزائے امام کی نشر و اشاعت میں کافی حصہ لے رہے تھے۔ یہ بزرگ آٹھویں صدی ہجری مطابق چودھویں صدی عیسوی کے ایک زبردست عالم اہلسنّت تھے۔ ہدایۃ السعداء میں محرم کے مراسم عزا کا کافی ذکر ہے جو اُس زمانے میں ہندوستان میں رائج تھے۔ مُصنف نے چند ایسے مشہور سُنّی مصنفین کی تصانیف سے حوالہ بھی دیا ہے جو ہندوستان میں ان سے پہلے گزر چکے تھے مگر اس کتاب میں بھی کوئی ذکر "تعزیہ"[۵۹] کا نہیں ہے۔ در اصل اس کتاب کا یہ مبحث بھی نہ تھا جس میں ان چیزوں کا ذکر ہوتا۔ اس لیے کہ یہ ایک اخلاقی کتاب ہے، اس میں تعزیے کے بارے میں ذکر نہ ہونا تعجب خیز بات نہیں ہے۔ یہ بدنصیبی ہے کہ ہمارے سامنے ایسی کتابیں بہت کم ہیں۔ (جن کو نہ ہونے کے برابر سمجھنا چاہیے) جس میں مذہبی زندگی اور رسوم کے متعلق کچھ تذکرہ کیا گیا ہو۔ عموماً اس کی اُمید نو وارد سیاحوں سے کی جاسکتی ہے جو غیر ممالک سے آکر اُن رسوم کو غور سے دیکھتے ہیں جن کا وجود اُن کے وطن میں نہیں ہوتا ہے اور اُس کا تذکرہ اپنے سفرنامے میں خصوصیت سے کرتے ہیں ہاں اسی بناء پر ہم کو ابن بطوطہ سے بہت کچھ اُمید ہے، لیکن یہ نہایت ہی افسوس کی بات ہے کہ ابن بطوطہ کا شایع شدہ سفرنامہ ہمارے اس مقصد کے لیے مفید نہیں ثابت ہو رہا ہے اس لیے کہ ابن بطوطہ کا خود نوشتہ مکمل سفرنامہ ہم تک نہیں پہونچ سکا۔ موجودہ سفرنامہ جو ہمارے سامنے ہے اُس کے

۵۹ برخلاف اسکے "عزاداری" کا ذکر قدیم اسناد و کاغذات میں کہیں کہیں پایا جاتا ہے چنانچہ [illegible] ذرائع سے حال ہی میں عزاداری امام حسین کرتے رہیں چنانچہ شاہان خلجی کے اس معدقہ فرمان میں (جو آج تک [illegible] سادات کے پاس موجود ہے۔

خود نوشتہ سفرنامے کا خلاصہ ہے جس کو کہ سیاح کے شاگرد "ابن جزی الکلبی" نے اس طریقے سے مدون کیا ہے کہ صرف وہی باتیں باقی رکھیں جو اُس زمانے کے لحاظ سے خاص دلچسپی کا سبب تھیں[لے] ۔ ابن بطوطہ سے مایوس ہونے کے بعد یورپ کے سیاحوں پر نظر پڑتی ہے، لیکن انھوں نے بھی کوئی کارنامہ ایسا نہیں چھوڑا جو ہماری کچھ رہبری کر سکے "مارکو پولو" کے سفرنامے (Marco Polo's Travels) کے نہایت مختصر اور بے سود حالات پائے جاتے ہیں جن کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیاح خود ہندوستان اور وہاں کے باشندوں کے رسوم کے بارے میں بہت کم معلومات رکھتا ہے، زیادہ افسوس اُن یورپ کے سیاحوں پر ہے جو مغل شہنشاہوں کے زمانے میں ہندوستان آئے ہیں اور وہ بھی رسوم ہند کے بارے میں کچھ نہ لکھ سکے۔ برنیر، ٹرورنیر، منوکوئی وغیرہ (Bermier, Travernier, Manucoi) تعزیے کے بارے میں بالکل خاموش ہیں۔ ہم کو صرف Travernier سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ:۔

"اگرچہ اورنگ زیب کے دربار میں اہل ایران کا مجمع رہتا تھا لیکن ان میں سے کسی کو اجازت نہ تھی کہ وہ اپنے مظلوم امام حسینؑ کی شہادت

لے ابن بطوطہ کے سفرنامے کے دو اختصار کیے گئے ہیں، ایک تو انھیں ابن جزی الکلبی نے کیا ہے جن کا ذکر کیا گیا، اور دوسرا اختصار ابن فتح اللہ البیلونی کا ہے، جو سفرنامہ شائع اور طبع ہے وہ ابن جزی الکلبی کا خلاصہ ہے، ابن فتح اللہ البیلونی کا اختصار طبع نہیں ہوا ہے، اور نہ شایع ہے، اس کا ایک قلمی نسخہ موجودہ کیمبرج لائبریری کیمبرج میں بسلسلۂ مخطوطات محفوظ ہے، ممکن ہو کہ اُس کا مطالعہ ہمارے لیے مفید ہو سکے، لیکن افسوس اُس تک کہاں رسائی ۱۲

کی یادگار میں کوئی مجلس کر سکیں۔" (سفرنامۂ ٹروورنیر جلد دوم ص۱۷۷ (Tra-vernier Travels vol II P.177)

لیکن اس بیان کی پُرزور تردید اُن تحریروں سے ہوتی ہے جن کو اُس زمانے کے مسلمان مصنفین اور ہندو مؤرخین نے لکھا ہو۔ اس سیاح کے بیان کو بے وقعت کرنے کے لیے "نواب شاہ نواز خاں" کا صرف وہ بیان ہی کافی ہو جس کو انھوں نے اپنی کتاب "مرأت آفتاب نما" میں تحریر کیا ہے کہ اورنگ زیب نے تعزیوں کے سامنے تلواروں سے لڑنے کی رسم کو بند کر دیا تھا کیونکہ اس کی وجہ سے بہت سے لوگ قتل ہو جاتے تھے۔

نواب ممدوح کے الفاظ یہ ہیں:—

"واوباشاں در قدر جمع شدہ خرمن مال وجاں خلقے بہ آتشبازی می دادند، ودر عاشور نیز تابوتے ساختہ بہ شمشیر بازی مردم را آزار می رسانیدند .... ایں ہمہ ابواب را موقوف ساختہ۔"

(مرأت آفتاب نما)

میرے خیال میں اس ممانعت کے بعد عوام میں "پٹا بازی" کی رسم جاری ہوگئی جو آجتک جاری ہے۔

اسی طرح ایک دوسرا بیان خاص اورنگ زیب کے بارے میں ہے جس کو کہ ایک ہندو مؤرخ پروفیسر سیل چند نے اپنی تاریخ عالمگیری میں لکھا ہو کہ روز عاشور اورنگ زیب نے ایک ضعیفہ کو دیکھا کہ سر پر تعزیہ رکھے قلعے کی طرف جا رہی ہے دیکھنے کے ساتھ ہی بادشاہ پر جذب واستغراق کی کیفیت جو

کشف و مشاہدہ سے حاصل ہوتی ہے طاری ہوگئی جس سے وہ سر و پا برہنہ اُس ضعیفہ کے پیچھے دوڑا اور تعزیے کو اُس سے لے کر اپنے سر پر رکھ کر قلعے میں داخل ہوا اور اُسی وقت سے عزاداری کرنے لگا"۔ [1]

عہد عالمگیر کا مشہور مؤرخ خافی خاں نے اپنی تاریخ میں یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ برہان پور میں "تعزیہ داروں کا یہ دستور تھا کہ مجلس کے بعد تعزیہ (تربت یا تابوت) اُٹھایا کرتے تھے جس پر وہاں کے متعصب سُنیوں نے اعتراض کیا، یہاں تک کہ خاص اورنگ زیب کی عدالت تک یہ واقعہ پہونچا لیکن منصف و متشرع بادشاہ نے فیصلہ "تعزیہ داروں" کے موافق کیا، اور تعزیہ اُٹھانے کی اجازت دے دی۔

شاہنشاہ ہمایوں جب ایرانیوں کی مدد سے دوسری مرتبہ ہندوستان پر قابض ہوا ہے تو ۹۵۹ھ میں بیرم خاں کو کربلائے مُعلّٰی بھیج کر اُس نے ایک ضریح بنوائی تھی جو قیمتی جواہرات سے تیار کی گئی تھی اور جس کو شاہی محل میں لاکر رکھا گیا تھا۔

ہمایوں کے عہد میں "عزاداروں" کو تعزیت امام میں اس قدر توغل تھا کہ اگر روز عاشورا اتفاقاً معرکۂ جنگ میں مصروف پیکار رہتے تھے تو اُس وقت بھی مرثیہ پڑھتے اور امام کی مظلومی پر گریہ کرتے جاتے تھے۔ چنانچہ مُلّا عبدالقادر

---

[1] اورنگ زیب کے زمانے کا اسباب و لوازم عزاداری ابھی تک قلعۂ آگرہ میں محفوظ تھا جس کی حفاظت گورنمنٹ کرتی تھی بلکہ ایک عرصہ تک غدر کے بعد بھی قلعۂ آگرہ میں منجانب گورنمنٹ مجالس عزا ہوتی رہیں جو اب کسی وجہ سے بند ہے لیکن قلعے سے آجتک ایک تعزیہ عشرۂ محرم کے روز نکالا جاتا ہے جس کا شہر میں گشت ہوتا ہے۔

بدایونی منتخب التواریخ میں بذیل ذکر شعراء و فضلائے عہد ہمایوں بادشاہ "حیدر توتیائی" کے تذکرے میں لکھتے ہیں :—

"و این مطلع او را کہ در تعزیہ حضرت امام شہید مقبول و مقتول فلذۂ کبد رسول مقبول علیہ السلام نقش بستہ در ایام عاشورا در معارک میخوانند ؎

ماہ محرم آمد و شد گریہ فرض عین — گرئیم خوں بیاد لب تشنۂ حسین"

(تاریخ بدایونی ص ۱۳۰ طبع نول کشور)

جہانگیر کے زمانے میں نور جہاں نے جو عقیدتاً شیعہ تھی قیام تعزیہ داری کے لیے یہ اہتمام کیا تھا کہ چند مواضعات بحیثیت معافی کے "سید معین الدین الموسوی اجمیری" کی درگاہ کے متعلق کر دیے تھے جن کا مقصد یہ تھا کہ اس کی آمدنی سے "درگاہ معینیہ" میں عشرہ محرم میں عزاداری کی جاوے اور تعزیے رکھے جائیں اس کے لیے ایک فرمان شاہی صادر کیا گیا تھا جس میں عزائے امام اور تعزیے کا خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے۔ یہ فرمان آجتک اجمیر میں موجود ہے اور اس کے بموجب برابر درگاہ میں تعزیہ رکھا جاتا ہے اور مجلسیں ہوتی ہیں (یہ فرمان خان بہادر رضا حسین صاحب ایم اے ہیڈ ماسٹر معینیہ ہائی اسکول و پریسیڈنٹ تارہ گڈھ ٹرسٹ اجمیر نے دیکھا ہے) سلاطین مغلیہ کے زمانے میں علانیہ تعزیہ داری ہونے کا مزید ثبوت ایک اور کتاب سے ملتا ہے جس کا نام "ازالۃ الاوہام" ہے اور جس کے مصنف مولانا عبد الواحد نبیرۂ مولانا عبد العلی فرنگی محلی" ہیں۔ مولانا تحریر فرماتے ہیں :—

"علمائے صالحین این عصر	" اس زمانے کے علماء صالحین نے

مراسم مذکورہ را از شعائر اسلام تصور فرمودہ
قطعاً فتوے برائے ترویج و قیام آں دادہ اند
و در خزینۃ المتقین مصرح است کہ مفتی را
باید کہ بنظر حال و عصر و زماں فتوی دہد
پس دریں عصر و زماں علمائے صالحین
فتوی برائے ترویج و قیام تعزیہ امام مظلوم
کہ دادہ اند نہایت بجا و مناسب است و
ترویج آں موجب ثواب و اجر عظیم و
فتوائے علماء صحیح و صواب است و ہمچنیں
علماً و یقیناً شاب خواہد شد علاوہ بریں
مراسم تعزیہ داری امام علیہ السلام از صدہا
سال جاری و مروج است و در زمان
سلاطین اہل اسلام و متشرع مانند
جلال الدین اکبر و جہانگیر و عالمگیر اورنگ زیب
وغیرہ کہ در تمامی ملک خود نافذ الامر کلی
بودند لوازم تعزیہ داری بوجہ احسن بتقدیم
رسد و نواب سعد اللہ خاں وزیر
اعظم شاہجہاں عالم متبحر و قاضی
القضاۃ مستعد خاں خود کہ

تعزیہ داری کو شعائر اسلام سمجھتے ہوئے اس کی
ترویج و قیام کے بارے میں فتوی دیا ہے کتاب
خزانۃ المتقین میں اس امر کی تصریح کی گئی ہے کہ
مفتی کو چاہیے کہ زمانے کا لحاظ کرتے ہوئے
فتوی دے اس بنا پر علمائے صالحین نے تعزیہ
رکھنے اور عزاداری کرنے کے بارے میں جو فتوے
دیا ہے وہ بالکل صحیح و درست ہے اسی طرح آئندہ
بھی اس قسم کے فتووں کی امید ہے کہ (جواز
تعزیہ داری میں) دیے جائینگے۔ قطع نظر اس امر کے
یہ بات بھی ہے کہ مراسم تعزیہ داری صدہا سال
سے جاری و مروج ہیں۔ متشرع شاہان اسلام کے
زمانے میں بھی مثل جلال الدین اکبر، جہانگیر و
شاہجہاں اور عالمگیر اورنگ زیب کے زمانۂ حکومت
میں تعزیہ داری ہوتی تھی یہ وہ سلاطین تھے جو تمام
مملکت ہند میں قابو یافتہ تھے اور ان کے احکام
جاری تھے۔ اُس زمانے میں تعزیہ داری کے رسوم
اچھی طریقے سے ادا کیے جاتے تھے، نواب سعد اللہ
خاں وزیر اعظم شاہ جہاں ایک زبردست عالم متبحر
تھا، ایسے ہی قاضی القضاۃ مستعد خاں علامۂ دوراں

که هریک حنفی المذهب بودند و دیگر
علمائے آں زماں اگر مراسم مذکوره
را خلاف شرع دیدے بند
داشتند و بحضور سلاطین معروض
ساخته در تمامی ملک موقوف
می کنانیدند که در سرکار بادشاهی
اختیار کلی می داشتند و بادشاهاں
هم متشرع بودند بذات خود در تمامی
ملک تحت حکومت خود موقوف می
کردند و دراں عهد عموماً و خصوصاً مروج
بود و تاحال جاری است و انشاءالله تعالے
تا قیامت جاری خواهد ماند و کسے از عوام
و خواص از اں زماں تا حال انحراف ازاں
نه کرده دریں صورت ترویج آں باجماع
امت نبی صلعم ثابت و متحقق است و تواتر
رسیده و در حدیث شریف واقع است "لن
یجتمع امتی علی الضلالة" هرچه
ایشاں براں اجماع کنند و اتفاق نمایند
حق بود پس دریں عصر اگر کسے انکار نماید ایں مراسم

تھے اور یہ لوگ حنفی مذہب کے سختی سے پابند تھے
ان کے علاوہ اور دوسرے علماء بھی تھے لیکن کسی
نے بھی اُن میں سے تعزیہ داری کی مخالفت نہیں کی
اگر تعزیہ داری خلاف شرع ہوتی تو یقیناً یہ لوگ
بادشاہ سے کہکر بند کرا دیتے اس لیے کہ یہ لوگ بادشاہی
سرکار میں کافی رسوخ و اختیار رکھتے تھے اور بادشاہ
خود بھی متشرع و پابند مذہب تھے اگر کوئی اس جانب
اُن کو متوجہ نہ بھی کرتا تو خود اُسے بند کرا دیتے۔
اس کے برعکس تعزیہ داری اُس زمانے میں عام طور
سے جاری تھی اور اب بھی جاری ہے اور انشاءاللہ
قیامت تک جاری رہے گی، آجتک کسی نے بھی
چاہے عوام سے ہو چاہے خواص میں سے اُس زمانے
سے اب تک اس کی مخالفت نہیں کی اس صورت
سے گویا تعزیہ داری کی ترویج اجماع امت سے ثابت
و متحقق ہے اور یہ حدیث شریف بتواتر مروی ہے
کہ میری اُمت ضلالت و گمراہی پر کبھی بھی متفق
نہ ہوگی اسلیے کہ یہ لوگ جس بات پر اجماع کرلیں گے
وہی حق ہوگا، ایسی حالت میں اگر کوئی شخص
تعزیہ داری سے انکار کرے اور اُس کو خلاف شرع

را خلاف شرع و مکروہ داند خلاف   قرار دے تو یہ اجماع امت کے خلاف ہے
اجماع است و انکار از تواتر است   اور گویا تواتر سے انکار کرتا ہو اور یہ امر اصول فقہ
و ایں معنی بموجب اصول فقہ نہایت   کی بناء پر بالکل خلاف و ممنوع ہو گا۔"
ممنوع"۔ انتہی بقدر الحاجۃ   (ازالۃ الاوہام)

ہندوستان کے گوشے گوشے میں تعزیہ داری کی ترقی علاوہ سُنّی صوفیائے کرام کے شیعہ بادشاہوں کی وجہ سے بھی زیادہ تر ہوئی تاریخ ہند میں ایسے دَور بھی گزر چکے ہیں جبکہ تمام اطراف ہند میں شیعہ حکمراں تھے۔

دکن میں گولکنڈہ، بیجاپور اور احمد نگر کے قطب شاہی اور عادل شاہی اور نظام شاہی شیعہ حکمراں ایسے تھے جنھوں نے شیعیت اور تعزیہ داری کی ترویج میں کافی جدوجہد کی ہے۔ برہان نظام شاہ بحری اور یوسف عادل شاہ آج تک تاریخ میں "مروج مذہب اثنا عشر" کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں (تاریخ فرشتہ) سلاطین دکن میں محمد قلی قطب شاہ ہی سب سے پہلا اردو زبان کا "مرثیہ گو" ہے۔ جس کے مرثیے اب بھی محفوظ پائے جاتے ہیں۔

سلاطین دکن کے زمانے میں عزاخانوں میں علم نصب کیے جاتے تھے اور علم ہی کے جلوس نکلتے تھے۔ ہر خاص و عام کو ایام عزا میں سیاہ لباس پہننے کا حکم تھا، دس دن کے لیے کھانے پینے کی دوکانیں بند کردی جاتی تھیں اور جانوروں کو ذبح کرنے کی بھی ممانعت تھی۔ اسی طرح میسور و سندھ، بنگال اور اودھ کی شیعہ سلطنتیں تھیں جنھوں نے تعزیہ داری کی ترویج و اشاعت میں ناموری حاصل کی ہے، پہلے اودھ میں صرف چالیس دن تک تعزیہ داری ہوتی

تھی، لیکن نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ نے ۸ ربیع الاول تک عزاداری کو رواج دیا۔

اس سلسلے میں پنجاب کی نوزائیدہ شیعہ حکومت کو جو جلد ختم بھی ہوگئی فراموش نہیں کیا جاسکتا، اس حکومت کے بانی نواب حیات اللہ خاں المخاطب بہ نواب شاہ نواز خاں ہیں جنھوں نے لاہور میں ایک مستقل شیعی حکومت کی بنیاد رکھی تھی جس کا خاتمہ احمد شاہ دُرّانی نے اپنے حملوں سے کر دیا۔ انھیں شاہ نواز خاں نے اپنے بزرگوں کا مذہب ترک کر دیا تھا اور مذہب شیعہ قبول کر لیا تھا، یہ اپنے نئے مذہب میں کافی راسخ العقیدہ تھے۔ تعزیت امام مظلوم میں اُنھوں نے بہت جوش سے کام لیا تھا۔ انھوں نے اپنی شاہی مہر میں ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کے اسامی متبرک کندہ کرائے تھے (تاریخ بیان واقع قلمی تصنیف حاجی عبدالکریم ولد خواجہ عاقبت محمود معاصر محمد شاہ رنگیلے در کتب خانۂ محمود آباد) اسی طرح تخت دہلی پر بیٹھنے والے شیعی مغل شہنشاہ اور امرائے سلطنت نے بھی تعزیہ داری کے رواج میں یقیناً حصہ لیا ہے، اس مقام پر ایک واقعہ قابل ذکر ہے، یہ واقعہ "محمد امین خاں" سے متعلق ہے جو سیر المتاخرین جلد دوم صفحہ ۱۵۴ طبع نول کشور میں درج ہے:—

"وقت مامور شدن میر جملہ بصوبہ داری عظیم آباد امرابرائے ملاقات و استرخاص وے رفتند نعمت اللہ خاں خلف روح اللہ خاں بنابر ایام عاشورا ابرام تعزیہ داری حضرت سید الشہدا

"میر جملہ جب صوبۂ عظیم آباد کے گورنر بنائے گئے تو امرائے دولت اُن کو رخصت کرنے کیلیے گئے نعمت اللہ خاں پسر روح اللہ خاں عشرۂ محرم کی وجہ سے تعزیہ داری امام مظلوم میں

حسین بن علی علیہما السلام چند روز رسیدہ
بعد انقضائے ایام مذکورہ برائے رخصت میر جملہ
رفت اتفاقاً محمد امین خاں ہم دراں مجلس حاضر
بود و در یک پہلوے میر جملہ نعمت اللہ خاں نشستہ
و در پہلوے دیگر محمد امین خاں نشستہ بود نعمت اللہ
خاں عذر دیر آمدن خواستہ گفت بنا بر ماتم
درنگے در آمدن شد معاف باید داشت محمد
امین خاں بکنایہ پرسید کہ کسے در دولتخانہ مردہ بود
نعمت اللہ خاں گفت خیر ماتم سید الشہدا بود
محمد امین خاں گفت اے صاحب چہ معنی دارد
یزید و حسینؑ بن علیؑ ہر دو صاحبزادہ بودند ما را
چہ رسد کہ ماتم یکے بگیریم و دیگرا بد بدانیم و ماتم
او در بقائے او گیریم نعمت اللہ خاں در جواب
گفت صاحبزادہ ما کشتہ شد ماتم او
می گیریم و صاحبزادۂ شما ظفر یافت
شما شادی بکنید، و گفت و گو بطول
کشیدہ منجر بہ خانہ جنگی شد، میر جملہ
درمیان آمدہ صلاح داد"۔

مشغول رہے اور نہ جاسکے بعد عشرہ یہ بھی میر جملہ
کو رخصت کرنے کے لیے گئے، اتفاق سے اسوقت
محمد امین خاں موجود تھے، میر جملہ کے پہلو میں
نعمت اللہ خاں بیٹھ گئے، انھوں نے دیر میں آنے
پر معذرت کرتے ہوے کہا کہ معاف فرمائیے گا
ماتمداری کی وجہ سے ابتک نہ آسکا، یہ سُنکر
محمد امین خاں نے طنزاً پوچھا کہ کیا جناب کے
یہاں کسی کی موت ہوگئی ہے، نعمت اللہ خاں
نے کہا نہیں حضرت سید الشہدا کا ماتم تھا یہ سُنکر
محمد امین خاں نے کہا بھلا حضرت یہ تو فرمائیے
ہم کو اس سے کیا غرض یزید و حسینؑ دو صاحبزادے
تھے ہم کو آخر کیا ضرورت ہے کہ ایک کا ماتم کریں
اور دوسرے کو برا کہیں اور پھر اُسکے اُٹھ جانے
پر غم نہ کریں، نعمت اللہ خاں نے کہا ہاں
ٹھیک ہے ہمارا شاہزادہ شہید ہوا اس لیے ہم
اُس کا غم کرتے ہیں اور آپ کے صاحبزادے
نے فتح حاصل کی ہے آپ خوشی کیجئے آخر کار
اس گفتگو نے اسقدر طول پکڑا کہ قریب تھا کہ خانہ جنگی ہوجاے
لیکن میر جملہ نے درمیان میں پڑکر رفع دفع کر دیا"۔

لیکن باوجود ان تشریحات کے جو عزاداری کے متعلق کی گئی ہیں یہ سوال اب بھی نہیں حل ہوا کہ تعزیے کی ایجاد کیونکر ہوئی ؟ اِس کے جواب میں قیاس سے بھی مدد لی جا سکتی ہے "یہ ایک قدیم دستور تھا کہ ہندوستانی مسلمان زیارت مقامات مقدسہ کیلئے مثل خانۂ کعبہ، مدینۂ منورہ، نجف اشرف اور کربلائے معلی جایا کرتے تھے اِن زائرین میں اکثر عام طبقے کے لوگ مشاہد متبرکہ کی تصویریں اور روضے کی نقل (جو منقش لکڑی یا کسی دھات کی بنی ہوتی تھیں) اپنے ہمراہ لاتے تھے اور مسلمانوں کو اس کی زیارت کراتے تھے۔ بعد میں ایک گروہ ہی ایسا پیدا ہو گیا جس نے اس کو اپنا پیشہ بنا لیا اور اُن کی عورتیں ان چیزوں کو زنان خانوں میں لے جاتی تھیں اور شائقین کو زیارت کراتی تھیں عقیدتمند مسلمان عورتیں اور مرد اس کے عوض ان کو انعام دیتے تھے اور نذریں چڑھاتے تھے یہ عورتیں جنھوں نے اس کو اپنا پیشہ بنا لیا تھا " روضے والیاں" کہلاتی تھیں ممکن ہے کہ تعزیے کا رواج اس رسم سے ظہور پذیر ہوا ہو"۔ لیکن اس قیاس کو یقین کا درجہ نہیں دیا جا سکتا، یہ صرف قیاس ہی کی حیثیت رکھتا ہے جسپر بغیر کسی دوسرے یقینی و حتمی ثبوت کے زور نہیں دیا جا سکتا۔

تعزیے کی ابتدا کے بارے میں ہندوستان میں ایک روایت عموماً زباں زد اور مشہور ہے جس کو تواتر کا مرتبہ دیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کا موجد امیر تیمور صاحبقران ہی اس کا تاریخی ثبوت ابتک فراہم نہیں کیا جا سکا ہی صرف ایک کتاب ایسی ضرور ہی جس سے اس پر روشنی پڑتی ہے اور اس کتاب میں اس کے ماخذ کے حوالے میں اصلی تزک تیموری کو جو ترکی زبان میں

ہے پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا نام "علم حیدری" ہے جس کا مصنف خاندان تیمور کا ایک مشہور شاہزادہ مرزا حیدر شکوہ بن مرزا کام بخش بن مرزا سلیمان شکوہ بن شاہ عالم دوئم بادشاہ دہلی ہے۔ اِس کتاب کو شاہزادے نے اُس وقت لکھا تھا جبکہ بادشاہ دہلی بہادر شاہ دوم نے سُنّی مذہب کو ترک کر کے شیعیت کو اختیار کر لیا تھا اور ایک جوڑ بڑے علم لکھنؤ میں درگاہ حضرت عباسؑ پر چڑھانے کے لیے بھیجے تھے، علم چڑھانے کی رسم لکھنؤ میں بڑی شان سے منائی گئی اور بادشاہ دہلی کے شیعہ ہونے کا اعلان کیا گیا۔ دہلی کے سُنّی اس خبر سے ناواقف تھے اس لیے کہ بادشاہ نے بہت پوشیدہ طریقے سے یہ کام کیا تھا، لکھنؤ کے اعلان سے دہلی میں بھی یہ خبر پہونچ گئی وہاں کے لوگ اِس خبر کو سُننے کے بعد اپنے بادشاہ سے برگشتہ ہو گئے اور تمام شہر میں شورش ہو گئی، بادشاہ اِس ہنگامے سے گھبرا گیا اور مذہب تشیّع کے قبول کرنے سے انکار کیا، جب اسکی خبر شہزادہ حیدر شکوہ کو ہوئی تو اُنھوں نے اس ارادے سے کہ حقیقت ظاہر ہو جائے تمام اُن خفیہ کارروائیوں اور تحریروں کو جو اُن کے اور اُن کے چچا بہادر شاہ کے درمیان ہوئیں تھیں ایک کتاب کی شکل میں شایع کر دیا جس کا نام "علم حیدری" رکھا۔ اس کتاب میں شہزادے نے اِس امر کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ صرف اُن کے چچا بہادر شاہ دوئم[۱] ہی نہیں بلکہ اُن کے اکثر بزرگ شیعہ تھے جو مصلحتاً تقیّہ کے لباس میں تھے۔

---

[۱] بہادر شاہ دوم کے تشیّع کے متعلق مولوی امیر احمد صاحب علوی بی اے علیگ جج اپنے ایک مضمون "شمع زادہ" کے ذریعے سے یوں روشنی ڈالتے ہیں:۔

"مرزا ابوظفر (بہادر شاہ دوئم) نے واقعی مذہب تبدیل کیا تھا یا اظہار تشیع سلاطین ایران واودھ کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے ایک پولیٹکل چال تھی۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳ پر)

منجملہ دیگر دلائل کے اپنے ثبوت میں "چہل نصائح بہادر شاہی" نامی کتاب سے ایک عبارت نقل کی ہے جس کا مصنف بہادر شاہ اوّل بن اورنگ زیب ہے۔ اس میں بہادر شاہ اوّل نے اِس امر کو تسلیم کیا ہے کہ اُن کے تمام بزرگ امیر تیمور سے لے کر اورنگ زیب تک شیعہ تھے (اورنگ زیب کا کم از کم میلان بجانب مذہب شیعہ اُس کے آخری وصیت نامے سے بھی ظاہر ہوتا ہے جس کو خان بہادر چودھری

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) .... آج جبکہ نہ بہادر شاہ اس عالم میں ہیں اور نہ مرزا حیدر شکوہ، اس معمے کا تسکین بخش حل بہت دشوار ہے، دل کا راز سوائے علام الغیوب کے اور کون جان سکتا ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ بادشاہ کو محبت اہلبیتؑ میں غلو اس سے زیادہ تھا جتنا کہ اُنکے ہمعصر ہم وطن ظاہر کرتے تھے۔ فرماتے ہیں ؎

میرا حامی ہے پیشوا ہے علیؑ ۔۔۔ میرے ہر درد کی دوا ہے علیؑ
جو اُس امام کا ہو دوست خدا کا ہو دوست ۔۔۔ قبول ہوتی ہے اُس کی علی الدوام نماز
جو ہو حسینؑ کا دشمن اُسے کہاں ایماں ۔۔۔ اگرچہ پڑھتا بھی ہو وہ برائے نام نماز
نماز پڑھ کے سدا سجدہ و قیام کے ساتھ ۔۔۔ وظیفہ چاہیئے ذکر غمِ امام کے ساتھ
ہیں دو دولت سے ہوتے بہرہ ور شاہ و گدا ۔۔۔ پھر بھلا اس در کے ہوتے کس سے کیجئے التجا
آپ سمجھیں یا نہ سمجھیں پر ظفر ہے آپ کا ۔۔۔ آئیے اب تو مدد کے واسطے بہر خدا
یا حسینؑ ابن علیؑ بندہ بہت ناچار ہے

محرم میں بادشاہ فقیر بنتے، سبز کپڑے پہنتے اور گلے میں سبز جھولی ڈالتے تھے، چھٹی تاریخ کو تھوڑی دیر کیلیے سیدھے ہاتھ میں لیکر اور چاندی کی زنجیر کمر میں ڈالکر گشت کرتے تھے، ساتویں کو مہندی بڑی دھوم دھام سے اُٹھتی تھی اور بادشاہ بنفس نفیس اسکی مشایعت کرتے تھے۔ آٹھویں کو حضرت سقائے حرم کی یادگار میں لال کھارے کی لنگی باندھکر بھشتی بنتے تھے اور شربت کی بھری ہوئی مشک کاندھے پر رکھ کر معصوموں کو شربت پلاتے تھے، دسویں تاریخ کو موتی مسجد میں عاشورے کی نماز پڑھ کر ظہر کے وقت حاضری کے دسترخوان پر نیاز دیتے تھے، دسترخوان پر شیرمالیں چُنی ہوتی تھیں اور شیرمالوں پر کباب، پنیر، پودینہ، امرلیاں کتر کے رکھی جاتی تھیں۔

یہ ایک چشم دید درباری کا بیان ہے، ملاحظہ ہو "بزم آخر"، مرتبہ منشی فیاض الدین مرحوم۔"

(مضمون شمع مزار، تیسرا آنسو، نمبر ۲ ص ۶۰، ۶۱ رسالہ شمع بابتہ ماہ فروری ۱۹۲۶ء)

نبی احمد سندیلوی ڈی، ایس، پی نے اپنی کتاب وقائع عالمگیری کے صفحہ ۱۲۷ تا ۱۳۰ پر نقل کیا ہے (مطبوعۂ نیشنل پریس الہ آباد) اس وصیت نامے کو ناچیز نے فارسی کی دو قلمی کتابوں میں اردو دیکھا ہے۔ پہلی کتاب تو شاہ عالم ثانی کے زمانے کی ہے جو نواب صلاح الدین کے چھوٹے بھائی کی تصنیف ہے۔ یہ بزرگ اکابرین دولت شاہ عالم سے تھے، یہ کتاب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی لٹن لائبریری کی مشرقی شاخ کے مخطوطات میں محفوظ ہے۔ دوسری کتاب بھی تاریخ کی ہے جس کا نام مراۃ البلاد ہے۔ اس کے مصنف کوئی بزرگ ہاشم علی شیعی ہیں، یہ کتاب محمود آباد کے کتب خانہ سقراطیہ میں موجود ہے۔ کل سلاطین مغلیہ کے تشیع کو ثابت کرنا بہت مشکل ہے اصل یہ ہے کہ سلاطین مغلیہ کا مذہب سُنّی تھا بجز بہادر شاہ اول کے جو بظاہر شیعہ ہو گیا تھا، اس کے علاوہ کسی اور کے تشیع پر یقین نہیں کیا جا سکتا، اورنگ زیب کے متعلق یہ ہو سکتا ہے کہ آخری عمر میں وہ اس نتیجے پر پہونچا ہو اور مصلحت اس کا اعلان نہ کر سکا ہو اور آخر وقت اپنے وصایا کے ذریعے سے اپنے باطنی عقیدے پر روشنی ڈالی ہو، ورنہ اکثر سلاطین مغلیہ سخت قسم کے متعصب سُنّی گزرے ہیں جن کا دامن سادات و شیعوں کے خون سے رنگین نظر آتا ہے) بہادر شاہ اول نے تیمور لنگ کے شیعہ ثابت کرنے کے سلسلے میں اصلی نسخہ تزک تیموری (جو ترکی زبان میں ہے) سے جو عبارت نقل کی اُس کا خلاصہ یہ ہے۔

(امیر تیمور لکھتا ہے: —

"۷۰۱ھ میں جبکہ میں ۳۵ سال کا تھا تو میں نے توران کے میدان میں ظالم ازبک کو شکست دی اور میں ماوراءالنہر کے تخت پر قابض ہو گیا

تمام منبروں پر میرے نام کا خطبہ پڑھا گیا اُس وقت سادات و شیوخ
علما و زہاد نے میرے لیے دعائے خیر کی، خواجہ عبداللہ نے جو اُس زمانے
میں اہلسنت کے پیشوا تھے میری سخت مخالفت کی اور لوگوں کو میرے خلاف
برانگیختہ کرنے لگا، لیکن اُس نے خواب میں پیغمبرِ خدا کو اس طرح دیکھا کہ میں
بھی حضرتؐ کے حضور میں ایستادہ ہوں، اُس نے چاہا کہ حضرتؐ کو سلام
کرے لیکن آنحضرتؐ صلعم نے اسکی طرف سے رُخِ مُبارک پھیر لیا، دوبارہ پھر
اُسنے حضرت کی خدمت میں سلام کیا، اس مرتبہ بھی آنحضرتؐ نے اظہار ناراضی
کیا، آخر کار خواجہ عبداللہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ تیمور وہ ہے
جو آپکے ہزاروں اُمتیوں کو تہ تیغ کر چکا ہے اور جس نے اُنکے ممالک کو تاراج
کر دیا ہی لیکن اسپر بھی حضور نے دربار میں حاضری کی عزت دی ہے
برعکس اسکے میں نے حضور کی اطاعت و فرمانبرداری کی ہی اور اعلائے کلمۂ
حق میں مصروف رہا ہوں اسپر بھی سرکار مجھ سے غضبناک ہیں یہ سُن کر
آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں تیمور سفاک ہے اور اُس نے بہت سے مسلمانوں
کو قتل بھی کیا ہے لیکن اب وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور میرے اہلبیت کے
ساتھ بھی مودت رکھتا ہی، تو تیمور کے خلاف کیوں آواز بلند کر کے لوگوں
کو بھڑکاتا ہی۔" اِس خواب کو دیکھنے کے بعد خواجہ عبداللہ جب بیدار
ہوا تو فوراً میری خدمت میں حاضر ہوا اور میرا مطیع اور فرمانبردار ہو گیا
۸۰۴ھ میں یہ واقعہ درپیش ہوا کہ سلطان روم نے مجھ پر ایک لشکر جرار
کو لیکر چڑھائی کی، میں بھی اُس کے مقابلے کے لیے نکلا، آغاز جنگ سے

پہلے میں نے سادات کربلائے معلّٰی اور قبیلۂ سرجم کے نجفی باشندوں کی فوجیں اپنی کمک کے لیے آتی دیکھیں، سید محمد مفتاح ان کے سردار تھے جو ان لوگوں کے آگے آگے علم لیے ہوئے تھے، میں اس غیبی مدد پر بہت خوش ہوا۔ سید مفتاح نے مجھ سے یہ بھی بتلایا کہ انھوں نے امیر المومنینؑ حضرت علیؑ کو خواب میں دیکھا ہے جنھوں نے یہ حکم دیا ہے کہ میں (یعنی سید مفتاح خود) اس علم کو لیکر تیمور کی مدد کو جاؤں۔ جب میں نے سید مفتاح سے اس بشارت کو سُنا تو فوراً سجدۂ شکر ادا کیا، اب مجھ کو یقین ہو گیا تھا کہ تائید الٰہی شامل حال ہی، اسی اثنا میں میری فوج سے "اوکی تیمو" نکل کر سامنے آیا اور فتح کی دعائیں کرنے لگا، میں نے علم اُس کے ہاتھ میں دے دیا اور حملہ کرنے کے لیے کہا وہ اپنے اس اعزاز پر جوش مسرت کی وجہ سے رو پڑا اور دلیرانہ حملے کرنے لگا، دورانِ جنگ میں ایک مرتبہ میں حضرت رسالتمآبؐ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوا، حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ مودتِ اہلبیتؑ کے صلے میں خداوند عالم نے تیری ستر اولادوں کو دنیاوی حکومت عطا فرمائی ہے اور اسی مناسبت سے آنحضرتؐ نے مجھ کو ستّر خرمے کرامت فرمائے میری حیرت کی کوئی انتہا نہ تھی کہ جب بیدار ہونے کے بعد بھی میں نے اپنے دامن میں اُسی تعداد میں یعنی ستّر خرمے پائے، اس خواب کے بعد میں نے اپنی کل اولادوں کو جن کی اُس وقت تعداد ۳۴ تھی الگ الگ ملک تقسیم کر دیے۔ ایسی عزت جو مجھ کو حاصل ہوئی ہے آدم سے لے کر اب تک کسی بادشاہ کو نہیں حاصل ہوئی۔ ایک مرتبہ کربلائے معلّٰی میں مجھ پر یہ

واقعہ بھی گزرا کہ حُرؑ شہید جو گنج شہیداں سے الگ دفن کیے گئے ہیں اور جن کے زخموں کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی مادر گرامی جناب فاطمہؑ زہرا کے رومال سے باندھا تھا اور جو مع اُس رومال کے دفن کر دیے گئے تھے ۔ چنانچہ اُس رومال کے لیے چند سرداروں نے مجھ کو مجبور کیا کہ میں ایسی نفیس و متبرک یادگار پر قبضہ کر لوں، میں نے اس معاملے میں علماء سے مشورہ کیا لیکن ان لوگوں نے مجھ کو اس سے منع کیا، علاوہ ازیں خود بھی اس کو گناہ عظیم سمجھتا تھا، اس موقع پر ملا نصلح نے جو مدینے کے ایک سید تھے مجھ سے کہا کہ مدینے میں زید ہاشمی کے مکان میں ایک متبرک کپڑا ہے جو جناب سیدہ فاطمہ زہرا کے دست مبارک کا بنا ہوا ہے اور اکثر اُس کپڑے پر معجز نما تحریریں بھی نظر آتی ہیں مجھ کو اُس متبرک کپڑے کے حاصل کرنے کی انتہائی خواہش ہوئی اس لیے اُس کے لیے خاص طور پر زید ہاشمی کو مدینے سے طلب کیا، وہ اپنے ساتھ اس متبرک کپڑے کو بھی لائے اور مجھ کو بخش دیا درحقیقت اُس پر حروف پائے گئے ۔ جب میں نے اُس متبرک کپڑے کی زیارت کی تو فرط مسرت سے رونے لگا، غرضکہ اپنے قیام کے زمانے میں برابر قبر مطہر امام مظلوم کی زیارت سے مشرف ہوتا رہا وہاں کے باشندوں نے مجھ کو ایک علم بھی دیا تھا جو خاک شفا کا بنا ہوا تھا، جس کو میں بصد تعظیم بہ پیشانی اور آنکھوں سے لگایا کرتا تھا ایک مرتبہ اس علم میں میں نے واقعات کربلا کا مشاہدہ کیا تھا، جس سے میں متاثر ہو کر رونے لگا تھا، اس کا اتنا اثر تھا کہ تین دن اور تین رات تک برابر

غمگین و محزون رہا اور کسی کام کی جانب متوجہ نہیں ہوا۔ اس واقعہ کے بعد میرا یہ ارادہ ہو گیا تھا کہ میں اس مقدس سرزمین سے کبھی بھی جدا نہ ہوں گا لیکن بالآخر شہزادوں اور دوسرے فوجی افسروں نے مجھ کو وہاں سے روانہ ہونے کی انتہائی ترغیب دی جس کی وجہ سے وہاں سے کوچ کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا اُس وقت کربلا کے باشندوں نے میری تکلیف اور غم کو دور کرنے کے لیے مجھے ایک ایسی ضریح نذر دی جو کہ مزار انور کے قریب کی خاک پاک سے بنائی گئی تھی جب میں نے اُس ضریح کی زیارت کی تو بالکل بے قابو ہو کر رونے لگا، شب کے وقت اُس ضریح مُبارک سے نوحہ و ماتم کی غیبی صدائیں آتی تھیں جس کو سُننے کے بعد لوگ بےچین ہو جاتے تھے اِس معجزے کے ظہور کی وجہ سے لوگ اس کو ضریح معجزہ کہنے لگے تھے۔ یہ ضریح ہر موقع اور موسم میں میرے ساتھ رہی اور اُسکے برکات سے مجھ کو ہر طرح کی کامیابی حاصل ہوئی، ماہ محرم کے عشرۂ اول میں اس متبرک ضریح معجزہ کو دس دن تک خیمے میں رکھتا تھا اور سید مدنی کی ہدایت کے مطابق عزاداری میں مشغول رہتا تھا، سید ممدوح حضرت کے واقعاتِ شہادت مجھ کو سُناتے تھے اور میں گریہ و ماتم کرتا تھا اور روٹیاں تقسیم کرتا تھا"۔ انتہی [1]

یہاں پر اُس عبارت کا ماحصل ختم ہوتا ہے جس کو بہادر شاہِ اوّل نے اصل تزک تیموری سے نقل کیا ہے لیکن یہ عبارت تزک کے فارسی ترجمہ میں نہیں ہے

---

[1] علم حیدری در عقائد سلاطین تیموری طبع مطبع سلطان المطابع صفحہ ۱۵، ۱۶، ۱۷ -

بہادر شاہ اوّل نے اس کے متعلق "چہل نصائح" میں خود تحریر کیا ہے کہ اس عبارت کو مترجم نے جنھوں نے شاہجہاں کے حکم سے فارسی میں ترجمہ کیا ہی عمداً چھوڑ دیا ہی تاکہ تیمور کے تشیع کو پوشیدہ کیا جا سکے، اس کا اعتراف یورپ کے مستشرقین و محققین نے بھی کیا ہے کہ تزک تیموری کے مترجم (محمد افضل بخاری جنھوں نے ابوطالب حسینی کے ترجمے پر نظر ثانی کی ہے اور جس کا فارسی ترجمہ آج کل متداول ہے) نے تیمور کو سُنّی ظاہر کرنے کے لیے ترجمے میں اسکی شیعیت کو چھپایا ہے ملاحظہ ہو

تنقید Eliott and Dowson

Vol. III P. 393 by Major Stewart.

تزک کی اس عبارت سے جو بہادر شاہ اول کی پیش کردہ ہے یہ یقیناً ثابت ہوتا ہے کہ ضریح (نقل روضہ) تیمور کے لیے بنائی گئی لیکن ہمارے پاس یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ آیا ضریح بنانے کا رواج تیمور کے عہد میں قدیم تھا کہ جدید؟

بیان[1] کیا جاتا ہے کہ تیمور نے جب دمشق فتح کیا تو وہاں سے اُس کو اہلبیت علیہم السلام کے بہت سے تبرکات دستیاب ہوئے تھے چنانچہ اُن میں کچھ خون آلود کپڑے حضرت کے جسم مطہر کے بھی تھے۔ تیمور نے ان سب تبرکات اور نیز ضریح معجزہ کو ایک عماری میں رکھ دیا تھا اور اُس عماری کو اپنے ہمراہ ہمیشہ رکھتا تھا، یہ عماری مع اُن تبرکات کے برابر اس خاندان میں محفوظ رہی۔ ایام محرم میں اس عماری کا گشت اس شان سے ہوتا تھا کہ امراء اور اراکین سلطنت میں جو لوگ

---

[1] فرض عین صفحہ ۳۲ طبع لکھنؤ

نہایت بزرگ و مقدس ہوتے تھے وہ اُس کو اپنے کاندھوں پر اُٹھائے رہتے تھے اور تمام فوج ساتھ رہتی تھی (ممکن ہو کر تعزیے کی وہ شکل جو عماری سے زیادہ مشابہ ہے وہ اسی کی نقل ہو، اس قسم کا تعزیہ میرے خاندان میں بنایا جاتا ہے جس کو میرے خاندان کے بزرگ سادات بناتے ہیں۔ ہو سکتا ہو کہ ایسا تعزیہ کہیں اور بھی بنتا ہو لیکن میرے علم میں نہیں ہو) یہ تبرکات اسی عماری میں محمد شاہ کے عہد تک رہے۔ جب نادر شاہ ہندوستان میں آیا تو اُن میں سے کچھ تبرکات وہ اپنے ہمراہ لے گیا، جو باقی بچ گئے[1] وہ ایک طلائے خالص کی عماری میں رکھے گئے۔

جب شاہ عالم ثانی کا زمانہ آیا اور غلام قادر نے بادشاہ کے ساتھ نمک حرامی کی تو اُس وقت سیندھیا (مرہٹوں) نے بادشاہ کی مدد کی اور فرط عقیدت سے وہ اس عماری کو اپنے ہمراہ لے گیا اور گوالیار میں عزاداری کی بنیاد ڈالی۔

مندرجۂ بالا توضیحات سے تاریخ تعزیہ داری پر کسی حد تک روشنی ڈالی جا چکی ہو، اب تتمۂ کلام میں یہ عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہو کہ "عزادارانِ حسین" عام اس سے کہ وہ کسی مذہب و ملت کے کیوں نہ ہوں وہ مقصد عزا کو پیش نظر رکھتے ہوے میرے اس معروض پر غور فرمائیں۔

ظاہر ہے کہ "حسینؑ" صرف شیعوں اور مسلمانوں ہی کے نہیں ہیں بلکہ حسینؑ تمام عالم انسانیت کے ہیں، حسینؑ کا پیغام عام ہے کسی مخصوص فرقے اور قوم سے اُس کو وابستہ نہیں کیا جا سکتا، اس لیے سوگوارانِ حسینؑ کا یہ فریضہ ہونا چاہیے کہ

---

[1] ریاست عالیہ محمود آباد میں اس وقت تک ایک علم تیمور کے زمانہ کا موجود ہے جو فولاد کا بنا ہوا ہو اور جس پر تیمور کا نام اور سنہ ہجری کندہ ہے۔

"عزائے امام" کے ذریعے "مظلوم کربلا" کے پیغام کو جو عالم انسانیت کے لیے ہے۔
تمام عالم تک پہونچائیں۔ آج درحقیقت "شخصیت پرستی" و "سرمایہ پرستی"
کا خاتمہ نہیں ہو رہا ہے بلکہ "یزیدیت" و "غیر خدا کی حکومت" دنیا سے مٹ
رہی ہے، اور "حسینیت" و "للھیت" دُنیا پر غالب آ رہی ہے۔ زمانے کے
انقلاب نے "سیعلمون الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون" کی تفسیر کو ہماری
نگاہوں کے سامنے پیش کر کے یہ ثابت کر دیا ہو کہ "حسینیت" نے "یزیدیت"
کو پسپا کر کے عظیم الشان فتح حاصل کر لی ہے، اگر آپ کچھ بھی "تفکر و تدبر" سے
کام لیں تو آپ کو اس نتیجے پر پہونچنے میں آسانی ہو گی کہ دُنیا میں ۶۱ھ کے
بعد جو "انقلابات" بھی آئے ہیں وہ سب واقعہ کربلا کے نتائج ہیں بقول
علامہ اقبال ؎

تا قیامت قطع استبداد کرد　　　موج خونِ او چمن ایجاد کرد

موجودہ زمانہ جو "دورِ اضطراب و حرکت" ہو اس میں اسکی ضرورت ہے کہ
"تعزیہ دارانِ حسین"، اپنی ایک جمعیت بنائیں، جس میں ہندو عیسائی پارسی اور مسلمان
تمام مذاہب کے لوگ شامل ہوں اور اسطرح ایک "انسانی برادری" بنا کر "تفرقہ پرداز اور
مفسد" قوموں کو "صلح و آشتی" کی جانب دعوت دیں، محرم کے زمانے میں یہ کام آسانی
کے ساتھ ہو سکتا ہو، ہم موجودہ زمانے کے رُجحانات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی
"مجلسوں اور جلوسوں" میں بھی ایسی ترمیم کر سکتے ہیں جس سے "حسینیت" کی تبلیغ
زیادہ سے زیادہ ہو سکتی ہو۔

قوم "سیزدہ صد سالہ" یادگار حسینی منانے کے لیے تیار ہو گئی ہو "جزاہم اللہ"

یہ یادگار ضرور منائی جائے، لیکن یہ خیال رہے کہ اس یادگار کو اسی وقت بقا و دوام حاصل ہو سکتی ہے جبکہ ہم "حسینؑ" کو صرف اپنا ہی نہ بنائیں، اس کو ہرگز نہ فراموش کرنا چاہیے بلکہ یاد رکھیے کہ "حسینؑ" صرف شیعوں کے نہیں بلکہ تمام عالم کے ہیں۔

"حسینؑ"، تاریخ عالم میں ایک بردست و عظیم المرتبت انسان تھے، وہ بنی نوع انسان کے ہمدرد، محسن عالم، تمام دنیا کو ایک مرکز پر لانے والے، پیکر شجاعت اور مجسمۂ حریت تھے، اس جلیل القدر انسان میں ایسی جاذبیت موجود ہے جو مصنفین و مورخین کو ہر زمانے میں اپنی جانب متوجہ کرتی رہی ہے، اور آئندہ بھی متوجہ کرتی رہے گی[۱]

ہم چاہتے ہیں کہ ۱۳۶۱ھ ہجری اپنے میں "انقلاب" پیدا کریں اور اپنی سیرت و اعمال سے صحیح معنوں میں اپنے کو "حسینی" ثابت کردیں، یقیناً یہ یادگار "یزیدیت" کے ہلاکت کا سبب ہو کر تاریخ عالم میں ایک نئے باب کے آغاز کا سبب ہوگی۔

فاجیبوا یا قومنا!

۱؎ واقعہ کربلا کے بعد سے آج تک بلا تفریق مذہب و ملت ہر صدی میں ایسے مفکرین و مصنفین کا پتہ لگتا ہے جنھوں نے حسینؑ بن علیؑ کی ذات قدسی صفات کو اپنی تصانیف کا موضوع قرار دیا ہے اور ہر قرن کا مصنف اپنی تصنیف میں عہد تصنیف کے حالات و رجحانات سے متاثر بھی نظر آتا ہے، یہ خود ایک عجیب موضوع ہے اگر اس جانب توجہ کی جائے تو بہت سے سربستہ تاریخی راز کھلتے ہیں۔ گزشتہ صدیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اگر صرف عہد حاضر کو دیکھا جائے تو علاوہ ہندوستان کے ایران و عرب و مصر کے علماء نے ذیل کی کتابیں تصنیف کی ہیں (یہ تو صرف میرے علم میں ہیں ممکن ہے کہ اور حضرات کی تصانیف بھی ہوں):—
(۱) "الحسین بن علیؑ" ابو نصر عمر الحنفی بیروتی معاصر (۲) "الحسینؑ" جلال الحنفی المصری معاصر (۳) "ذکری الحسینؑ" شیخ حبیب مہاجر عاملی معاصر (۴) "السیاسۃ الحسینیہ" آل کاشف الغطا معاصر (۵) "نہضۃ الحسینؑ" ہبۃ الدین شہرستانی معاصر (۶) "غادۂ کربلا" جرجی زیدان مسیحی معاصر (کچھ دن ہوئے انتقال کیا) (۷) "لواعج الاشجان" السید محسن عاملی معاصر (۸) "حجۃ السعادۃ فی حجۃ الشہادۃ" اعتماد السلطنۃ (اس میں دکھلایا گیا ہے کہ جب کربلا کا واقعہ ہوا ہے اس وقت دنیا کے دیگر ممالک میں کیا حالت تھی نہایت ہی تحقیق کے ساتھ یہ کتاب لکھی گئی ہے جس میں مستند و معتبر "تواریخ امم" کا حوالہ دیا گیا ہے) (۹) "عظمت حسین بن علیؑ" مجتہد ایرانی ابو عبداللہ زنجانی معاصر ۱۲

حصۂ دوم

اثبات عزاداری

عاشورا محرم کو خوشی منانے کے متعلق تمام روایتیں موضوع ہیں

سوائے یوم غم ہونے کے اس دن کی اور کوئی فضیلت نہیں ہے،

دشمنان اہلبیت نے اس کو یوم سرور بنایا ہے

موجودہ زمانے کے مصر کے زبردست محقق علامہ جلال الحسینی الحنفی اپنی مشہور کتاب "الحسین" جلد دوم کے صفحہ ۱۵۱ پر تحریر فرماتے ہیں (یہ کتاب ۱۳۴۹ھ میں مکتبۃ السلفیہ قاہرہ سے شایع ہوئی ہے)

(الف) قال ابن تيمية في منهاج السنة ج ۲ ص ۲۸۲ وكذلك بدعة السرور والفرح وروى من احدثها انه من وسع على اهله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنته قال احمد بن حنبل هذا الحديث لا اصل له ولم

علامہ ابن تیمیہ منہاج السنۃ جلد دوم ص ۲۸۲ میں فرماتے ہیں، ایسے ہی عاشور محرم کو خوشی اور سرور کرنے کی بدعت ہے اور یہ حدیث کہ "جو شخص عاشور کے دن اپنے اہل و عیال پر فراخی کرے گا اللہ اس پر تمام سال فراخی رکھے گا" اس کے بارے میں امام احمد بن حنبل کا ارشاد ہے کہ اس حدیث کی کوئی

يستحب احد من الائمة الاربعة
لا هذا ولا هذا و بدعة
التوسعة على العيال واتخاذ
اطعمة غير معتادة اصلها
من المتعصبين بالباطل على
الحسين وتلك بدعة اصلها
من المتعصبين بالباطل۔

(ب) اما حديث التوسعة و
لفظه من وسع على عياله يوم
عاشوراء وسع الله عليه فی
سنته كلها. فانه تفرد به
الهيثم بن شداخ ضعيف
باتفاق وقال ابن رجب
لا يصح اسناده واورده ابن
الجوزی فی الموضوع و
بعضهم حسنه اما غير
ذلك مما اشتهر فعله
فی یوم عاشوراء كالاكتحال
والتزين باللباس وغيره

اصل نہیں ہے (یعنی جعلی ہے) اور چاروں اماموں
میں سے (یعنی ابوحنیفہ، شافعی، مالک، احمد
بن حنبل) کسی ایک نے بھی ایسی ویسی باتوں
میں سے کوئی امر کرنا مستحب و باعث ثواب
نہیں سمجھا ہے، غرضکہ اپنے عیال پر فراخی کرنا اور روزمرہ
کے خلاف مخصوص اُس دن لذیذ و عمدہ کھانے پکوانا یہ باتیں
انلوگوں کی ایجاد ہیں جو امام حسینؑ کے مخالف ہیں اور باطل
کی پچداری کرتے ہیں یعنی جو دشمنان حسینؑ ہیں۔

لیکن یہ حدیث توسع جس کے الفاظ یہ ہیں "جو
روز عاشور محرم اپنے عیال پر فراخی کرے گا خدا
اُس پر تمام سال فراخی کرے گا۔ یہ حدیث
صرف ہیثم بن شداخ سے مروی ہے جو تمام
لوگوں کے نزدیک باتفاق ضعیف ہیں۔
ابن رجب کہتے ہیں کہ اس روایت کی اسناد
صحیح نہیں ہے اور اس حدیث کو علامہ ابن
جوزی نے موضوعات میں شمار کیا ہے بعض
نے حسن بھی کہا ہے، رہ گئے اس کے علاوہ اور
افعال بھی جنکا کرنا سنت و ثواب کا سبب قرار
دیا گیا ہے، مثلاً عاشور کے دن سرمہ لگانا۔

وزيارة العلماء والاخوان
ونحو ذلك من الامور
الحسنة فلم يصح منها
شيء بل هي من وضع
قتلة الحسين اتخذوه
عيداً

عمدہ کپڑے پہننا، عالموں اور برادری والوں
کی ملاقات کے لئے (مثل عید کے دن) جانا
یا مثل اس کے اور امورِ حسنہ تو ان سب امور کے
بارے میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے بلکہ وہ
قاتلانِ حسین کی ایجاد کی ہوئی باتیں ہیں جنھوں نے
عاشورِ محرم (جو یوم غم ہے) کو عید کا دن قرار دیا ہے

پھر ص۱۶۲ پر یوں تحریر فرماتے ہیں۔

(ج) وقال الغزالی فی
مکاشفة القلوب ص۲۰۳
روی البیهقی فی شعب
الایمان من وسع علی
عیاله واهله یوم عاشوراء
وسع الله علیه فی سائر
سنة وفی روایة منکرة الطبرانی
الصدقة فیه بدرهم بسبعمائة
الف درهم اما حدیث من اکتحل
یومه لم یرمد ذلك العام ومن
اغتسل فیه لم یمرض فموضوع
وقد صرح الحاکم بان الاکتحال

امام غزالی مکاشفۃ القلوب کے ص۲۰۳ پر تحریر فرماتے
ہیں کہ حدیث توسع کو بیہقی نے شعب الایمان میں
روایت کیا ہے اور اس حدیث کو کہ "ایک درہم
عاشور کو خیرات میں دینا برابر ہے چھ سو درہم
صدقہ کرنے کے"۔ طبرانی نے نقل کیا، جو قابلِ
اعتراض ہے اور یہ حدیثیں کہ جو شخص عاشور کو
سرمہ لگائے سال بھر تک اس کی آنکھ آشوب
کرے گی یا جو شخص اُس دن غسل کرے بیمار نہ ہوگا
یہ سب موضوع ہیں۔ امام حاکم نے تو اس کی
تشریح کی ہے کہ عاشور کے دن سرمہ لگانا بدعت ہے
اور علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ سرمہ لگانے اور
عمدہ کھانے پکانے اور تیل اور عطر لگانے والی حدیثیں

یومہ بدعۃ و قال ابن القیم
حدیث الاکحال وطبخ الحبوب و
الادھان والتطیب یوم عاشوراء
من وضع الکذابین ۔

جو خاص کر عاشور محرم کے دن کے
کے لئے روایت کی جاتی ہیں، سب جھوٹوں
کی گڑھی ہوئی ہیں ۔

صفحہ ۵۵ پر ہے

وذکر المقریزی فی الخطط ص۳۹۰
ج ا ط بولاق قال یوم عاشوراء کان
الخلفاء الفاطمیون یتخذونہ یوم
حزن تعطل فیہ الاسواق ویعمل
فیہ السماط العظیم المسمی بماط الحزن
فلما ذالت الدولۃ اتخذ الملوک بنی
ایوب یوم عاشوراء یوم سرور یوسعون
فیہ علی عیالھم ویبسطون فی المطاعم
ویصنعون الحلاوات ویتخذون
الاوانی الجدیدۃ ویکتحلون ویدخلون
الحمام جریا علی عادۃ اھل الشام التی
سنھالھم الحجاج فی ایام عبدالملک
ابن مروان لیرغموا انف شیعۃ علی
ابن ابیطالب کرم اللہ وجھہ الذین

علامہ مقریزی خطط جلد ا ص۳۹۰ طبع بولاق مصر میں تحریر فرماتے
ہیں مصر کے خلفاء فاطمیین عاشور محرم کو غم مناتے تھے اُس
دن بازار بند کر دیے جاتے تھے اور صف ماتم بچھائی جاتی
تھی، لیکن جب خلفاء بنی فاطمہ کا زوال ہوا تو سلاطین
بنی ایوب نے عاشور محرم کو خوشی کا دن قرار دیا، اہل و
عیال پر فراخی کی جاتی تھی۔ لذیذ اور عمدہ کھانے اور
حلوے بنتے تھے، دسترخوان بچھایا جاتا تھا جس پر قسم قسم
کے کھانے پینے کی چیزیں ہوتی تھیں۔ برتن خریدے
جاتے تھے (یعنی میلہ اور بازار لگتا تھا جسمیں خرید و فروخت
ہوتی تھی) سرمہ لگاتے تھے حمام میں جاتے تھے۔ یہ سب
باتیں مثل شامیوں کے کی جاتی تھیں جنھیں
عبدالملک بن مروان کے زمانے میں حجاج
بن یوسف نے صرف اس لئے جاری کی تھیں
تاکہ دسویں محرم کو خوشی کر کے حضرت علی کے

يتخذون يوم عاشوراء يوم	شیعوں کو تکلیف پہونچائیں۔ کیونکہ شیعیان علی اُس دن
عزاء وحزن على الحسين بن علي	غم وحزن کا اظہار کرتے تھے، ان ہی شامیوں کی پیروی
لانه قتل فيه وقد ادركنا بقايا	بنی ایوب نے بھی کی اور میں نے خود (مقریزی) اپنے
ما عمله بنو ايوب من اتخاذ يوم عاشوراء	زمانہ میں بنی ایوب کو عاشور کو عید جیسی خوشی کرتے دیکھا ہے
يوم سرور وتبسط واری ان عادة	میرے خیال میں عید منانے کی رسم بنی ایوب میں اسی زمانہ
بنی ايوب فی التوسع والسرور	سے تھی جبکہ یہ لوگ شام میں تھے تو دیگر شامیوں کی طرح یہ
يوم عاشوراء انما هی عادتهم منذ	برابر خوشی کرتے تھے، مصر میں آنکے بعد بھی یہی عادت جاری
كانوا بالشام كسائر اهلها فاستمروا	رکھی چنانچہ جب سلطان صلاح الدین یوسف ابن ایوب
عليها بمصر ولما زالت دولة	کے ہاتھوں بنی فاطمہ کی سلطنت کو زوال ہوا تو
الفاطميين علی يد صلاح الدين	یہ لوگ مثل ملک شام کے مصر میں عید عاشور منانے لگے
يوسف بن ايوب بقيت عادة بنی ايوب	اور ان لوگوں کا یہ فعل فاطمیین کی رسوم
وبنتها لكونها مناقضة لعادة الفاطميين	عزاداری کے بالکل خلاف تھا۔

(۲)

علامہ شیخ شہاب الدین بن حجر الہیتمی المکی جو اپنے زمانے کے "شیخ الفقہاء والمحدثین" ہونے کے علاوہ مکہ معظمہ کے مفتی تھے، صواعق محرقہ ص۱۰۹ و ص۱۱۰ پر تحریر فرماتے ہیں (مطبوعہ میمنیہ مصر ۱۳۲۴ھ)

واياه ثم اياه ان يشغله ـ ببدع	اور اپنے کو بچائے پھر بچائے۔ ایسا نہ ہو کہ ناصبیوں
الناصبة المتعصبين على اهل البيت	کے بدعات جو اہلبیت رسول کے خلاف تعصب
والجهال المتقابلين للفاسد	رکھتے ہیں کرنے لگے یا جاہلوں کے بدعات جو فاسد

بالفاسد والبدعة بالبدعة والشر
بالشر من اظهار غاية الفرح والسرور
واتخاذه عيدا واظهار الزينة
فيه كالخضاب والاكتحال ولبس
جديد الثياب وتوسيع النفقات
وطبخ الاطعمة والحبوب الخارجة
عن العادات واعتقادهم ان
ذلك من السنة والمعتاد والسنة
ترك ذلك كله فانه لم يرو في
ذلك شيء يعتمد عليه ولا اثر
يرجع اليه وقد سئل بعض الائمة
الحديث والفقه عن الكحل و
الغسل والحنا وطبخ الحبوب و
لبس الجديد واظهار السرور يوم
عاشوراء فقال لم يرو فيه حديث
صحيح عنه صلى الله عليه وسلم
ولا عن احد من اصحابه ولا
استحبه احد من ائمة المسلمين
من الاربعة ولا من غيرهم

کو فاسد سے بدعت کو بدعت سے اور
بدی کو بدی سے بڑاتے ہیں یعنی غایت درجہ
کی فرح اور سرور کو ظاہر کرنا۔ اور عاشور
کے دن عید منانا اور آرایش و زینت
کرنا۔ جیسے خضاب کرنا، سرمہ لگانا اور
نئی پوشاک پہننا اور خرچ میں فراخی کرنا
اور کھانے وانے معمول سے زیادہ پکانا اور
انکا یہ سمجھنا کہ یہ امور مسنون و معتاد ہیں
یعنی سنت ہیں غلط ہے، بلکہ تمام امور کا
ترک سنت ہے کیونکہ اُس بارے میں قابل
اعتبار کوئی روایت نہیں ہے اور نہ کوئی ایسی حدیث
ہے جس کی طرف رجوع کی جائے، حدیث اور
فقہ کے بعض اماموں سے سوال کیا گیا کہ سرمہ لگانے
اور مہندی لگانے اور کھانا پکانے اور کپڑے بدلنے
اور خوشی ظاہر کرنیکا عاشور کے دن میں کیا حکم ہے
انھوں نے جواب دیا اس بارے میں رسول اللہ
صلعم سے کوئی حدیث صحیح مروی نہیں ہے اور
نہ ان کے کسی صحابی اور نہ مسلمانوں کے چاروں
اماموں یعنی ابو حنیفہ۔ مالک شافعی، احمد بن حنبل

ولم يروا في الكتاب لمعتمدة في ذلك
صحيحا ولا ضعيف وما قيل ان
من اكتحل يوم عاشوراء لم
يرمد ذلك العام ومن
اغتسل لم يمرض كذلك ومن
وسع على عياله فيه وسع الله
عليه سائر سنة وامثال ذلك
مثل فضل الصلوة فيه وانه
كان فيه توبة ادم واستواء
السفينة على الجودي والنجاء
ابراهيم من النار وفداء الذبيح
بالكبش ورد يوسف على يعقوب
عليه السلام فكل ذلك موضوع
الاحديث التوسعة على العيال لكن
في سنده من تكلم فيه فصار
هولاء لجهلهم يتخذ ونه موسما
وقد صرح الحاكم بان اكتحال
يومه بدعة مع روايته خبر
ان من اكتحل بالاثمد يوم

میں سے کسی نے اس کو مستحب سمجھا اور نہ کسی
اور نے، اور نہ معتبر و معتمد کتابوں میں اس
بارے میں کوئی روایت صحیح ہے نہ ضعیف اور
جو کہتے ہیں کہ جس نے عاشوراء کے دن سرمہ لگایا
تو اس سال میں آنکھیں نہ دکھیں گی اور جو کوئی
نہایا سال بھر بیمار نہ ہوگا اور جس نے اپنے
عیال پر فراخی کی تو اللہ تمام سال اس پر فراخی
رکھے گا اور اس قسم کی اور دوسری روایتیں
جیسے اس کی نماز کی فضیلت اور یہ کہ آدم کی
توبہ قبول ہوئی اور نوح کی کشتی جودی پر جا ٹھہری
اور ابراہیم کو آگ سے نجات ملی اور مینڈھا
اسمعیل کا فدیہ ہوا اور یوسف یعقوب کے پاس
آئے، یہ سب حدیثیں موضوع (گڑھی ہوئی)
ہیں بجز توسعہ علی العیال کے لیکن اس کے سند
میں ایسا شخص ہے جس کے حق میں کلام ہے اسلئے
یہ حدیث بھی قابل اعتبار نہیں) سوائے اس کے
کہ اس گروہ (یعنی وہ لوگ جو دسویں محرم کو بجائے
غم والم کے خوشی ظاہر کرتے ہیں) نے اپنی جہالت
سے اس کو (عشرہ محرم) کو خوشی کا موسم بنالیا ہے

عاشوراء لم ترمد عینہ ابدًا لکنہ قال انہ منکر ومن ثم اوردہ ابن الجوزی فی الموضوعات من طریق الحاکم قال بعض الحفاظ من غیر ذلک الطریق ونقل المجد اللغوی عن الحاکم ان سائر الاحادیث فی فضلہ غیر الصوم کفضل الصلوۃ والانفاق والخضاب والادھان والاکتحال وطبخ الحبوب وغیر ذلک کلہ موضوع ومفتریٰ وبذلک صرح ابن القیم ایضًا فقال حدیث الاکتحال والادھان والتطیب یوم عاشوراء من وضع الکذابین۔

اور امام حاکم نے تو صاف بیان کیا ہے کہ عاشور کو سرمہ لگانا بدعت ہے۔ باوجودیکہ انھوں نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ "جس نے روز عاشورا سرمۂ اثمد لگایا تو اسکی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی"۔ لیکن اس کے بارے میں کہہ دیا ہے کہ یہ حدیث منکر (خراب ہے اور اعتبار کرنے کے قابل نہیں) ہے۔ اسی بنا پر علامہ ابن جوزی اس حدیث کو حاکم کے طریق سے موضوعات (گڑھی ہوئی حدیثوں) میں لائے ہیں اور بعض حفاظ حدیث نے اور طریق سے بھی کہا ہے اور مجد الدین لغوی صاحب قاموس، امام حاکم سے نقل کرتے ہیں کہ روزہ کے سوا عاشور کی فضیلت کی ساری حدیثیں جیسے نماز کی اور خرچ کی اور خضاب کی اور تیل لگانے کی اور سرمہ لگانے کی اور کھانا پکانے کی اور اس کے سوا تمام حدیثیں موضوع اور گڑھی ہوئی ہیں اور علامہ ابن قیم نے صراحت کے ساتھ کہا ہے کہ سرمہ لگانے کی حدیث اور تیل اور خوشبو لگانے کی عاشورا کو جھوٹے لوگوں نے گڑھی ہے۔

(۳۲)

علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی "ماثبت من السنۃ" کے صفحہ ۱۹ پر تحریر فرماتے ہیں (مطبوعہ قیومی پریس کانپور ۱۹۲۳ء)

(الف) وفی المقاصد الحسنة
للشیخ محمد السخاوی حدیث من
اکتحل بالاثمد یوم عاشوراء
لم ترمد عینه ابدا رواه الحاکم
والبیهقی فی الثالث والعشرین
فی الشعب والدیلمی من حدیث جبیر
عن ضحاک عن ابن عباس مرفوعاً
وقال الحاکم انه منکر بل موضوع
اورده ابن الجوزی فی الموضوعات
من هذا الوجه ومن حدیث
ابی هریرة بسند لین فیه احمد بن
منصور الشونیزی فکان انه
ادخل علیه وحدیث من وسع
علی عیاله فی یوم عاشوراء وسع
الله علیه السنة کلها رواه الطبرانی
والبیهقی فی شعب الایمان و
فضائل الاوقات عن ابی سعید
والثانی فقط فی الشعب عن جابر
وابی هریرة وقال ان اسانیده کلها ضعیفة

اور علامہ شیخ محمد سخاوی نے مقاصد حسنہ میں
لکھا ہے کہ یہ حدیث کہ "جسنے عاشورا کے دن اثمد کا سُر
لگایا تو اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی" اسکو
امام حاکم اور بیہقی نے شعب الایمان کے تیئسویں
باب میں روایت کی ہے اور دیلمی نے جبیر کی
حدیث سے، انھوں نے ضحاک سے انھوں نے
ابن عباس سے مرفوعاً روایت کی ہے اور امام
حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث منکر بلکہ موضوع
(من گڑھت) ہے۔ ابن جوزی نے اسی وجہ
سے اس کو موضوعات میں لکھا ہے اور ابوہریرہ
کی حدیث سے بسند ضعیف کہ جسمیں احمد بن منصور شونیزی
ہے اور جو قابل اعتراض ہے۔ یہ حدیث کہ جس نے
اپنے عیال پر عاشور کے دن فراخی کی اللہ اس پر تمام
سال فراخی رکھے گا۔ اس کو طبرانی اور بیہقی نے شعب الایمان
اور فضائل الاوقات میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ
ابوسعید نے ابن مسعود سے اور دونوں پہلے بزرگوں نے
ابوسعید سے اور صرف دوسرے بزرگ نے شعب الایمان
میں جابر اور ابوہریرہ سے روایت کی ہے اور کہا ہے
کہ اس حدیث کی سب سندیں ضعیف ہیں۔

اور اسی کتاب کے صفحات ۲۰ و ۲۱ و ۲۲ و ۲۳ پر ہے۔

(ب) وفی تنزیۃ الشریعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ للشیخ الامام الحافظ العلامۃ عالم المدینۃ النبویۃ فی زمانہ الشیخ علی بن محمد بن العراقی حدیث من صام تسعۃ ایام من اول المحرم بنی اللہ لہ قبۃ فی الھواء میلا فی میل لھا اربعۃ ابواب رواہ ابونعیم عن انس وفیہ موسی الطویل وھو آفتہ وحدیث من صام یوم عاشوراء کتب اللہ لہ عبادۃ ستین سنۃ بصیامھا وقیامھا ومن صام یوم عاشوراء اعطی ثواب عشرۃ الاف ملک ومن صام یوم عاشوراء اعطی ثواب الف حاج ومعتمر ومن صام یوم عاشوراء اعطی ثواب عشرۃ الاف شھید ومن صام یوم عاشوراء کتب اللہ

اور شیخ علی بن محمد بن العراقی جو اپنے زمانہ کے مدینہ شریف میں امام حافظِ حدیث و علامہ تھے اپنی کتاب تنزیہ الشریعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ میں لکھتے ہیں، یہ حدیث کہ جس نے اوائل محرم میں نو دن روزے رکھے تو اس کے واسطے اللہ ہوا میں ایک قبہ مساحت میں میل در میل بنا دیگا اس کے چار دروازے ہونگے۔ اس کو حافظ ابونعیم نے انس سے روایت کی ہے اور اس کے راویوں میں موسیٰ طویل ہے اور یہ اس حدیث کے لئے ایک بلائے بے درماں ہے اور یہ حدیث کہ جس نے عاشور کے دن روزہ رکھا تو اس کے واسطے اللہ سات برس کی عبادت صوم وصلوٰۃ کے ساتھ لکھے گا اور جس نے یوم عاشورا روزہ رکھا تو اس کو دس ہزار فرشتوں کا ثواب ملے گا اور جس نے عاشوراء کے دن روزہ رکھا تو اس کو ہزار حاجیوں کا اور عمرہ بجانے والوں کا ثواب ملے گا اور جس نے عاشوراء کے دن روزہ رکھا اس کو دس ہزار شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ اور جس نے عاشورا

له اجر سبع سموات ومن
اشبعه جائعًا وفي يوم عاشوراء
فكانما اطعم جميع فقراء
امة محمد واشبع بطونهم
ومن مسح على رأس يتيم رفعت
له بكلّ شعرة على راسه
درجة في الجنّة خلق الله السّموات
يوم عاشوراء والارض كمثله و
خلق القلم يوم عاشوراء واللّوح
كمثله وخلق جبرئيل يوم عاشوراء
والملئكة يوم عاشوراء وخلق آدم يوم
عاشوراء وولد ابراهيم يوم عاشوراء
ونجاه الله من النار يوم عاشورا
وفدى اسمٰعيل يوم عاشوراء
وغرق فرعون يوم عاشوراء
ورفع ادريس يوم عاشوراء
وتاب الله على آدم يوم عاشوراء
وغفر ذنب داؤد يوم عاشوراء
واستوى الرب على العرش يوم

کے دن روزہ رکھا اس کے واسطے اللہ ساتوں
آسمانوں کا ثواب لکھ دیگا۔ اور جس نے عاشورا
کے دن بھوکے کا پیٹ بھر دیا تو گویا اس نے
امت محمدی کے تمام فقرا کو کھانا کھلایا اور سیر کر دیا
اور جس نے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کے ہر
بال کے بدلے جو اس کے سر پر ہیں جنت میں بلند
درجہ ملے گا، اللہ نے عاشورا کے دن آسمان
پیدا کئے اور ویسے ہی زمین پیدا کی اور عاشورا کے
دن قلم پیدا کیا اور ویسے ہی لوح کو اور عاشورے کے
دن جبرئل کو پیدا کیا اور عاشور کے دن فرشتوں
کو پیدا کیا اور عاشور کے دن آدم کو پیدا کیا اور
ابراہیم عاشور کے دن پیدا ہوئے اور اللہ نے عاشور
کے دن ان کو آگ سے بچایا اور عاشورے کے دن
اسمٰعیل کا فدیہ آیا اور عاشورے کے دن فرعون
کو ڈبویا اور عاشور کے دن ادریس کو اٹھایا اور
عاشور کے دن آدم کی توبہ قبول ہوئی اور عاشور
کے دن داؤد کا گناہ معاف ہوا اور عاشور
کے دن رب عرش پر مستوی ہوا اور عاشور
کے دن قیامت ہوگی۔

عاشوراء وتقوم القيامة يوم
عاشوراء موضوع ذكره ابن
الجوزی وفیه حبیب بن
حبیب وهو آفة وحدیث
ان الله فرض علی بنی اسرائیل
صوم یوم فی السنة وهو یوم
عاشوراء وهو الیوم العاشر
من المحرم فصوموا ووسعوا
علی اهلیکم فیه فان من وسع
علی اهله من ماله یوم عاشوراء
وسع الله علیه سائر سنته فصوموه
فانه الیوم الذی تاب الله فیه
علی آدم وهو الیوم الذی رفع
الله فیه ادریس مکانا علیا و
هو الیوم الذی نجی الله فیه ابراهیم
من النار وهو الیوم الذی انزل
الله فیه التوراة علی موسی وفیه
فدی الله اسمعیل من الذبح و
هو الیوم الذی اخرج الله یوسف

یہ سب روایتیں موضوع (گڑھی ہوئی جھوٹی
اور افترا پردازوں کی) ہیں اس کو علامہ ابن
جوزی نے بروایت ابن عباس ذکر کیا ہے اور اسمیں
(سلسلہ روایت میں) حبیب بن حبیب داخل ہے اور یہ
حدیث کی بڑی مصیبت ہے اور یہ حدیث
کہ اللہ نے بنی اسرائیل پر تمام سال میں ایک
دن کا روزہ فرض کیا ہے اور وہ عاشورہ کا
دن ہے جو محرم کی دسویں تاریخ ہے
پس تم اس دن روزہ رکھا کرو کیونکہ
وہ ایسا دن ہے کہ اللہ نے اس روز
ادریس کو بلند مرتبہ دیا اور وہ ایسا
دن ہے کہ اس روز اللہ نے توریت
موسیٰ پر نازل کی اور اسی دن اللہ
نے اسمٰعیل کو فدیہ دیکر ذبح سے بچا لیا
اور وہ ایسا دن ہے کہ اللہ نے یوسف
کو زندان سے چھڑایا اور وہ ایسا
دن ہے کہ اللہ نے یعقوب کی آنکھیں پھیر دیں
اور ایوب کو بلا سے نجات دی اور وہ ایسا
دن ہے کہ اس دن اللہ نے یونس

من السجن وھو الیوم الذی رد
اللہ علی یعقوب بصرہ وھو الیوم
الذی کشف اللہ فیہ عن ایوب
البلاء وھو الیوم الذی اخرج اللہ
فیہ یونس من بطن الحوت وھو الیوم
الذی فلق اللہ فیہ البحر لبنی اسرائیل
وھو الیوم الذی غفر اللہ فیہ لمحمد
ذنبہ ما تقدم وما تاخر وفی ھذا
الیوم عبر الموسی البحر وفی ھذا
الیوم انزل اللہ التوبۃ علی قوم یونس
فمن صام ھذا الیوم کان کفارۃ
سنۃ واول یوم خلق اللہ من الدنیا
یوم عاشوراء واول یوم نزل المطر
من السماء یوم عاشوراء فمن صام
یوم عاشوراء فکانما صام الدھر و
ھو صوم الانبیاء ومن احیی لیلۃ
عاشوراء فکانما عبد اللہ مثل عبادۃ
اھل السموات السبع ومن صلی
اربع رکعات یقرء فی کل رکعۃ

کو مچھلی کے پیٹ سے نکالا اور وہ ایسا
دن ہے کہ اللہ نے اس دن بنی اسرائیل
کے واسطے دریا پھاڑ دیا اور وہ ایسا دن ہے
کہ اس دن اللہ نے محمد صلعم کے اگلے اور
پچھلے گناہ بخش دیے اور اس روز موسیٰ
دریا سے اُتر گئے اور اسی دن اللہ نے
یونس کی قوم کی توبہ قبول کی پس اس روز
جس نے روزہ رکھا تو چالیس برس کا کفارہ
ہو گیا اور پہلا دن جو اللہ نے دنیا میں پیدا
کیا روز عاشورا ہے اور پہلا دن کہ آسمان سے
مینھ برسا روز عاشورا ہے پس جس نے عاشور
کے دن روزہ رکھا تو گویا وہ عمر بھر روزہ ہی
رکھتا ہے اور یہ نبیوں کا روزہ ہے اور جو
شب عاشور کو جاگتا رہا تو گویا اُس نے ساتوں
آسمانوں کے رہنے والوں کے برابر عبادت
کی اور جس نے ایسی چار رکعات ادا کیں
کہ ہر ایک میں سورۂ فاتحہ ایک بار اور
قل ہو اللہ پچاس بار پڑھے تو اللہ اس
کے پچاس برس گزشتہ اور پچاس برس

الحمد مرة وخمسين مرة قل هو
الله احد غفر الله له ذنوب خمسين
عاما ماضية وخمسين عاما مستقبلة
وبنى الله له فى الملأ الاعلى الف
منبر من نور ومن سقى شربة ماء
فكانما لم يعص الله طرفة عين ومن
اشبع اهل بيت مساكين يوم عاشوراء
مر على الصراط كالبرق الخاطف
ومن تصدق بصدقة فكانما لم يرد
سائلا قط ومن اغتسل يوم عاشورا
لم يمرض الامرض الموت ومن اكتحل
يوم عاشورا ولم ترمد عيناه السنة
كلها ومن امر يده على راس اليتيم
فكانما بر يتامى ولد ادم كلهم ومن
عاد مريضا يوم عاشوراء فكانما عاد
مرضى ولد ادم كلهم ذكره ابن الجوزى فى
الموضوعات وقال رجاله ثقات فالظاهر
ان بعض المتاخرين وضعه وركبه
على هذا الاسناد انتهى ۔

آیندہ کے گناہ بخش دے گا اور اس کے لئے
ملاء اعلےٰ میں نور کا منبر دیگا
اور جس نے ایک گھونٹ پانی پلا دیا تو گویا لمحہ بھر
اللہ کی نافرمانی نہیں کی اور جس نے عاشور کے
روز مساکین کا پیٹ بھر دیا تو پل صراط پر سے مثل
چمکتی ہوئی بجلی کے گزر جائیگا اور جس نے کوئی
چیز خیرات کی تو گویا اس نے کسی سائل کو محروم
نہیں پھیرا اور جس نے روز عاشورا میں غسل کیا وہ
سوا مرض موت کے کبھی بیمار نہوگا اور جسنے عاشور کے دن
سرمہ لگایا تو تمام سال اسکی آنکھیں دکھیں گی اور جسنے
یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو گویا بنی آدم کے تمام یتیموں کے
ساتھ نیکی کی اور جس نے عاشور کو کسی بیمار کی عیادت
کی تو گویا تمام بیماروں کی عیادت کی۔ ان سب (روایتوں)
کو علامہ ابن جوزی نے موضوعات (گڑھی ہوئی روایتوں
اور حدیثوں کے سلسلہ) میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے
کہ اس کے سلسلہ روایت میں ثقات کے نام ہیں
جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض متاخرین نے (جو
غالبا دشمن اہلبیت رسول تھے) گڑھ کے ان راویوں کے
سر منڈھ دی ہے ۔

(۴) ملک العلماء قاضی القضاۃ شہاب الدین دولت آبادی اپنی کتاب "ہدایۃ السعداء" میں تحریر فرماتے ہیں:-

الجلوۃ السابعہ... ... ... ودر جامع وقت عصر
عمر ملعون پسر سعد ابی وقاص بر شہرگ مبارک
امام حسین ایں تیر زد و از مرکب انداخت
یزیدیہ عصر گزاردند و یکدیگر مصافحہ کردند
و بعد از مغرب سر مبارک بریدند و یکدیگر
مبارکبادی کردند و چوں بانگ نماز مغرب
گفتند ہمہ فرزندان حسین در ذیل ایستادہ
بودند و یزیدیہ نشستہ بودند لہذا در شنیدن
بانگ نماز مغرب ایستادن اولی است و
در مغرب اول رکعت سہ آیہ سورہ فتح و
در دوم اذا جاء خواندند و مغرب را
یزیدیہ ان روز تاخیر کردند تا آں کہ
ستارگاں ظاہر شدند و با خون مبارک
سرمہ کردند و ایں ہنوز در شامیان
شوم از شعار ایشاں شدہ است و ما را
ایں ہمہ مکروہ است۔
فی التشریح یستحب تعجیل المغرب

جلوہ ششم...... عصر کے وقت عمر و بن سعد نے
امام حسینؓ کی شہرگ پر تیر مار کر گھوڑے سے
گرا دیا اسکے بعد یزیدیوں نے نماز عصر پڑھی اور
خوشی میں ایک دوسرے سے مصافحہ کیا اور مغرب کے
بعد سر مبارک کو جدا کر کے قتل حسین کی ایکدوسرے کو
مبارکباد دی جب مغرب کی اذان دیرہے تھے تو اسوقت
تمام اولاد حسین نیچے کھڑے ہوئے تھے اور یزیدی بیٹھے ہوئے
تھے اسلئے مغرب کی اذان کے وقت کھڑا رہنا بہتر ہے اور
یزیدیوں نے اپنی ظاہری فتح پر مغرب کی پہلی رکعت میں سورۂ فتح اور
دوسری میں اذا جاء نصر اللہ کے سورہ کو پڑھا اور اس دن یزیدیوں نے
مغرب کی نماز کو اتنی دیر میں پڑھی کہ ستارے نکل آئے تھے
اور ان ملعونوں نے امام مظلوم کے خون مبارک سے آنکھوں میں
سرمہ لگایا اور یہ چیز ابتک شامیوں کے شعار میں داخل ہوگئی
ہے لیکن ہملوگوں کیلئے یہ سب باتیں ایسی ہیں جن
سے بچنا چاہیے۔
تشریح میں ہے کہ مغرب کی نماز کو جلد

لان تاخيرها مكروه لان تشبيهة
باليزيدية لانهم يصلون المغرب
بتاخيرها وايضًا فى التشريح فى
باب الحادى والثمانين فى المصافحه
قال الشيخ الامام ابو القاسم و
يكره المصافحة بعد العصر والمغرب
وكذلك الاكتحال فى يوم عاشوراء
كان ذلك صار مذهب اليزيدية
وسنتهم ولانه يودى الى الا
تهام بهم وفى دستور الحقائق
اختلفوا فى الاكتحال يوم عاشوراء
قال بعضهم انه مكروه و به
افتى اكثر مشائخنا قال الشيخ
احمد ابو القاسم لان الحسين بن
على لما قتل اكتحل يوم عاشوراء
قاتله شمر اللعين بدمه للفرح
فاكتحل كل الجيش ثم اذا اتوا
براسه الى عبيد الله بن زياد
اكتحل ابن زياد الملعون مع

پڑھنا چاہیئے تاخیر کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ
تاخیر کرنے میں یزیدیوں کی مشابہت ہوتی ہو کیونکہ
انھوں نے روز قتل مغرب کی نماز دیر میں پڑھی
تھی اور اسی کتاب کے اکاسویں [٨١] باب میں جو
مصافحہ کے بارے میں ہے، لکھا ہے کہ شیخ جلیل امام
ابوالقاسم کا قول ہے کہ مغرب وعصر کے درمیان
میں مصافحہ کرنا مکروہ ہے اسیطرح دسویں محرم کو سرمہ
لگانا بھی مکروہ ہے اسلئے کہ یہ یزیدیونکی سنت اور
مذہب ہے اور اس لئے بھی ممانعت ہو کہ اس پر عمل کرنیکی
وجہ ہے (یزیدی) ہونے کا اتہام لگ سکتا ہے۔
دستور الحقائق میں ہے کہ دسویں محرم کے دن سرمہ
لگانے کے بارے میں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک
مکروہ ہے اور اکثر ہمارے مشائخ نے یہی فتویٰ دیا
ہے۔ شیخ احمد ابوالقاسم فرماتے ہیں کہ سرمہ لگانے
کی ممانعت اس لئے ہو کہ جب امام حسین شہید ہوگئے تو
حضرت کے قاتل شمر ملعون نے مارے خوشی کے حضرت کے
خون سے سرمہ لگایا اس کے بعد سر مبارک
کو لیکر عبد اللہ بن زیاد کے پاس آئے تو اس نے
بھی حضرت کے خون سے سرمہ لگایا۔ یا اثمد

دمه اوبالاثمد ليقر
عينه وينظر الى الحسين
القتيل ثم اذا اتوابراسه
الى يزيد بن معاوية اكتحل
بدمه المغسول للفرح ثم
الاكتحال فى يوم عاشوراء
صار شعاراً فيهم وصار
مذهبهم والاشتباه بشعارهم
مكروه فى المذاهب كلها وقال
بعضهم انه بدعة ابتدعه
اليزيدية وقال بعضهم انه
مندوب لان النبىّ فعل ذلك
وقيل من قال ان النبى فعل
ذلك فهو غير صحيح وفى
الصراط المستقيم الاكتحال
يوم عاشوراء بدعة ابتدعه
قوم يزيد بن معاويه فى يوم
قتل الحسين وفى القنيه و
فتاوى المطلوب يكره الكحل

کا سرمہ لگایا تاکہ آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور حسین
مظلوم کو انھیں منحوس نگاہوں سے دیکھے
اس کے بعد جب یزید کے پاس دربار میں سر
پیش کیا گیا تو اس ملعون نے اثمد کا سرمہ
لگایا۔ بلکہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت کے
سرمبارک کو غسل دیا گیا اور خون ملے ہوئے
آب مغسول سے اُس شقی نے سرمہ لگایا۔ اس
کے بعد عاشور کے دن سرمہ لگانا یزیدیوں کا
طریقہ اور مذہب ہوگیا اور یزیدیوں کے طریقہ
کے ساتھ اشتباہ تمام مذاہبوں میں مکروہ ہے
بعض کہتے ہیں کہ عاشور کے دن سرمہ لگانا ایسی
بدعت ہے جسکو یزیدیوں نے ایجاد کیا۔ بعض
کہتے ہیں کہ سنت ہے اس لئے کہ پیغمبر نے لگایا
تھا لیکن یہ صحیح نہیں غلط ہے۔ صراط مستقیم
میں بھی ہے کہ عاشورے کے دن سرمہ لگانا یزیدیوں
کی ایجاد اور بدعت ہے جنھوں نے خون حسین
سے سرمہ لگایا تھا اور دوسری کتابوں میں
بھی یہی ہے کہ صحیح فتویٰ یہی ہے کہ عاشورے کے دن
سرمہ لگانا مکروہ ہے اسلئے کہ یزیدنے خون حسین سے

یوم عاشوراء کان یزید
بن معاویہ اکتحل بدم الحسین
وقیل بالاثمد لیقر عینہ بقتلہ
وقیل الاکتحال یوم عاشوراء
سنۃ ولما صار علامۃ المبغضی
اھل البیت وجب ترکہ فی
روضۃ العلماء الاکتحال فی
یوم عاشوراء لایجوز واحتجوا
وقالوا لان الحسین قتل یوم
عاشوراء واکتحل یزید بن
معاویۃ بدمہ وقال بعضھم
بالاثمد لیقر عینہ وینظر الی
الحسین القتیل فکر ھوا بھذا
ونیز خدمت سید السادات سید
جلال الحق والدین البخاری و سادات
دیگر کہ علماء کبار و ابرار بودند در
ہر عصر وو یائے منع فرمودند
بلکہ ہر کہ سرمہ سیاہ کردہ می آید چشم
او می شویانندے پس اکتحال

سرمہ لگایا تھا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ سرمہ
اثمدی لگایا تھا تاکہ حضرت کے شہید ہونیکی
وجہ سے آنکھیں ٹھنڈی ہوں یہ بھی کہا جاتا
ہے کہ عاشورے کے دن سرمہ لگانا پہلے سنت
تھا لیکن جب عاشور محرم کے دن سرمہ
لگانا دشمنان اہلبیت کی علامت ہوگئی
تو اس کا ترک کرنا واجب ہوگیا۔ روضۃ
العلماء میں ہے کہ عاشورے کے دن سرمہ
لگانا نہیں جائز ہے اس لئے کہ جب
امام شہید ہوگئے تو اس خوشی میں یزید نے
حضرت کے خون سے سرمہ لگایا تھا بعض کہتے
ہیں کہ سرمہ اثمدی کو لگایا تھا تاکہ آنکھوں
میں ٹھنڈک ہو اور منحوس آنکھوں سے حضرت
(کے سر) کو دیکھے۔ اسکے علاوہ مخدوم جہانیاں
جہاں گشت سید جلال الحق والدین بخاری اور
دوسرے سادات کرام جو اپنے اپنے شہروں اور
زمانے میں زبردست علماء اور نیکوکار تھے، یہ
لوگ بھی عاشور کے دن سرمہ لگانے کو منع فرماتے
تھے بلکہ اگر کوئی سرمہ لگا کر آتا تھا تو اس کی

عاشورا کردن نہ شاید۔ آنکھوں کو دھلا ڈالتے تھے۔ اسلئے دسویں
(ہدایۃ السعداء قلمی ص ۳۲۲ و ۳۲۱ در کتبخانہ فردوس آیات) محرم کو سرمہ نہ لگانا چاہیئے۔

واقعہ کربلا پر گریہ وبکا کرنا

باعثِ ثواب و موجب بخشایش ہے

(۱)

حضرت مولانا شاہ محمد حسن میاں صاحب ابن حضرت شیخ المشائخ مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب حنفی قادری پھلواروی اپنی مشہور تصنیف "غمِ حسین" ص ۳۰۲ میں تحریر فرماتے ہیں

سلامی چشم ہے رونے کو دل بکا کے لئے
زباں ہے وصفِ شہنشاہ کربلا کے لئے

عاشور محرم کا عشرہ عموماً ہم مسلمانوں کے غم والم کے دن ہیں، ناظرین کو تعجب ہوگا کہ ماہ محرم سال کا پہلا مہینہ ہے اور اسی میں رنج وغم؟ ہاں صاحبو! اس کی ایک خاص اور تعجب خیز و دردانگیز وجہ ہے، یہی وہ مہینہ ہے جسمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ ہی بعد خاص آپکے اہلبیت اطہار کے ساتھ آپ ہی کی امت کے ہاتھوں ایسا دردناک اور دلسوز واقعہ پیش آیا جس سے بڑھ کے

ہم مسلمانوں کے لئے دنیا میں کوئی مصیبت کوئی صدمہ کوئی واقعہ نہیں ہوسکتا۔
کونسا واقعہ؟ وہ جس کے ہیرو رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لاڈلے
علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لخت جگر فاطمہ زہرا علیہا السلام کے نور دیدہ حسن مجتبیٰ
علیہ السلام کے قوت بازو سید الشہدا جناب امام حسین علیہ السلام ہیں۔ کونسا واقعہ؟
مظلوم جگر گوشہ رسول الثقلین سیدنا امیر المومنین امام حسین رضی اللہ عنہ کا اپنے
تمام کنبے کے لوگوں اور یار و انصار کے ساتھ وطن سے دور دشت کربلا میں تین دن
کے بھوکے پیاسے، بڑے ظلم وستم سے قتل کئے جانا۔

صفحہ ، پر لکھتے ہیں :-

صاحبو! اس جانکاہ صدمہ سے بڑھکر کوئی غم و الم ہم مسلمانوں کیلئے ہوسکتا ہے؟
ہرگز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خاص کر جب ماہ محرم آتا ہے تو یہ دلسوز واقعات ہمارے
پیش نظر ہوکر ہمیں مغموم و محزون کر دیتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اس سر تا سر مصیبت
کے واقعہ کو تیرہ سو برس ہوتے ہیں، مگر آج جس گھڑی یہ دردانگیز داستان یاد آجاتی
ہے یا بیان کی جاتی ہے تو خواہ مخواہ جی بھر آتا ہے، دل کے ٹکڑے ہو جاتے ہیں
کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ آنکھیں بہ چلتی ہیں، دل کانپ اُٹھتا ہے اور کیوں نہ ہو؟
واقعہ ہی ایسا ہے۔ جس کے سننے سے دل قابو میں رکھنے کا تحمل باقی نہیں رہتا۔

پھر ص۱۱ پر تحریر فرماتے ہیں :-

اور مروی ہے (راحت القلوب) کہ جب حضور نے جبرئیل امین سے اس سانحہ قیامت خیز
کی خبر سنی تو پوچھا کہ اے امین اللہ یہ تو کہو کہ اس دن میں ہونگا؟ جبرئیل نے
عرض کیا "نہیں"۔ سرکار نے پوچھا علی مرتضیٰ اُس دن زندہ ہونگے؟ عرض کیا کہ

اس دن وہ بھی نہ ہونگے۔ آپ نے پوچھا "فاطمہ"؟ جبرئیل نے کہا کہ اس دن وہ بھی نہ ہونگی حضور روئے اور فرمایا اے اخی جبرئیل جب ہم لوگوں میں سے کوئی بھی نہ ہوگا تو پھر ان غریبوں کا ماتم اور انکی تعزیت کون کرے گا؟ آہ اُن کو روئے گا کون؟ جبرئیل امین نے فرمایا، رسول اللہ یہ وہ واقعہ ہوگا کہ آپ کی امت کے لوگ قیامت تک ان مظلوموں کو روئیں گے اور اس دن (یوم شہادت) آہوان وحشی (انکے غم میں) اپنے بچوں کو دودھ نہیں پلائینگے

پھر صفحہ ۶۶ سے صفحہ ۷۰ تک یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

مسلمانو! یہ ایسی دردانگیز داستان ہے کہ سخت سے سخت دل کیوں نہو اس واقعہ کو سن کر ضرور بےچین ہوجاتا ہے اور دوچار قطرے بھی آنسو بہائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور یاد رکھئے کہ سیدالشہدا پر رونا کسی طرح ضایع نہیں ہوسکتا۔ ملا مبین لکھنوی نے اپنی کتاب وسیلۃ النجات میں مسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے ایک حدیث نقل کی ہے۔ "جو آنکھیں امام حسین کو روتی ہیں وہ جنت میں اپنا ٹھکانا کرلیتی ہیں"۔ غنیۃ الطالبین میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کئی ہزار فرشتے مقرر کئے ہیں کہ وہ سیدالشہدا کی ضریح مبارک پر رویا کرتے ہیں۔ اور انکی شہادت پر حزن و الم ظاہر کرتے ہیں۔

وسیلۃ النجاۃ میں ایک حکایت لکھی ہے کہ عمر بن لیث کو جو سلاطین خراسان سے تھا اور بڑا پہلوان اور قوی دولت تھا اور فوج کثیر رکھتا تھا۔ جبکہ وہ مرگیا تو لوگوں نے اُسے خواب میں بہت اچھے حال میں دیکھا۔ پوچھا کہ تمھاری آمرزش و بخشائش کا کیا سبب ہوا؟ اُس نے کہا ایک دن میں ایک پہاڑ پر تھا اور اپنی

بے شمار فوج کا ملاحظہ کر رہا تھا، ان کی کثرت پر خوشی کے ساتھ اسوقت مجھے یہ حسرت ہوئی کہ کاش میں اپنی اس فوج کے ساتھ سیدالشہداء کے محاربہ کے دن آپکے پاس ہوتا تو امام کے دشمنوں سے خوب مقابلہ کرتا اور ان پلیدوں کو خوب مارتا کوٹتا، بس اسی حسرت کی بدولت اللہ تعالےٰ نے مجھے بخش دیا اور مجھے جنت نصیب ہوئی۔[۵۱]

حضرت بابا فرید گنج شکر سے منقول ہے کہ بغداد میں ایک بزرگ تھے اُنکے سامنے امام والامقام کی شہادت کا ذکر ہوا وہ اس قدر روئے اور سر کو زمین سے دے مارا کہ سر پھٹ گیا اور انتقال فرما گئے، اسی رات کو لوگوں نے خواب میں دیکھا اور حال پوچھا، انھوں نے فرمایا میں نے اہلبیت اطہار کی محبت میں اپنی جان دی تھی اس لئے خداوند تعالےٰ نے مجھے بخش دیا اور میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ رہتا ہوں۔[۵۲]

ناظرین اگر ان حدیثوں کو جو مسند احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور غنیۃ الطالبین میں مروی ہیں، ضعیف اور موضوع کہا جائے تو ان سے قطع نظر کیجئے، مگر امام مظلوم پر رونا سنت تو ضرور ہے اس سے تو انکار ہو نہیں سکتا۔

حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جبریل امین نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امام والامقام کی شہادت کی خبر دی تھی تو آپ (انکی مصیبت کا خیال کرکے) روئے

---

۵۱ یہ واقعہ اکثر تاریخوں میں ہے، چنانچہ منتخب التواریخ عبدالقادر بدایونی جلد اول ص۳۹۱ طبع کلکتہ میں بھی موجود ہے اور مولانا وارث علی صاحب حنفی نے بھی اپنی کتاب "حادثۂ کربلا" میں بصفحہ ۲۷۸ مطبوعہ لامع نور آگرہ سنہ ۱۳۲۱ھ میں نقل کیا ہے

۵۲ یہ واقعہ راحت القلوب کے حوالے سے عناصر الشہادتین کے ص۱۱ پر بھی نقل کیا گیا ہے۔

تھے اور خوب روئے تھے اور ام سلمہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے خوابوں سے
بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گریہ وزاری اور پریشانی کا ثبوت ہے پھر
کیونکر ہم مسلمان اس جانکاہ قصہ کو سُن کر ضبط کر سکتے ہیں۔ خواہ مخواہ محزون ومغموم
ہونا ہی پڑتا ہے۔ عاشورے کا دن بالخصوص اس قیامت خیز واقعہ کو یاد دلا
دیتا ہے، دنیا کے اور حصہ کے اہل سلام پر اس دن کیا اثر ہوتا رہا ہے، اسکو میں
تفصیلی طور سے نہیں بتا سکتا مگر ہندوستان کے بزرگان اور اولیاء اللہ کے
احوال پر نظر کرتا ہوں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ سے یہ حضرات اس دن اظہار
غم کرتے آئے ہیں حضرت شیخ الاسلام بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ عاشورے کے دن
اس واقعہ کا کچھ ذکر کر کے ہائے ہائے کا نعرہ کرتے تھے اور بیہوش ہو جاتے تھے
اور یہ بزرگان اس دن سادات کرام سے تعزیت و ماتم پرسی کرتے تھے اور
علما و مشائخین کی خدمت میں بھی تعزیت کے لئے حاضر ہوتے تھے، چنانچہ حضرت
مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس اللہ سرہٗ کی بھی یہی حالت تھی جیسا
کہ آپکے ملفوظ مُخ المعانی میں ہے۔

"روز عاشورا سعادت زمیں بوس حاصل شد۔ خلق شہر بیشتر حاضر بودند
و جماعتے از سادات نیز بہ بندگی موجود بودند حضرت مخدوم عظمہ اللہ روے مبارک
براں سیداں آورد و فرمود امروز تعزیت خاندان شمار است ما ہمہ طفیل شمائیم
بعد ازاں فرمود سبحان اللہ تعزیت خاندان شما ہمہ را واجب ست آنگاہ گفت
کہ ہمچنیں گویند دراں روز کہ امیر المومنین حسین رضی اللہ عنہ شہادت خواہند یافت شب آں
بزرگے فاطمہ رضی اللہ عنہا را در خواب دید کہ با جملہ زنان انبیاء دامن مبارک خود در کمر بستہ در

دشت کربلا آمده است وہماں جا کہ امیر المومنین حسین رضی اللہ عنہ خواہند افتاد جاروب می دہند با آستین مبارک خود پاک می کنند پرسید کہ خاتون روز قیامت ایں چہ مقام است؟ گفت حسین غریب ما سر ایں جا خواہد نہاد[۱] آنگاہ گفت کہ نقل است کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چوں ایں قصہ از جبرئیل شنید پرسید کہ چوں میان ما کسے نہ باشد تعزیت ایشاں کہ دارد گفت یا رسول اللہ امتیان تو برائے فرزندان تو تعزیتہا کنند و ماتم دارند کہ صفت آں نتواں کرد۔

اور حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی چشتی قدس اللہ سرہ کی یہ حالت تھی کہ محرم کا چاند دیکھکر وہ بیقرار ہوجاتے تھے اور گریہ وزاری میں مصروف ہوجاتے تھے اور رسم عاشوری برپا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ تمام اکابر وسادات کا یہی طریقہ ہے اور ذکر مقتل پڑھتے تھے اور اس پر رونے کو ثواب فرماتے تھے۔

لطائف اشرفی میں انکے احوال میں لکھا ہے کہ رسم عزا برپا میداشت چنانچہ لباس رعونت در تن عشرہ نمی پوشیدند و اسباب عیش وشادی ترک می کردند[۲]

اور حضرت شیخ الاسلام مخدوم علاء الحق پنڈوی قدس سرہ کے احوال میں بھی یہی لکھا ہے کہ دس دن محرم کے وہ برابر گریہ وزاری کرتے تھے اور فرماتے تھے "طرفہ وے باشد کہ در ماتم خاندان رسول وجگر گوشگان بتول نہ گرید وعزائے او ندارد۔ سبحان اللہ چہ نیاز است۔"[۳]

---

[۱] یہ واقعہ ہدایۃ السعداء ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی میں بھی موجود ہے۔

[۲] لطائف اشرفی لطیفہ پنجاہ ودوم صفحہ ۲۶۹، صفحہ ۲۷۰ طبع نصرت المطابع دہلی

کسے کہ در چنیں ماتم نہ گرید — دل آں کس مگر از سنگ باشد "

اور حضرت سید محمد بندہ نواز گیسو دراز، آپ بھی اس محرم میں گریہ و بکا میں مصروف رہتے تھے جیسا کہ آپ کے ملفوظات سے ظاہر ہے۔

یہ تو وہ لوگ ہیں جو ساتویں آٹھویں صدی اسلام میں گذرے ہیں، ان کے بعد بھی برابر یہی دستور رہا، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار میں فرماتے ہیں کہ احمد شیبانی قدس سرہٗ اور دیگر بزرگان کا بھی یہی دستور رہا ہے اور عاشورہ کے دن وہ لوگ کھانا سادات کے گھر لے جاتے تھے اور گریہ وزاری کرتے تھے اور شیخ فرماتے ہیں کہ ہمارے دیار (اطراف دہلی) میں یہ قدیم دستور ہے کہ عورتیں بروز عاشورا مجتمع ہو کر گھروں میں گریہ وزاری کرتی ہیں۔

اور سید عبدالرزاق بالنسوی قدس سرہ پر بھی اس عشرہ محرم کا بڑا اثر ہوتا تھا، الغرض یہ حزن والم محرم میں صوفیوں کے یہاں ہمیشہ سے معمولات سے ہے اور ہمارے خاندان میں تو اہلبیت کی محبت گھٹی میں پڑی ہے۔ مجھے اپنے خاندان کے معمولات بیان کرنے کی ضرورت نہیں، ادنیٰ اثر اس کا یہ ہے کہ میں یہ کتاب اسی داستان غم افزا و حادثہ روح گزا کے متعلق قوم کے سامنے پیش کر رہا ہوں اور اس غم میں رونے اور رلانے کو ثواب عظیم جانتا ہوں اور عشرۂ محرم میں ذکر اہلبیت کے سوا دوسرا ذکر نہیں کرتا ہوں جیسے کہ میرے حضرت قبلہ والد ماجد صاحب مدظلہ العالی (یعنی مولانا شاہ محمد سلیمان حنفی قادری چشتی سجادہ نشین پھلواری شریف) کا معمول ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے قبول کرے اور موالیان اہلبیت میں مشہور کرے۔ آمین۔

اللھم صل علی نبینا محمد سید الثقلین ما دمعت العیون علی الحسین

اے خدا تو اس وقت تک رحمت نازل کر ہمارے نبی محمد پر جو سردار ہیں جن و انس کے جبتک کہ آنکھیں امام حسینؓ پر روتی ہیں

(۲)

انیس الذاکرین مصنفہ مولانا مہدی علی حنفی صفحہ ۱۵۰ مطبوعہ مظہر العجائب پریس مدراس میں ہے کہ "جو حسین پر رونے اور رلانے والا ہوگا واجب ہوگی اس پر بہشت اور اور شاد و خرم ہوگا دونوں جہان میں"

(۳)

مولانا ناصر علی حنفی غیاث پوری عناصر الشہادتین فی شہادۃ الخلفاء و الحسین کے صفحہ ۱۰ و ۱۱ (طبع لاہور) پر تحریر فرماتے ہیں۔ روایت ہے کہ جو کوئی مصائب اور واقعات مولانا و سیدنا امام حسینؓ کے یاد کر کے روتا ہے بخیال انکے صدمات کے آنسوؤں سے رومال بھگوتا ہے یا بتکلف اپنی رونی صورت بناتا ہے، آنکھوں میں آنسو بھر لاتا ہے تو وہ شخص مستحق دخولِ جنات تحتہا انہار ہو جاتا ہے۔ حق تعالیٰ اس پر مینھ رحمت کا برساتا ہے۔

(۴)

مولانا نصر اللہ صاحب حنفی اپنی کتاب دہ مخزن میں لکھتے ہیں:۔

"رونا، غمگین ہونا، شہادت اور اہلبیت پر موجب ثواب اور ترقی درجات اور باعث کفارۂ سئیات اور علامت رحمت و دلیل شفقت ہے"

(۵)

تقریر الشہادتین مولانا وارث علی سیفی الحنفی میں صفحہ ۵۱ و ۵۲ پر ہے

یا رو غمِ شبیر میں تم اشک بہاؤ — اور نامہ اعمال سیہ کو بھی مٹاؤ
بزمِ غمِ شبیر میں اخلاص سے آؤ — اور اجر تم اس رونے کا اللہ سے پاؤ
جو شخص کہ اس غم میں دل و جان سے رویا
وہ قبر میں آرام سے اور چین سے سویا

اس غم کا بڑا اجر احادیث میں آیا — جنات نے آنکھوں سے لہو اپنا بہایا
نوحہ بھی اسی غم میں خلائق کو سنایا — حیوانوں نے گریہ سے ہے اک شور مچایا
افلاک و زمیں آج تلک روتے ہیں دیکھو
اس غم سے ملک غرقِ الم ہوتے ہیں دیکھو

یہ غم وہ ہے جس سے کہ لہو روتے ہیں پتھر — خوں جاری ہوا دیدہ افلاک سے یکسر
شمس و قمر و اہلِ فلک انجم و اختر — سب اس غمِ جانکاہ سے غم میں ہیں برابر
اس رنج سے عالم کا عجب رنگ ہوا ہے
جو شخص ہے اس غم سے وہ دلتنگ ہوا ہے

کس طرح بیاں کیجے دبیغی غمِ شبیر — انساں میں تو ہرگز نہیں طاقتِ تحریر
کچھ کام یہاں کرتی ہے تقریر نہ تحریر — یہ حق سے دعا مانگ کہ اے مالکِ تقدیر
میرا غمِ شبیر سے معمور رہے دل
اس نور سے تا حشر یہ پر نور رہے دل

پھر صنہ ۶ پر فرماتے ہیں :-

سنو بیانِ غمِ سبطِ مصطفےٰ رو و — سنو بیانِ غمِ شاہِ کربلا رو و

یہ غم وہ ہے کہ فلک جس سے خون رو یا ہی — تمہیں ضروری ہے اے صاحب عزا رو دُ
رسول روئے ہیں اس غم سے مرتضیٰ روئے — بلند نالۂ محزوں کرو ذرا رو دُ
وہ کون ہے کہ نہیں جسکا سینہ چاک ہوا — وہ کون دل ہے جو اس سے نہیں پھٹا رو دُ
جو عمر نوح ملے رونے کو تو ہم روئیں — کہ یہ الم نہیں رکھتا ہے انتہا رو دُ
جگر کو خون کر و اس غم سے دل کو پارہ کرو — ہزار دل سے کرو گریہ و بکا رو دُ
یہ غم وہ ہے کہ جگر فاطمہ کا چاک ہوا — وہ آج تک ہیں اسی غم میں مبتلا رو دُ
جو ایک قطرہ بھی آنسو کا آنکھ سے نکلا — تو سمجھو ہوگئے مقبول کبریا رو دُ

مصائب اہل حرم کے لکھوں میں کیا سیفی
بس اس قدر یہاں کرتا ہوں اکتفا رو دُ

صفحہ ۸۰ پر ہے۔

اِس غم سے ہوا قلم جگر چاک — کرتے ہیں جگر کو سب بشر چاک
اس غم سے آسمان رو یا — اس غم سے ہے سب جہان رویا
ہے کون جسے یہ غم نہیں ہے — حسنین کا غم یہ کم نہیں ہے
اس غم سے ملائکہ ہیں مضطر — جنات ہیں اس سے خاک بر سر
یہ غم تو ہے سب جگہ سمایا — اس غم نے مقام سب میں پایا
محزوں اس غم سے ہیں بہائم — کرتے ہیں غم حسین دائم
جس کو یہ غم و الم نہیں ہے — حیوانوں سے بس وہ کم نہیں ہے
راحت جس کو ہوا پنی منظور — اس غم کو کرے نہ ایک دم دور
اس غم سے جو چور چور ہو گا — عقبیٰ میں اُسے سرور ہو گا

تم کو لازم ہے اے عزیزو اس غم سے جدا نہ ایک دم ہو
حسین کا غم نہیں خوشی ہے عقبیٰ کے غموں سے مخلصی ہے
اللہ نے کی جسے ہدایت ہے اس کے نصیب یہ سعادت
جب تک رہے تن میں جان سیفی
یہ غم رہے میہمانِ سیفی

صـ۶۹ پر فرماتے ہیں:۔

یہ حدیثیں مستند ہیں انکو لے یارو سنو دل کو اپنے تم غمِ حسین سے محزوں کرو
یہ بیاں وہ ہے سنا جس نے نہ آئی اسکو تاب فرطِ غم سے ہو گیا سینہ جگر اس کا کباب
پتھروں کا دل بھی اس مضموں سے پانی ہوا جو غمِ حسین میں رویا وہ لاثانی ہوا
گر غمِ شبیر اپنی قبر میں لے جاؤ گے بعد مرنے کے مزا رونے کا اپنے پاؤ گے
جیتے جی دنیا میں اس غم سے رہیگا جو ملول
ہاتھ میں محشر کو ہوگا دامن آلِ رسول

مولانا کی دو رباعیاں بھی قابل ملاحظہ ہیں صـ۶۰

رباعی

شبیرؑ کے غم میں جو نہ رویا ہوگا سب عمر کو اُس نے مفت کھویا ہوگا
اس غم سے جو محزوں نہ ہوا دنیا میں وہ قبر میں چین سے نہ سویا ہوگا

رباعی

شبیر کا غم نہیں یہ ہے عین سرور دنیا کے غم و الم کر دیتا ہے دور
روؤ اس غم میں جب تلک جیتے رہو مرنے کے بعد ہے جو ہنسنا منظور

(۶)

مولانا محمد نعیم صاحب امام جامع مسجد سیتاپور اپنے رسالہ "شہادت حسین" کے صفحہ ۴ پر تحریر فرماتے ہیں :-

"اے گدایان کوچۂ محمدی اور اے فدایان روئے احمدی ! جانو اور اگاہ ہو کہ ذکر کرنا رسول مقبول اور اولاد بتول اور صحابۂ مقبول کا باعث حسنات اور موجب برکات ہے اور ایسے نبی کا ذکر جس نے ہم گنہگاروں کو دوزخ سے بچایا اور اپنی شفاعت کا امیدوار بنایا۔ بہر حال وسیلۂ نجات ہے، علی الخصوص شہزادۂ کونین حضرت امام حسینؑ کی محبت باعثِ حصول حاجات دنیا اور موجب درجات عقبیٰ ہے۔ خوشا حال ان مسلمانوں کا جو آپ کا حال سنکر اشکِ غم آنکھوں سے بہائیں اور شب و روز آپکے نام پر جان و مال لٹائیں۔ بعض حضرات سیدنا امام حسین پر رونے پر بڑی ناراضگی و خفگی کا اظہار کرتے اور لکھتے ہیں اور بڑا اعتراض کرتے ہیں کہ غم حسین پر رونا اور آنسو بہانا اور بکا کرنا اور صدمہ سے آہ یا ہائے وائے کرنا بے صبری اور حرام و ممنوع ہے اور اس صدمہ میں فرط محبت اور کثرت غم سے مرجانا یا جان بحق تسلیم ہونا خودکشی ہے، ان لوگوں کا یہ قول تو میری سمجھ میں نہیں آتا ہے، اس لئے کہ علمائے کرام و صوفیائے عظام و اکابر امت و محقق اہلسنت برابر اس واقعہ پر روتے چلے آئے ہیں، اور اس کو سعادت و ثواب جانتے ہیں۔"

اسی طرح "گریہ" امام پر روایات صحیحہ سے استدلال کرتے ہوئے

مولانا ارشاد فرماتے ہیں :۔

ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ رونا حرام اور نادرست نہیں ہے تو پھر حضرت امام حسین کے غم میں آنسو بہانا اور گریہ کرنا کیوں حرام و ممنوع ہوگا۔ شیعہ سنی علما متفق طور پر اس مظلومانہ شہادت پر آنسو بہاتے ہیں

(شہادت حسین صفحہ ۵ طبع یونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ)

(۷)

مولانا مفتی محمد اکرام الدین صاحب نبیرۂ مولانا شاہ عبدالحق صاحب دہلوی، اپنی کتاب "سعادت الکونین فی فضائل الحسنین" کے صفحات ۳۲ الغایۃ ۱۳۷ میں "سلسلہ جواز گریہ و مرثیہ" تحریر فرماتے ہیں :۔

واضح ہو کہ اس قسم کے مرثیے جن کا ذکر اوپر ہو چکا ان کا کہنا اور پڑھنا بالاتفاق جائز ہے، کچھ مضائقہ کی بات نہیں۔ غنیۃ الطالبین میں جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر شریف پر جس دن کہ وہ شہید ہوئے، ستر ہزار فرشتے نازل ہوئے اور اس دن سے برابر گریہ کرتے ہیں اور قیام قیامت تک یوں ہی کرتے رہیں گے، غنیۃ الطالبین کی دوسری روایت میں حمزہ نامی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ امام حسین کی قبر پر نماز پڑھ رہے ہیں، پس روایت بالا سے ثابت ہوا کہ اس طرح کا رونا اور مرثیہ پڑھنا جائز ہے۔ — محب اہل بیت کو مناسب ہے کہ کتب معتبرہ سے آپ کے احوال دریافت کرکے حزن والم میں دو چار گھڑی دیدہ تر کرے

ہاں بے اختیار گریہ کا غلبہ موجب ثواب ہے۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ فرقہ ناصبیہ متعصبہ کی مزخرفات بدعتوں سے جو اہل بیت کرام سے سخت دشمنی رکھتے ہیں اور سید مظلوم امام مغموم کی شہادت کے دن عید جیسی خوشیاں مناتے ہیں پرحذر رہے اس دن زینت و آرائش جیسے بالوں پر خضاب کرنا، سرمہ لگانا، نئے کپڑے پہننا پر تکلف کھانے عید کے دن کی طرح پکا کر گھر گھر تقسیم کرنے سے پرہیز کرے۔"

سعادت الکونین فی فضائل الحسنین صفحہ ۱۳۳ الغایتہ ۱۳۷ مطبوعہ افضل المطابع دہلی ۱۳۱۱ھ

(۸)

مولانا حافظ مفتی محمد ہادی علی خاں صاحب حنفی لکھنوی نے "دہ مجلس شہادت" تصنیف فرمایا ہے جو ۱۹۱۳ء میں باہتمام مولانا محمد برکت اللہ صاحب فرنگی محلی مطبع انصاری فرنگی محل لکھنؤ سے شایع ہوئی ہے، اس میں مولانا بسلسلۂ شہادت امام حسنؑ تحریر کرتے ہیں:۔

اور محمد بن اسحاق نے بسند لکھا ہے کہ (بعد شہادت امام حسن) سب مرد اور عورتیں سات دن تک نوحہ کرتی رہیں اور ہاشمیہ عورتوں نے ایک ماہ کامل آپ پر نوحہ کیا اور ایک سال سوگ رکھا یعنی زینت کو ترک کر دیا۔ چونکہ یہ امور محبت پر متضمن ہیں اور محبت اہل کسا کی فرض عین ہے اور سبب حصول قرب خدا ہے اس وجہ سے انکے لئے ایسے امور جائز ہیں۔ ماو شما کے واسطے نادرست ہیں اس وجہ سے کہ ماو شما کی محبت اللہ سے جدا کرتی ہے۔ (مجلس دوم صہ ۴۳)

مولانا کی تحریر سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ محبان خاندان رسالت کا غم اہلبیت میں ترک زینت کرنا، نوحہ کرنا اور سادات و مومنات کا سوگ رکھنا یہ سب امور جائز ہیں بلکہ علامت محبت و مودت ہے۔

اسی طرح مولانائے موصوف مجلس سوم کے صفحہ ۸ پر بسلسلہ جواز گریہ تحریر فرماتے ہیں:۔

اس وقت تک مقتل امام مظلوم کی خاک کے دانہائے تسبیح بنے ہوئے بعض جا موجود ہیں، آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ہفتم ماہ محرم سے ان میں سرخی پیدا ہوتی ہے اور یوم عاشورا کو آل عبا کی مصیبت کا دن ہے، دوپہر تک سرخی انکیں بڑھتی ہے اور دانے مثل مونگے کے ہوجاتے ہیں اور بعد زوال آفتاب سرخی کم ہونے لگتی ہے بتدریج پھر اپنے اصلی رنگت پر آجاتی ہے، یہ ایک جلی کرامت ہے، امام عرش مقام کی اور کھلی دلیل ہے امام علیہ السلام کی شہادت جہریہ پر۔

سلہ۵ اس قسم کی تسبیحیں ہندوستان میں مختلف مقامات پر موجود ہیں، علاوہ بنارس، امروہہ وغیرہ کے ایسی دو تسبیحیں پٹیالہ کے قریب مقام سامانہ میں بھی ہیں چنانچہ مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۳۶ء کے اخبار اسٹیٹسمین کے سنڈے اڈیشن میں ان تسبیحوں کی تفصیلات شائع ہوئی ہے اس مضمون کا عنوان ہے "معجز نما تسبیحیں"۔ یہ مضمون انگریزی میں ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

پٹیالہ کے قریب موضع سامانہ میں چند تعجب انگیز تسبیحیں ہیں جو ہر سال عشرہ محرم کے دن بارہ اور ۴ بجے کے درمیان یعنی مابین ظہر و عصر مثل خون کے سرخ ہوجاتی ہیں۔ یہ تسبیحیں خاک کربلا کی ہیں جہاں حسین شہید دفن ہوئے ہیں، ان میں کی ایک تسبیح ایک نائی کے پاس ہے اس میں ۱۰۰ دانے ہیں جن کا اصلی رنگ بھورا ہے لیکن یہ اپنا اصلی رنگ بدل دیتی ہیں اور دانے مثل خون کے سرخ ہوجاتے ہیں بقیہ دو تسبیحیں ایک دوسرے شخص کے پاس ہیں جو دہیں کا رہنے والا ہے جن میں سے ایک تسبیح کے ۸۰ دانے اپنا رنگ بدل دیتے ہیں اور دوسری تسبیح کے بیس یا بائیس دانے سرخ ہوجاتے ہیں۔ ان کے دانے اصل میں ہلکے سبز رنگ کے ہیں لیکن رنگ بدلنے کے بعد انکا رنگ بالکل خون کے ایسا ہوجاتا ہے، معتقدین کی ایک بہت بڑی تعداد ان کی ہر سال زیارت کرتی ہے اور لوگوں نے تحقیق کرنے کے بعد اس کی شہادت دی ہے کہ اس میں واقعیت کو دخل ہے۔

The Sunday Statesman Vol. IV No 156 Delhi. Sunday March 28, 1937. P. 14. Col 6.

اور جب اس مصیبت کے دنوں کے عود کرنے پر مٹی پر کہ جو ایک جماد ہے بسبب تعلق امام علیہ السلام یہ اثر غم پیدا ہوتا ہے تو وہ انسان جن کو تعلق غلامی اور ارادت و محبت مولائے مظلوم کے ساتھ ہے، ایام عزا میں اُن کے دلوں میں کیوں نہ غم و درد تازہ ہو اور ان ایام کو کیوں نہ ایام غم و مصیبت سمجھیں ؎

کیا مزے کا غم ہے غم شبیر کا
ہے نتیجہ جسکا راحت بعد مرگ

اور مصیبت آل عبا خصوصاً مصائب سید الشہدا پر مغموم ہونا اور گریہ کرنا سنت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ سید عالم نے جب خبر مصائب اہلبیت کی دی ہے، مغموم ہوئے ہیں اور گریہ بھی فرمایا ہے ۔"

پھر اسی مجلس میں صـــ ۱۳ــ پر تحریر فرماتے ہیں :۔

"جب مصائب خامس آل عبا سید الشہدا علیہ السلام سے آسمان و زمین میں حزن و غم کا اثر پہونچا اور وہ خون روئے تو ہم اہل اسلام جو مامور ہیں اہلبیت نبوت کے ساتھ محبت کے کیوں نہ مغموم ہوں اور نہ روئیں مصائب ابن رسول اللہ پر اور رونا مجرد اپنے اقربا اور احباب پر بھی تو شرعاً ناجائز نہیں ہے ...... اور نیز محبت اہلبیت نبوت عین محبت نبی ہے اور محبت رسول عین ایمان ہو اور گریہ اُن کے مصائب پر کھلی ہوئی علامت ہے، ان کی محبت کی پس گریہ اس غم میں علامت ایمان ہوا پھر کیونکر ممنوع ہو سکتا ہے، بلکہ رونے والا ضرور مستحق اجر ہے ۔"

پھر اسی صـــ ۱۳ــ پر ارشاد فرماتے ہیں :۔

پس جو شخص مصائب ابن رسول اللہ پر کہ پارۂ جگر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہیں گریہ کرے گا کیا کچھ باعث رضامندی رسول اکرم صلعم ہوگا اور ذکر جناب سیدالشہدا، خواہ ذکر فضائل وکمالات ہو خواہ ذکر مصائب ہو بیشک عبادت ہے اور منافع کثیرہ کو شامل ہے۔"

اس کے بعد صفحہ ۱۵ و ۱۶ پر مولانا تحریر فرماتے ہیں :۔

"......... جب ذکر اولیاء اللہ میں یہ منافع ہیں تو امام عرش مقام کہ سیدالاولیا ہیں ان کے ذکر میں کیا کچھ منافع ہونگے اور اگر ذکر امام نظم ہو بشرطیکہ روایات صحیحہ ہوں اور مبالغہ شاعری سے کہ وہ کھلا ہوا کذب ہے اور بہتان ہے، خالی ہو کچھ مضائقہ نہیں ہے اس لئے کہ صحابہ اور اہلبیت نے فراق جناب رسالتماب میں اشعار پر درد موزوں کئے ہیں اور اسی کا نام مرثیہ رکھا ہے، اور مصائب امام کا یاد کرنا اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھنا باعث اجر ہے، ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں لکھتے ہیں کہ مسند امام احمد اور سنن ابن ماجہ میں لبسند فاطمہ بنت حسین یعنی امام علیہ السلام کی صاحبزادی فاطمہ صغرا سے روایت ہے کہ وہ اپنے والد سے روایت کرتی ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جو کوئی مسلمان کسی مصیبت میں مبتلا ہو پھر اپنی مصیبت کو یاد کرے، اگرچہ اس کو بہت مدت گزر چکی ہو پھر از سر نو اس پر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کہے تو اللہ تعالی اس کو اجر دے گا، اس کے اُس اجر کے برابر جس روز اس پر مصیبت پڑی تھی، ابن تیمیہ بعد بیان روایت لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کا اس حدیث کو روایت کرنا اور آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ صغرا کا جو امام علیہ السلام کی شہادت میں حاضر نہ تھیں۔

اس حدیث کو بیان کرنا یہ بات سمجھاتا ہے کہ امام مظلوم علیہ السلام کی مصیبت کو یاد کرنا چاہیئے۔ اگرچہ اس کو بہت زمانہ گذر گیا ہو اور اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھنا چاہیئے، ابن تیمیہ نے یہ اسواسطے لکھا ہے کہ یہ مصیبت چونکہ آنحضرت کے پارہ ہائے جگر پر ہے، پس درحقیقت حضور کی ذات اقدس پر ہے اور ہمارے آقا پر اور آقا زادوں پر یہ مصیبت ہے تو فی الواقع ہم لوگوں پر بھی ہے موافق حدیث شریف کے ہم کو یاد کرنا چاہیئے

(۹)

کتاب وسیلۃ النجاۃ ملا مبین فرنگی محلی کے صـ۳۰۵ـ میں ہے (مطبوعہ مطبع گلشن فیض لکھنؤ، ۱۳۱۳ھ)

وفی مسند احمد بن حنبل من دمعت عیناہ بقتل الحسین دمعۃ وقطرت قطرۃ بوّاہ الجنۃ۔

مسند امام احمد بن حنبل میں ہے کہ جو شخص امام حسین پر آنسو بہائے یا صرف ایک قطرہ ٹپکے تو خداوند عالم اس کو جنت عطا کرے گا۔

(۱۰)

علامہ ابوبکر بن شہاب الدین الحضرمی اپنی کتاب "رشفۃ الصادی من بحر فضائل بنی النبی الهادی (مطبوعہ اعلامیہ قاہرہ مصر ۱۳۰۳ھ کے صـ۴۷ـ میں فرماتے ہیں:۔

سلہ اس روایت کے متعلق مسند امام احمد بن حنبل کے حوالے متعدد کتابوں میں ملتے ہیں، مگر مسند کے مطبوعہ نسخہ میں اسکا وجود نہیں ہے۔ بہت ممکن ہے کہ قدیم قلمی نسخوں میں موجود ہو اور بوقت طبع کارپردازان اشاعت کی دست برد سے حذف ہو گئی ہو۔

وعن الحسین بن علی رضی اللہ عنہما قال من دمعت عیناہ قطرۃ اٰتاہ اللہ وفی روایۃ بواہ اللہ الجنۃ اخرجہ احمد فی المناقب	امام حسین فرماتے ہیں کہ جو شخص ہماری مصیبت پر آنسو بہائے یا آنکھوں سے ایک قطرہ ٹپکائے خدا اسکو جنت کرامت کرتا ہے اس حدیث کو امام احمد حنبل نے کتاب المناقب میں درج کیا ہے۔

(۱۱)

مرقاۃ شرح مشکوۃ شریف ملا علی قاری جلد ۵ صفحہ ۶۰۴ (مطبوعہ میمنیہ مصر ۱۳۰۹ھ) میں ہے:۔

اخرج احمد فی المناقب عن الربیع بن منذر عن ابیہ قال کان حسن بن علی یقول من دمعت عیناہ فینا دمعۃ او قطرۃ عیناہ فینا قطرۃ اٰتاہ اللہ عزوجل الجنۃ	امام احمد بن حنبل مناقب میں اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ امام حسنؑ نے فرمایا کہ جو شخص ہم پر آنسو بہائے یا ایک قطرہ بھی آنسو کا نکالے تو خداوند عالم اس کو جنت عطا کرے گا۔

اس حدیث کو علامہ حافظ محب الدین الطبری نے اپنی کتاب "ذخائر العقبیٰ فی مودۃ اہل القربیٰ" میں بعنوان "من توجع لاھل البیت رضی اللہ عنہ" درج کیا ہے اور علامہ محمد سخاوی تلمیذ عسقلانی نے اپنی کتاب "الاستجلاب ارتقا الغرف بجب اقربا الرسول ذوی الشرف" میں اور علامہ محمود بن محمد بن علی الشیخانی القتادری المدنی نے اپنی کتاب "الصراط السوی فی مناقب آل النبی المصطفیٰ" میں اور علامہ ابو عطا حسن الزماں الترکمانی حیدرآبادی نے بھی اپنی کتاب "ماتم الثقلین فی شہادۃ علی والحسنین" میں روایت کیا ہے اور ہر ایک نے مناقب احمد بن حنبل سے اخراج کیا ہے۔

(١٢)

شیخ الاسلام قسطنطنیہ الشیخ سلیمان البلخی القندوزی اپنی کتاب ینابیع المودۃ جلد دوم میں ایک خاص باب فضائل گریہ کے متعلق قرار دیتے ہیں:۔

الباب الثانی والستون وذکر الاحادیث الواردۃ علی کثرۃ ثواب من بکی علی الحسین واھل بیتہ	(باب باسٹھواں) ان احادیث کے ذکر میں جو امام حسین و اہل بیت پر گریہ و بکا کرنے والوں کے کثرت ثواب کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔

ینابیع المودۃ جلد دوم صفحہ ۳۵۰ مطبوعہ قسطنطنیہ ۱۳۰۲ھ میں ہے:۔

(الف) عن الباقر علیہ السلام قال کان ابی علی بن الحسین علیہما السلام یقول ایما مومن دمعت عیناہ بقتل الحسین دمعۃ حتی یسیل علی خدیہ بواہ اللہ الجنۃ غرفا وایما مومن دمعت عیناہ دمعا حتی یسیل علی خدیہ لاذی مسنا من عدونا بواہ اللہ مبوء صدق وایما مومن مسہ اذی فینا فدمعت عیناہ حتی یسیل دمعہ علی خدیہ من مضاضۃ ما اوذی فینا صرف اللہ عن وجہہ الاذی وامنہ	امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ جس مومن کی آنکھوں میں آنسو جاری ہوں شہادت امام حسین پر اور رخسار پر بہ آویں تو خداوند عالم اس کے عوض اس کو جنت میں ایک غرفہ عطا فرماتا ہے اور جس مومن کے آنسو جاری ہوں اور رخسار پر بہہ آویں ہماری مصیبتوں کے اوپر جو ہمارے دشمنوں سے ہم پر پہونچے ہیں تو خدا اسکو منزل صدق کرامت کرتا ہے اور جو شخص ہماری ان مصیبتوں پر جو دشمنوں سے پہونچی ہیں آنسو بہلائے اور ایک قطرۂ اشک بھی رخسارے تک پہونچے تو خداوند عالم اذیت کو اس سے برطرف کریگا اور قیامت کے دن

يوم القيامة من سخطه ومن النار

ان کو اپنے غضب اور عذاب دوزخ سے محفوظ رکھیگا۔

(ب) عن جعفر الصادق عليه السلام قال من ذكرنا او ذكرنا عنده فخرج من عينه دمع مثل جناح بعوضة غفر الله ذنوبه ولو كانت مثل زبد البحر

(ب) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص ہماری مصیبتوں کا ذکر کرے یا اُس کے سامنے بیان کیا جائے پس اُس کی آنکھوں سے آنسو نکلے اگرچہ وہ پر پشہ کے برابر ہو تو خداوند عالم اپنے لطف و کرم سے اُسکے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے اگرچہ وہ گناہ مثل سمندر کے جھاگ کے ہوں

(۱۴۳)

موۃ القربیٰ سید علی الہمدانی "المودۃ الحادیہ عشر فی فضائل فاطمۃ الزہرا" صـ۳۹ مطبوعہ بمبئی ۱۳۱۰ھ میں ہے۔

عن علي عليه السلام عن رسول الله صلعم قال اذا كان يوم القيامة نادى منادى من بطنان العرش يا اهل القيامة اغمضوا ابصاركم لتجوز فاطمة بنت محمد مع قميص مخضوب بدم الحسين فتحتوى على ساق العرش فتقول انت العادل اقض بيني وبين من قتل ولدى فيقضى الله لبنتي ورب الكعبة ثم تقول

حضرت علی سے منقول ہے کہ حضرت رسالتمآب صلعم نے فرمایا ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی ندا کرے گا کہ اے اہل قیامت اپنی آنکھیں بند کرلو تاکہ فاطمہ بنت محمد مع حسین کے خون آلود کرتے کے عرصۂ قیامت سے گذر جاویں پس فاطمہ عرش کے پایہ کو پکڑلیں گی اور فریاد کرینگی کہ اے جبار اے عادل میرے اور میرے فرزند حسین کے قاتلوں کے درمیان فیصلہ کر اس پر خداوند عالم میری بیٹی کے موافق فیصلہ فرمائے گا پھر فاطمہ درگاہ رب العزت میں عرض کرینگی خداوند

اللھم اشفعنی فی من بکی علی مصیبته فیشفعها اللہ فیهم	انلوگوں کے حق میں جو میرے فرزند حسین کی مصیبت پر روتے تھے میری شفاعت قبول فرما اسوقت خداوند عالم فاطمہ کی شفاعت قبول کریگا اور حسین پر گریہ زاری کرنیوالے بخش دیے جائینگے

(۱۴)

نور العین فی مشهد الحسین تالیف امام ابو اسحاق اسفرائینی صفحہ ۱۰۰ (مطبوعہ بمبئی) آخر کتاب میں فضیلت گریہ میں یہ حدیث منقول ہے :-

قال الصادق ان شهر المحرم کانت الجاهلیة یحرمون فیه القتال فاستحلت فیه دمائنا وانتهب مالنا وهتکت فیه حریمنا ولم یبق فیه حرمة لنا ان یوم عاشوراء لحرق قلوبنا واسبل دموعنا وارض کربلا اورثتنا الکرب والبلا فعلی مثل الحسین فلیبك الباکون فان البکاء علیه یمحی الذنوب ایها المؤمنون۔	امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ ماہ محرم میں جاہلیت کے زمانہ میں کفار بھی جنگ کرنا حرام سمجھتے تھے لیکن (مسلمانوں نے) اس ماہ حرام میں ہمارے خون کو حلال کر دیا۔ ہمارے مال کو لوٹ لیا۔ ہماری حرمت کو برباد کیا ہماری کوئی حرمت نہیں کیگئی، عاشورہ محرم کو ہمارے قلوب غم سے جلتے ہیں، آنسو جاری ہو جاتے ہیں کربلا کی زمین نے کرب و مصیبت کو ہمیں ورثہ میں دیا ہے۔ رونے والوں کو چاہیئے کہ حسین پر روئیں اس لئے کہ حسین پر رونا گناہوں کو مٹاتا ہے۔

لـه یہ حدیث شہاب الدین دولت آبادی کی کتاب ہدایۃ السعداء میں بھی ہے اور عناصر الشہادتین کے صـ۱۲۲ پر بھی ہے

روضۃ الشہدا از ملا حسین واعظ کاشفی صـ۵-۶ (مطبوعہ نولکشور پریس کانپور سـ۱۸۹۱ء) میں ہے۔

(الف) وگریہ دریں ماتم موجب حصول رضائے ربانی وسبب حصول ریاض جاودانی است چنانچہ در آثار آمدہ کہ من بکی علی الحسین او تباکی وجبت لہ الجنۃ یعنی ہر کہ بر حسین بگرید بہشت مر اورا واجب شود وہر کہ خود را گریہ فرا نماید بحکم من تشبہ بقوم فھو منھم در وعدہ وجبت لہ الجنۃ داخل است، امام رضی بخاری آوردہ کہ اے عزیز خاک کربلا خاکے ست کہ دراں خاک تخم شہادت کشتہ اند وآب دیدہ دوستاں دہوا داران می طلبد کہ من بکی علی الحسین پس ہر کہ از جوئبار دیدہ آبے بخاک کربلا فرستد، ہر آئنہ تخم سعادتے کہ در محبت اہل شہادت کاشتہ باشد

(الف) حسین کے غم میں گریہ کرنا خدا کی رضا حاصل کرنے اور جنت میں پہونچنے کا سبب ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ جو شخص امام حسین پر روئے یا رونے والوں کی شکل بنائے اس پر جنت واجب ہوتی ہے۔

اس لئے کہ رونے والون کی شکل بنانے سے اس حکم میں داخل ہوتا ہے کہ من تشبہ بقومٍ فھو منھم جو کسی قوم کی نقل کرے تو وہ اُن میں سے ہے گویا رونے والوں کی شکل بنانیوالا خو گریہ کرنیوالا ہے اسی لئے اسپر بھی جنت واجب ہے امام رضی بخاری نے فرماتے ہیں کہ اے عزیز کربلا کی وہ خاک ہے جسمیں شہادت کا بیج بویا گیا ہے اسلئے اس کو سیراب کرنے کیلئے دوستوں کے اب چشم کی ضرورت ہے، پس جو شخص اپنی آنکھ کے سوتوں سے پانی بہائے اور خاک کربلا کو سینچے تو گویا وہ نیکی کے بیج کو جس کو کہ شہدا کی محبت میں بویا ہے

در مزرعہ رضا باب دیدہ وے پرورش
یابد وچوں از منزل الدنیا مزرعۃ
الآخرۃ بیروں رود محصول آں
نعیم جنت ونسیم بہجت خواہد بود کہ
وجبت لہ الجنتہ

اپنے آنسوؤں سے مزرعہ رضا میں سیراب کررہا ہو
جب ایسا شخص دنیا کی اس منزل سے
جو آخرت کے لئے مثل کھیتی کے ہے
چلا جاوے گا تو اس کو آخرت میں
جنت کی نعمتیں ملیں گی۔

پھر صفحہ ۳۷ پر ہے :۔

(ب) عزیزاں تامل فرمایند کہ
ثواب گریستن در مصیبت حسینؑ
چہ مقدار است از ائمہ اہل بیت
نقل کردہ اند کہ ہر قطرہ آب در
ماتم حسین از دیدہ کسے فرو بارد
آں را در صدف درے می سازند
ودر قلادۂ عمل آں کس می کشند
وقیمت آں در روز بازار قیامت
برخلق ظاہر خواہد شد۔ شیخ سہل
بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ
فرمودہ کہ روز عاشورا می گریستم
وباخود می گفتم اگر آں روز حاضر

عزیزو غور کیجئے کہ امام حسین کی مصیبت میں رونے
کا کس قدر ثواب ہے ائمہ اہلبیت سے روایت
ہے کہ غم حسین میں جو آنسو نکلتا ہے وہ در
بے بہا بنتا ہے۔ اس نایاب موتی کی
قدر وقیمت بازار حشر میں مخلوق پر
ظاہر ہوگی یعنی ایک آنسو کے عوض
نعیم جنت حاصل ہوگی۔ شیخ سہل
بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ
فرماتے ہیں کہ روز عاشورا
میں امام حسین کی مصیبت پر رویا
اور دل میں کہنے لگا کہ اگر میں عاشورا
کے دن نہ تھا کہ امام کے لئے اپنا خون

لہ۵ یہ روایت عناصر الشہادتین کے صـ۱۱ اور ۱۲ میں بھی نقل کی گئی ہے طبع لاہور

نہ بودم کہ در پیش آں شاہ شہید خون نم
بریزند امروز بارے درحسرت آں
قطرۂ چند آب از چشم خود بریزم شبانہ
حضرت رسالت صلعم در واقعہ دیدم کہ مرا گفت
اے سہل الجلال حضرت ذوالجلال کریم
قطرۂ آب از دیدۂ تو در مصیبت فرزند دلبند
من ضایع نیست و بداں گریہ کہ امروز
کردی فردا ترا چنداں ثواب دہند کہ محاسبان
تختہ خاک و مستوفیان دفتر افلاک
از عہدہ حصر و حساب ثواب آں بروں
نتوانند آمد در آثار آمدہ است کہ حسین
رضی اللہ عنہ روز قیامت بعرصات درآید
بچہرۂ خون آلود و گوید ربّ شفعنی
فیمن بکیٰ علی مصیبتی۔

بہاتا تو کم از کم آج چند آنسو اپنی آنکھوں
سے بہا دوں، رات کو جب میں سویا تو حضرت رسالتمآب
کو خواب میں دیکھا کہ حضرت صلعم قسم کے ساتھ
فرماتے ہیں کہ اے سہل میرے فرزند حسین
کے غم میں تمھارا ایک آنسو بھی ضایع
نہ ہوگا۔ آج کے دن جو تم نے گریہ کیا
ہے اس کے عوض میں کل قیامت کے
دن اتنا ثواب ملے گا کہ جس کا
حساب و شمار بھی نہ ہو سکے گا[1]۔ حدیث
میں ہے کہ قیامت کے دن امام
حسین خون آلود چہرے کے ساتھ تشریف
لائیں گے اور عرض کرینگے کہ خداوندا
میں اُن لوگوں کی شفاعت کرتا ہوں جنھوں
نے مجھ پر گریہ کیا تھا[2]۔

خدایا مرا شفاعت دہ در حق کسیکہ بر مصیبت من گریستہ است ہر کہ در دنیا بر
شہیدی و غریبی و مظلومی و بیکسی و بے برگی و تشنگی و گرسنگی من گریہ کردہ او را من
بخش شفاعت آں سید بجل قبول رسیدہ گریہ کنندگان حسین رضی اللہ عنہ
را برات نجاتے از زاں دارند

امام کی دعا قبول
ہوگی اور رونے
والوں کو پروانہ
نجات مل جائیگا

لہ ۱،۲ یہ دونوں روایات عناصر الشہادتین کے ص۱۱۱ و ۱۲۰ میں بھی نقل کی گئی ہیں طبع لاہور

(۱۶)

صحابی رسولؐ شیخ معمر ابی الرضا" بابا رتن بن ساہوک ہندی" رضی اللہ عنہ

جن کی صحابیت کی توثیق "اجلہ علمائے اہل سنت" نے کی ہے اور جن کی عظمت وجلالت کا اعتراف تمام صوفیائے کرام کرتے ہیں، انکی صحابیت کی توثیق کرنے والوں میں خصوصیت سے ذیل کے علمائے اعلام قابل ذکر ہیں:۔

(۱) مورخ شمس الدین محمد بن ابراہیم الجزری نے اپنی تاریخ میں۔

(۲) علامہ صلاح الدین الصفدی نے اپنے تذکرہ میں۔

(۳) علامہ علاء الدین الوداعی نے بھی اپنے تذکرہ میں۔

(۴) شیخ عبد الغفار بن نوح القوصی نے اپنی کتاب "الوحید فی سلوک اہل طریق التوحید" میں

(۵) مورخ البہار الجندی نے اپنی تاریخ الیمنی میں۔

(۶) محدث المکثر الرحال علامہ جمال الدین محمد بن احمد بن الامین الاقشہری نزیل المدینہ نے اپنی کتاب "فوائد رحلتہ" میں

(۷) علامہ ابن حجر صاحب اصابہ کے شیخ الحدیث علامہ مجد الدین شیرازی صاحب قاموس نے (جیسا کہ اصابہ میں ہے)

(۸) علامہ عبد الوہاب بن احمد بن علی الشعراوی الانصاری نے "لواقح الانوار فی طبقات الاخیار میں۔

(۹) علامہ طاش کبری زادہ نے "شقائق النعمانیہ" میں۔

(۱۰) علامہ مجد الدین علی بن ظہیر الدین محمد البدخشانی نے جامع السلاسل میں

(۱۱) شیخ نور الدین جعفر بن سالار المعروف با میر ملا خلیفہ سید علی الہمدانی نے خلاصۃ المناقب میں۔

(۱۲) مولانا عبد الرحمن جامی نے "نفحات الانس" میں۔

(۱۳) شیخ خواجہ محمد پارسا النقشبندی البخاری صاحب کتاب فصل الخطاب نے موصوف نے مسند رتن الھندی" سے احادیث کا ایک انتخاب بھی تصنیف فرمایا ہے

(۱۴) علامہ عبد العلی الملقب بہ بحر العلوم فرنگی محلی نے اپنی کتاب" فواتح الرحموت فی شرح مسلم الثبوت میں۔

اس کے علاوہ علامہ ذہبی کے بیان کی بنا پر شیخ محمد بن ابی بکر بن اسمعیل بن علی الانصاری نے بابا رتن سے احادیث کو اخراج کر کے ایک مجموعہ" مسند بابا رتن" کے نام سے تصنیف کیا ہے۔

یہی بابا رتن ہندی فضیلت گریہ میں ایک حدیث جناب رسالتمآب سے روایت فرماتے ہیں:۔

رواہ عبید اللہ بن محمد بن عبد العزیز السمرقندی قال حدثنی الامام صفوۃ الاولیاء جلال الدین موسیٰ بن مجلی بن بندار الدبیری قال اخبرنا الشیخ الکبیر العدیم النظیر رتن الھندی عن النبی قال	روایت کیا عبید اللہ بن محمد بن عبد العزیز سمرقندی نے کہ بیان کیا ان سے صفوۃ الاولیا امام جلال الدین موسیٰ بن مجلی بن بندار الدبیری نے کہ بتلایا ان سے بابا رتن ہندی نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کہ جو بندہ مومن عاشور کے دن حسین کی مصیبت پر

صلعم ما من عبد یبکی یوم اصیب ولدی الحسین الا کان یوم القیامة مع اولی العزم من الرسل وقال البکاء فی یوم عاشوراء نور تاہ یوم القیمة

روے تو قیامت کے دن وہ انبیائے اولی العزم کے ساتھ ہوگا اور فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ عاشور کے دن رونا قیامت کے دن کیلئے نور تام ہوگا۔

اس حدیث کو علامہ ابن حجر نے بھی اپنی کتاب اصابہ فی تمیز الصحابہ کی جلد اول حرف الراء القسم الرابع کے صفحہ ۵۳۳ پر نقل کیا ہے (مطبوعہ مصر)

(۱۷)

علامہ ابن حجر مکی ہیتمی اپنی کتاب (منح مکیہ) شرح قصیدہ ہمزیہ طبع مصر ص ۲۰۳ میں فرماتے ہیں:۔

(وقست) ای غلظت واشتدت (منھم) ای المکرۃ الفجرۃ المذکورین وھو حال من قولہ (قلوب) فوصل الیھما والی ذریتھما منھم غایۃ الایذاء والاستھانۃ بجفھم الواجب رعایۃ علیھم ولم تلن لھم تلک القلوب قط لان اللہ تعالی ارادلھا الشقاوۃ والعذاب الیم (علمن) ای اولئک الائمۃ الذین ھم بدورالدنیا ومن ثم قال الحسن البصری رحمۃ اللہ تعالی فی الذین قتلوا مع الحسین من اھلہ لیس لھم شبہ علی وجہ الارض رکبت الارض فقدھم والسماء) وھذا اقتباس من مفھوم قولہ تعالی فمابکت علیھم السماء والارض اذ مفھومہ ان المؤمن تبکی علیہ السماء والارض یعنی انھما یتاسفان علی ما فاتھما من اعمالہ وثوابھا اما الارض فمحال سجود المومن وعباداتہ واما السماء فمحال صعود الملئکۃ تبلغ الاعمال الیھا

واذا كان هذا فى مطلق المومنين كما علم من الاٰيته فما بالك بال البيت
النبوى والسر العلوى ولصح ان يكون المراد ببكائهما بكاء اهلهما وهو واضح
لكن الاول ابلغ ولا مانع من حمله على الحقيقة لانه ممكن ورد به الشرع فلا
يخرج عن ظاهره الا بدليل (فابكهم) ايها السامع للخطاب ما استطعت
اى مدت دوام استطاعتك تاسياً بنبيك صلى الله عليه وسلم
ثم بجبرئيل ثم بعلى كرم الله وجهه وروى ابن سعد عن الشعبى
قال مر على كرم الله وجهه بكربلا عند مسيره الى الصفين فوقف و
وسئل ان اسم هذه الارض فقيل له كربلا فبكى حتى بل الارض من
دموعه ثم قال دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يبكى
فقلت ما يبكيك قال كان عندى جبرئيل انفا واخبرنى ان ولدى الحسين
نقتل بشاطى الفرات بموضع يقال له كربلا ثم قبض قبضة من تراب تلك
الارض اشمنى اياها فلم املك عينى ان فاضتا واخرج الترمذى عن
ام سلمه رات النبى صلى الله عليه وسلم باكيا وبراسه ولحيته التراب
فسألته فقال قتل الحسين انفا وكذلك راٰه ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنها
نصف النهار اشعث اغبر بيده قارورة فيها دم يلتقطه له فساله فقال دم
الحسين واصحابه لم ازل اتتبعه منذ اليوم فنظر وافوجد وه قد قتل فى ذالک الیوم

(ترجمہ) سخت ہوگئے، اُن فاسقوں اور فاجروں کے دل ان بزرگوں پر جن کے اُٹھ
جانے پر زمین روئی اور آسمان نے گریہ کیا (یہ ترجمہ تھا امام بوصیری کے شعر کا
جو قصیدہ ہمزیہ میں ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں، یہ اقتباس ہے اس آیت کے مفہوم سے جو

کافروں کے بارے میں وارد ہوئی ہے کہ نہ اُن پر آسمان رویا اور نہ زمین نے گریہ کیا، اسکا مفہوم یہ ہے کہ مومن پر آسمان و زمین گریہ کرتے ہیں، یعنی انھیں رنج ہوتا ہے ان اعمال خیر کا جو اس مومن کے انتقال سے بند ہوجاتے ہیں اور اس ثواب کا جس کا سلسلہ قطع ہوجاتا ہے۔ زمین کی خصوصیت سے وہ مقامات جہاں وہ سجدہ کرتا تھا اور عبادتیں بجالاتا تھا اور آسمان کے وہ مقامات جہاں سے ملائکہ اس کے اعمال کو لے کر جاتے تھے۔ اور جب عام مومنین کی یہ شان ہے جیساکہ آیت سے معلوم ہوا تو کیا خیال ہے تمھارا اہل بیت رسول اور اولاد علیؑ و فاطمہؑ کے متعلق اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آسمان و زمین کے رونے سے مراد اہل آسمان و زمین کا رونا قرار دیا جائے اور یہ بالکل ظاہر ہے۔ لیکن پہلے معنی میں بلاغت زیادہ پائی جاتی ہے اور جب حقیقی معنی کا مراد لینا ممکن ہے کیونکہ شریعت میں اسکا ثبوت موجود ہے تو بلا وجہ اُسے نظر انداز کرنا درست نہیں ہے۔ جب یہ سب روتے ہیں تو تو بھی رو اے سننے والے اس آواز کے جب تک تیری جان میں جان ہے پیروی کرتے ہوئے اپنے پیغمبر کی پھر جبرئیل کی پھر حضرت علی کی۔

چنانچہ ابن سعد نے شعبی سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی صفین جاتے ہوئے کربلا کی طرف سے گذرے۔ حضرت ٹھہر گئے اور دریافت کیا کہ اس زمین کا کیا نام ہے؟ لوگوں نے کہا کہ کربلا۔ یہ سن کر حضرت روئے یہاں تک کہ زمین آنسوؤں سے تر ہوگئی، پھر فرمایا کہ میں حضرت رسول کے پاس آیا ایسے حال میں کہ حضرت رو رہے تھے۔ میں نے کہا، رونے کا کیا سبب ہے، فرمایا ابھی ابھی جبرئیل میرے پاس تھے، انھوں نے مجھے بتلایا کہ میرا فرزند حسینؑ نہر فرات کے پاس

ایک جگہ پر جسے کربلا کہتے ہیں قتل ہوگا پھر حضرت نے اس زمین سے ایک مٹھی خاک کی اٹھائی اور مجھ کو سنگھائی جس کے بعد مجھے کبھی قابو نہ رہا اور بیاختہ میری آنکھوں سے بھی آنسو بہنے لگے۔ اور ترمذی نے نقل کیا ہے کہ ام سلمہ نے حضرت رسول کو روتے ہوئے دیکھا اس حالت میں کہ بال پریشاں ہیں گرد و غبار پڑا ہوا ہے، ہاتھ میں ایک شیشہ ہے جسمیں خون ہے، دریافت کرنے پر ارشاد فرمایا کہ یہ حسین اور اُن کے اصحاب کا خون ہے جسے میں نے آج دن بھر جمع کیا ہے، لوگوں نے اس تاریخ کا خیال رکھا بعد میں معلوم ہوا کہ امام حسین اُسی روز شہید ہوئے۔

امام بوصیری کے چند اشعار جن کا تعلق مرثیہ سے ہے نقل کیے جاتے ہیں

من شهيد بن ليس ينسيني	الطف مصابيهما ولا كربلاء
ما رعى فيهما ذماماك مرؤس	وخان عهدك الرؤساء
ابدلوا الود والحفيظة فى القربى	فابدت ضبابها النافقاء
وقست منهم قلوب على من	بكت الارض فقدهم والسماء
فابكهم ما استطعت ان قليلا	فى عظيم من المصاب البكاء
كل يوم وكل ارض بكربى	منهم كربلا وعاشوراء
ال بيت النبى ان فؤادى	ليس يسليه عنكم التاساء
غير انى فوضت امرى الى الله	وتفويض الامور براء
رب يوم بكربلاء مسيئ	خففت بعض وزره الزوراء
والاعادى كان كل طريح	منهم الزق حل عنه الوكاء
ال بيت النبى طبتم وطاب	المديح لى فيكم وطاب الرثاء

اناحسان مدحكم فاذا	نحت عليكم فانني الخنساء
سدته الناس بالتقى وسوكم	سوّدته البيضاء والصفراء

(ترجمہ) دونوں شہید جن کی یاد کنارہ نہر فرات اور زمین کربلا سے ہمیشہ تازہ ہے، نہ رعایا نے (یارسول اللہ) اُن کے بارے میں آپ کے حقوق کا لحاظ کیا اور نہ حکام نے آپ کے عہد و پیمان کا پاس کیا، اُنھوں نے آپ کے قرابتداروں کی محبت کے بدلے میں کینہ و عداوت کو اختیار کیا جس کے آثار نمایاں ہوگئے، ان کے دل سخت ہوگئے، اُنلوگوں کے لئے جن پر آسمان اور زمین تک نے گریہ کیا جب تک دم میں دم ہے تو بھی (اے مخاطب) ان پر روتا رہ اس لئے کہ مصیبت کے مقابلہ میں رونا بہت کم چیز ہے، ہر دن اُن کے غم میں مجھے روز عاشورا اور ہر زمین زمین کربلا ہے۔ اے اہلبیت نبی میرے دل سے کوئی چیز آپ کا خیال دور نہیں کرسکتی، سوائے اس کے کہ میں ان مظالم کو خدا کے سپرد کردوں اور اس کے بعد بری الذمہ ہوجاؤں۔ کتنے مجرم ہیں کہ زمین کربلا کی زیارت ان کے گناہوں میں تخفیف کردیتی ہے اور دشمنوں کی یہ حالت ہے کہ وہ زمین پر افتادہ ہیں معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی مشک جس کا تسمہ کھل گیا ہو۔ اے اہلبیت نبی آپ پاکیزہ ہیں اور آپ کی شان میں جو مدح نظم ہو اور مرثیہ کہا جائے وہ بھی پاکیزہ ہے، میں آپ کی مدح میں حسّان کا درجہ رکھتا ہوں اور جب نوحہ پڑھنے لگوں تو خنسا (مشہور مرثیہ گو) ہوں۔ آپ نے دنیا پر تقویٰ و پرہیز گاری کے ذریعہ سے حکومت کی جب کہ آپ کے سوا دوسرے لوگوں نے سنہرے روپہلے سکوں سے اپنی حکومت قائم کی

(۱۸)

علامہ "شہاب الدین احمد بن عبدالقادر بن بکری العجیلی الحفظی الشافعی" اپنی

کتاب ذخیرۃ المال فی شرح عقد جواہر اللآل میں بذیل شرح شعر ؎

واکوبتاہ للمصاب الاعظم ، واوحشتاہ لاھل الخیّم

تحریر فرماتے ہیں :-

و للہ در البوصیری حیث یقول	خدا بھلا کرے امام بوصیری کا جنھوں نے امام حسین کے مرثیہ میں
والفقیر کذلک یقول ؎	کیا خوب کہا ہے اور میں بھی یہی کہتا ہوں کہ اے اہلبیت نبی آپ
آل بیت النبی طبتم فطاب المدح لی فیکم وطاب الرثاء	پاک و پاکیزہ ہیں اور آپکی شان میں جو نظم ہو اور مرثیہ کہا جائے
انا حسان مدحکم فاذا نحت علیکم فاننی الخنساء	وہ بھی پاکیزہ ہے، میں آپ کی مدح میں حسان کا مرتبہ رکھتا ہوں
ومن لم یبک لتلک الوقایع فلیباکی	اور جب نوحہ پڑھنے لگوں تو خنساء مشہور مرثیہ گو ہوں اور حقیقت
کیف وقد بکی لذلک رسول اللہ صلی اللہ	تو یہ ہے کہ جو شخص اس مصیبت عظمیٰ پر نہ روئے اسکو چاہئے کہ اپنے کو
علیہ وسلم ؎	بہ تکلف رونے والا بنائے کیونکر نہ ہو اس لئے کہ اس مصیبت کیوجہ سے
فابکھم ما استطعت ان قلیلا فی عظیم المصاب البکاء	رسول اللہ صلعم روئے اے شخص جبتک کہ دم میں دم ہے
ولا یکون البکا والحزن مخصوص بارض	تو بھی روتا رہ اسلئے کہ اس مصیبت کے مقابلہ میں رونا بہت کم چیز
کربلا او یوم عاشوراء لذلک من	ہے اور یہ رونا اور اندوہ کرنا صرف روز عاشورا یا
افعال الرافضہ بل حال ھذا الفقیر	زمین کربلا ہی کے لئے مخصوص نہیں ہے کہ یہ صرف رافضیوں
وکل محب اسیر کذلک ینشد ما قال	کا فعل ہے بلکہ اس فقیر اور ہر اسیر محبت اہلبیت کا یہ حال ہے
العلامۃ الکبیر ؎	جیسا کہ علامہ کبیر امام بوصیری نے کہا ہو کہ ہر دن انکے غم میں
کل یوم وکل ارض لکربی منھم کربلاء وعاشوراء	عاشورا ہی اور ہر زمین زمین کربلا ہے یعنی برابر روتا رہتا ہوں

(۱۹)

ملک العلماء علامہ شہاب الدین دولت آبادی نے اپنی کتاب "ہدایۃ السعداء" میں تعزیہ داری امام علیہ السلام کے جواز میں ایک مستقل و مبسوط باب تحریر فرمایا ہے، جسکا عنوان یہ ہے:-

الجلوة التاسعة فی تعزیة الحسین وفیما یبکی علیه النبی وعلی وفاطمه قبل قتله وبعده وفیما بکی علیه آدم وحوا والملئکة والعرش والکرسی والسماء والارض والصحابة والطیور والوحوش والحجارة وجمیع الامة من الانس والجن وثواب البکاء یوم عاشورا

جلوہ نہم۔ بیان میں عزاداری امام حسین کے وہ حسین جنکے مصائب پر رسول اللہ حضرت علی حضرت فاطمہ قبل شہادت اور بعد شہادت دونوں زمانوں میں روئے اور جن پر حضرت آدم وحوا اور فرشتے وعرش وکرسی آسمان وزمین صحابۂ رسولؐ پرندے اور درندے جانور پتھر اور انسانوں اور جنات کے تمام گروہ نے گریہ کیا اور دسویں محرم کے رونے کے ثواب میں۔ (ہدایۃ السعداء ص۳۳۸ قلمی)

علامہ ممدوح اسی باب میں ص۳۲۵ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

و در تشریح میگوید که ماتم و تعزیت داشتن حسین روز عاشورا بقول بعضے واجب است از بهر رفع تهمت یعنی تا کسے نه گوید که فلاں کس از یزیدیه است که ماتم خانداں نبی نمی دارد و اجتناب از تهمت واجب است وبقول بعضے سنت است از آنکه مصطفیٰ صلعم واصحابه وتابعین تعزیت ایشاں دل پر غم وچشم نم داشته ومارا متابعت ایشاں سنت است۔

تشریح میں ہے کہ عاشورہ کے دن بعضوں کے نزدیک عزائے امام حسین کرنا واجب ہے تاکہ تہمت دور ہو سکے اسکا مطلب یہ ہے کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ فلاں شخص (عزاداری نہ کرنیکی وجہ سے) یزیدی ہے جب ہی تو اہل بیت رسول کا ماتم برپا نہیں کرتا اسلئے تہمت سے (عزاداری کرکے) بچنا واجب ہے اور بعضوں کے قول کی بنا پر سنت ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلعم وصحابہ اور تابعین نے اس شان سے امام کی تعزیت کی کہ دل غمناک تھا اور آنکھوں میں آنسو تھے، اس لئے ان بزرگوں کی پیروی کرنا ہمارے لئے سنت ہے۔

اسی صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

واز ابوالقاسم پرسیدند کہ چہ حکمت است کہ روز وفات ہیچ پیغمبرے وخلفا نگریند و روز وفات حسین چرا گریند گفت بہر دفع تہمت و از بہر متابعت مصطفےٰ صلعم می آرند

علامہ ابوالقاسم سے کسی نے دریافت کیا کہ جب کسی پیغمبر اور خلفاء کی وفات پر نہیں روتے تو حسین کی وفات پر کیوں روتے ہیں تو انھوں نے جواب دیا کہ دو سبب سے ایک یہ کہ رفع تہمت کے لئے اور دوسرے رسول اللہ صلعم کی متابعت کی وجہ سے کہ وہ حضرت روئے تھے۔

پھر صفحہ ۳۳۳ پر ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

المقصود مصطفےٰ صلعم در حالہ حیات بر تعزیت ایشاں گریستا تو از ایذا و آزار ایشاں دور باشی و ترا بہ تعزیت ایشاں سنت شود

غرضکہ حضرت رسول خدا صلعم زندگی ہی میں اُن کی (امام حسین کی) تعزیت میں روئے تاکہ تم ان کو ایذا و آزار (دینے) سے دور رہو اور تمھارے لئے امام کی عزاداری سنت ہو جاوئے۔

اسی سلسلہ میں صفحہ ۳۳۷ پر رقم فرماتے ہیں:۔

”فی کیفیۃ ثواب من بکی علیھم“ فی التشریح قال صلعم من بکاء یوم عاشوراء لم یبکا عینہ فی ثلاث السنۃ بموت اولادہ ولا بمصیبۃ زوال الایمان حاصلہ ہر کہ روز عاشورا بگرید نہ گریہ کند از موت فرزندان خود و از زوال ایماں و فی المبکیات اے عاشقاں اگر حسین را آں روز

امام پر رونیوالوں کے ثواب میں،، حدیث میں ہے کہ جو شخص دسویں محرم کو روئے تو اس سال وہ اپنے اولاد کے غم میں نہ روئے گا اور نہ ایمان کے زائل ہونے کی مصیبت پر گریہ کریگا، اے عاشقان خاندان رسالت! اگر یزیدیوں نے اس دن حسین کو پانی نہیں دیا تو آج کے دن تو تم اپنی آنکھوں سے بارانِ اشک برساؤ اور انھیں آنسوؤں کے

آب نداوند امروز آب بدیہ بباریدہ شفاعت حسین را در روز قیامت بآب دیدہ بجوئید | طفیل میں حسین کی شفاعت حاصل کرو

درخبر است ہر کہ در مصیبت حسین شہید امروز می گرید بحضرت مصطفےٰ صلعم و پیش خاتون قیامت عرض می کند روح پاک مصطفےٰ و روح پاک فاطمہ زہرا او را آمرزش می خوانند .... و حضرت فاطمہ زہرا در بارگاہ الٰہی عرض کنند :-

الٰهی شفعنی فی احبائی
ومن یبکی علی مصیبتهم

"و حسین نیز گوید الٰہی ہر کہ دوستدار من بود و بر غریبی و شہیدی و مظلومی گریستہ مرا او را شفاعت دہ"

حدیث میں وارد ہوا ہے کہ آج (یعنی اس دنیا میں) جو شخص حسین کے غم میں رسول صلعم و فاطمہ زہرا کو پرسا دیتے ہوئے روئے تو اس رونے والے کے بارے میں حضرت رسول اللہ صلعم اور فاطمہ زہرا کی ارواح پاک (خدا سے) طلب بخشش کرتی ہیں، قیامت کے دن حضرت فاطمہ بارگاہ خداوندی میں عرض کرینگی خداوندا! میرے دوستوں اور شہیدان کربلا پر رونے والوں کے بارے میں میری شفاعت قبول فرمالے اور امام حسینؑ بھی قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں عرض فرمائینگے کہ خداوندا میرے دوستوں میں سے جو میری غربت و شہادت اور مظلومی پر رو رہا ہے اسکو بخش کر میری شفاعت قبول فرما۔

ملک العلماء دولت آبادی نے بہت ہی بسط و شرح کے ساتھ عزا داری امام مظلوم کے جواز پر روشنی ڈالی ہے، اصل کتاب ملاحظہ کرنا چاہیئے۔ توضیح مطالب کے لئے عبارات ذیل اور ملاحظہ فرمالیجئے۔ صفحہ ۳۲۲ پر ارشاد ہوتا ہے

دوم آنکہ ہرگاہ کہ جبرئیل آمد و خبر قتل حسینؑ گفت مصطفےٰ صلعم فرمود آں روز من ماتم | دوسرے یہ کہ جب حضرت جبرئیل خبر شہادت لیکر رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت صلعم نے دریافت

سلہ یہ روایت عناصر الشہادتین کے ۔۔۱۲ پر بھی منقول ہے۔

گفت : فرمود علی باشد گفت نہ گفت حسنؑ باشد گفت نہ پس مصطفیٰ فرمود تعزیت ایشان کہ دارد گفت امت تو دارند عزیزمن امروز تعزیت دار و سرمہ مکن زیرا چہ ہیچ عاقل گوید کہ روز تعزیت سرمہ کند اگر تعزیت ایشان داری بگذار

کیا کہ میں اس روز موجود ہونگا کہا نہیں، فرمایا علی ہونگے جبرئیل نے کہا کہ نہیں، ارشاد ہوا کہ فاطمہ ہونگی جواب ملا کہ نہیں پھر دریافت کیا کہ حسن ہونگے بتلایا کہ نہیں اُس وقت حضرت صلعم نے پوچھا کہ ان مظلوموں کی عزاداری کون کریگا جبرئیل امین نے بتلایا کہ آپ کی امت کریگی۔ میرے عزیزو آج کے دن عزاداری کرو اور اظہار خوشی میں سرمہ وغیرہ نہ لگاؤ، بتلاؤ کہ یہ کون عقلمند کہے گا کہ مصیبت وغم کے دن سرمہ لگایا جائے اگر واقعی تم اہلبیت کے تعزیہ دار ہو تو سرمہ نہ لگاؤ۔ صفحہ ۳۲۳ پر تحریر فرماتے ہیں۔

جبرئیل خبر دادہ بود کہ امت تو روز عاشور تعزیت شہید کربلا کہ در غربت مقتول شوند بدارند پس امت روز عاشور تعزیت غریبان کربلا میدارند بلکہ در پارس وغیر آں روز عاشورا زنان جامہ سبز می پوشند از جہت کمال تعزیت۔

جبرئیل نے یہ خبر دی تھی کہ آپ کی امت عاشورے میں عزائے شہید کربلا کرے گی اسی وجہ سے امت رسول عزائے امام کرتی ہے۔ بلکہ ایران اور دوسرے ملکوں میں انتہائی غم والم کے اظہار کیلئے عورتیں سبز لباس (جو غم کا لباس ہے) پہنتی ہیں

صفحہ ۳۲۶ پر ارشاد ہوتا ہے :-

"گریستن بر موافقت رسول صلعم و بہ تعزیت غریبان کربلا"۔

"شہدائے کربلا کی تعزیت میں رسول کی تاسی کرکے رونا"

و در خبر است ہر کہ در روز عاشورا شفقت و محبت حسنؑ و حسینؑ بگرید اگرچہ مقدار سر سوزن باشد خداوند عزوجل او را تا عاشورا دیگر

حدیث میں ہے کہ عاشور کے دن جو امام حسن اور امام حسین کی محبت کی وجہ سے گریہ کرے اگرچہ اس کے آنسو کی تری سوئی کے نوک کے برابر

از مصیبت موت او نگاہ دارد و زیراچہ اں این روزاست کہ عرش و کرسی و آسمان ہر روز وقت مغرب میگریند و مصطفے و مرتضیٰ و فاطمہ زہرا پیش ازیں گریستہ پس برائے اتباع ایشاں تراگریستن سنت است

ہی ہو لیکن اسیر بھی سال بھر تک یعنی دوسرے عشرہ محرم تک کے لئے اس شخص کو خداوند عالم موت سے محفوظ رکھے گا اس لئے کہ یہ وہ ہولناک دن ہے کہ عرش و کرسی اور آسمان آجتک مغرب کے وقت روتے ہیں اور حضرت محمد مصطفے صلعم و علی مرتضیٰ و فاطمہ زہرا اس سے پہلے اس غم میں رنے ہیں، اس لئے اُن حضرات کی پیروی کرتے ہوئے تم کو رونا سنت ہے۔

ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی کی "ہدایۃ السعداء" جسکا میں اسوقت حوالہ دیرہا ہوں اسکا نسخہ اسوقت میرے سامنے قلمی ہے اور اسی قلمی نسخے کے صفحات کا حوالہ بھی ہے۔ جن ناظرین کے پاس کوئی دوسرا نسخہ موجود ہو وہ "جُلوۂ سابعہ" اور "جُلوۂ تاسعہ" کو ملاحظہ فرمائیں، جس نسخہ سے میں حوالہ دے رہا ہوں وہ کتبخانہ فردوس مآب لکھنؤ میں موجود ہے اور غالباً عہد مصنف کا نسخہ ہے۔

(۲۰)

امام ائمہ اہلسنت و سرخیل صوفیان عظام حضرت سفیان ثوری "غم اہلبیت پر رونے و فریاد کرنے کو علامت ایمان قرار دیتے ہوئے" ارشاد فرماتے ہیں

ان حب بنی فاطمۃ علیھم السلام والجزع لھم مما ھم علیہ من الخوف والقتل و التطرید لیبکی من فی قبلہ شئ من الایمان۔

ماحصل یہ ہے کہ اولاد فاطمہ کی محبت میں اُنکے تمام گوناگوں مصائب پر جزع و فزع کرکے اظہار غم اور گریہ وزاری وہی شخص کریگا جسکے دل میں کچھ بھی ایمان ہے۔

(مقاتل الطالبیین علامہ ابوالفرج القرشی الاموی الکاتب الاصفہانی، ذیل ترجمہ عیسیٰ بن زید بن علی بن حسین صفحہ ۲۷۰) طبع عراق ۱۳۵۲ھ

اسی چیز کو "شیخ کمال الدین علیہ الرحمہ" ان الفاظ میں ظاہر فرماتے ہیں:۔

قال الشیخ کمال الدین ومصرع الحسین یسکب المدامع من الاجفان ویجلب الفجایع والاحزان ویلهف النیران فی اکباد اهل الایمان[1]

("ذخیرۃ المآل" شہاب الدین احمد الحفظی العجیلی)

حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا واقعہ

شہادت امام حسین پر گریہ وبکا کرنا اور اس کا اجر کیوجہ سے حضرت کے درجات کا عالی ہونا

روضۃ الشہدا ملا حسین واعظ کاشفی صفحہ ۲۶-۲۷ (مطبوعہ نولکشور پریس کانپور) میں ہے:۔

از علی بن موسیٰ الرضا منقول است کہ چوں حق تعالےٰ گوسفند برائے فدائے اسمٰعیل فرستاد وابراہیم آں را ذبح کرد بخاطر مبارکش خطور نمود کہ اگر بدست خود فرزند خود را قربان کردمے ثواب عظیم یافتمے وبقدم حرمت بر درجہ رفیع شتافتمے حق سبحانہ بوے وحی فرستاد

امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب خداوند عالم نے حضرت اسمٰعیل کا فدیہ گوسفند کو قرار دیا اور حضرت ابراہیم نے اس کو ذبح کیا تو اسوقت حضرت ابراہیم کے دل میں یہ بات آئی کہ اگر میں اپنے فرزند اسمٰعیل کو اپنے ہاتھوں خدا کی راہ میں قربان کرتا، تو ثواب عظیم کا مستحق ہوتا حضرت ابراہیم کے دل میں اس خیال کا

---

[1] واقعہ شہادت امام حسین علیہ السلام اہل ایمان کی آنکھوں سے آنسوؤں کو جاری کرتا ہے اور حزن و اندوہ کے ساتھ دلوں میں غم کی آگ سلگاتا ہے۔

که از جمله خلقان کرا دوست می داری ابراهیم گفت محمد را که حبیب وصفی تست خطاب آمد که اورا دوست تر میداری یا خود را ابراهیم گفت حقا که اورا از خود دوست تر میدارم باز فرمان رسید که فرزندان اورا دوست میداری یا فرزندان خود را خلیل جواب داد که فرزندان امجاد او نزد من دوست تر اند از اولاد من حق تعالیٰ وحی کرد بدو که یکے از فرزندان بزرگوار او را بخواری و زاری آزروے جور ستمگاری غریب و تنہا گرسنہ و تشنہ در دشت کربلا شربت شہادت بچشانند ابراهیم علیہ السلام چون تتمہ ازیں واقعہ بشنید قطرات حسرت از چشم سار چشم بر صفحات رخسار فرو بارید خطاب رسید کہ اے ابراهیم ثواب گریستن تو بر حسین و المے کہ بدل تو رسید برابر آں مثوبت است کہ بدست خود فرزند خود را قربان می کردی ۔

ہونا تھا کہ حضرت کو وحی ہوئی کہ اے ابراہیم تم ہماری مخلوق میں سب سے زیادہ کس کو دوست رکھتے ہو ابراہیم نے جواب دیا کہ خداوندا تیرے حبیب محمد مصطفیٰ کو پھر خطاب ہوا کہ اے ابراہیم تم محمد کو زیادہ دوست رکھتے ہو یا خود اپنے کو جواب دیا اپنے سے زیادہ حضرت صلعم کو دوست رکھتا ہوں، پھر حکم ہوا کہ تم اپنے فرزند اسمٰعیل کو زیادہ دوست رکھتے ہو یا ان کے فرزند کو خلیل نے جواب دیا کہ ان کے فرزندوں کو اپنی اولاد سے زیادہ دوست رکھتا ہوں (اس سوال وجواب کے بعد) وحی ہوئی کہ اے ابراہیم حضرت محمد کے ایک فرزند بزرگوار کو نہایت ظلم وستم کے ساتھ بھوکا پیاسا مسافرت میں کربلا کے بن میں اشقیا شہید کریں گے حضرت ابراہیم نے جس وقت واقعہ شہادت کو سنا تو بیساختہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور گریہ فرمانے لگے خطاب ہوا کہ اے ابراہیم حسین کے غم میں تمہارے دل کو جو صدمہ ہوا ہے اور روئے ہو اس کا ثواب برابر ہے اس ثواب اور اجر کے جو اپنے فرزند اسمٰعیل کو اپنے ہاتھوں سے قربانی کرنے میں ملتا۔

سلہ یہ واقعہ عناصر الشہادتین کے صفحہ ۱۰۲-۳ پر بھی درج ہے طبع لاہور

حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کا شہادت امام حسین پر گریہ وبکا کرنا

(الف) اخرج الحاکم والبیہقی عن ام الفضل بنت الحارث قالت دخلت علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوماً بالحسین فوضعتہ فی حجرہ ثم حانت منی التفاتۃ فاذا عینا رسول اللہ صلعم تھریقان من الدموع فقال اتانی جبرئیل فاخبرنی ان امتی تقتل ابنی ھذا واتانی بتربۃ من تربتہ حمراء۔

امام حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے سنن میں ام الفضل سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دن میں امام حسین کو لائی اور رسول اللہ کی آغوش میں دیدیا پھر جو دیکھتی ہوں تو آنحضرت کی چشم مبارک سے آنسو جاری ہیں۔ پھر خود ہی حضرت نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے کہ میری امت میرے اس لخت جگر کو شہید کرے گی اور مجھے اس مقام کی سرخ مٹی بھی دی ہے۔

(ینابیع المودۃ شیخ سلیمان الحنفی جلد دوم صفحہ ۳۱۸ وتحریر الشہادتین شرح سر الشہادتین مولانا شاہ سلامت اللہ صفحہ ۸۳ مطبوعہ مطبع اسدی لکھنؤ)

(ب) واخرج ابن سعد عن الشعبی قال مر علی رضی اللہ عنہ بکربلاء عند مسیرہ الی صفین وحاذی نینوی قریۃ علی الفرات فوقف وسأل عن اسم ھذہ الارض فقیل کربلاء

طبقات کبیر ابن سعد میں امام شعبی سے منقول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین کیطرف جاتے ہوئے جب نینوا (جو دریائے فرات کے کنارے ایک گاؤں ہے) کے مقابل ہوئے تو ٹھہر گئے اور اس سرزمین کا نام پوچھا کربلا بتایا گیا

فبکی حتی بل الارض من دموعه	حضرت روئے اور خوب روئے، اس قدر کہ
ثم قال دخلت علی رسول الله و	وہاں کی زمین آپکے آنسوؤں سے تر ہوگئی
ھو یبکی فقلت ما یبکیک قال عندی	پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت صلعم کی خدمت
جبرئیل انفا واخبرنی ان ولدی	میں حاضر ہوا اور حضور رو رہے تھے میں نے
الحسین یقتل بشاطی الفرات بموضع	پوچھا یا حضرت خیر تو ہے رونیکا کیا سبب ہے،
یقال له کربلا ثم قبض جبرئیل قبضة	فرمایا میرے پاس اسوقت جبرئیل بیٹھے
من تراب شممنی ایاہ فلم املك	تھے انھوں نے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسین
عینی ان فاضتا۔	فرات کے کنارے اس جگہ جسے کربلا کہا جاتا ہے

قتل کیا جائیگا۔ پھر جبرئیل ایک مشت خاک لائے اور مجھے سنگھایا پس مجھے اپنی آنکھوں پر قابو نہ رہا اور بے اختیار رو پڑیں (صواعق محرقہ ابن حجر مکی ص۱۱۵ مطبوعہ میمنیہ مصر)

(ج) عن عبد الله بن یحیی عن ابیه	عبد اللہ بن یحییٰ اپنے باپ سے روایت کرتے
انه سار مع علی رضی الله عنه وکان	ہیں کہ وہ صفین جاتے ہوئے حضرت علی کے
صاحب مطهرته فلما حاذی	ساتھ تھے کہ دفعتہً حضرت علی نے بلند آواز
نینوا وھو منطلق الی صفین فنادی	سے ندا دی کہ اے ابا عبد اللہ صبر کرو اے
علی رضی الله عنه اصبر یا ابا عبد الله	ابا عبد اللہ صبر کرو (امام حسین کی کنیت ہے)
بشط الفرات قلت وما ذا قال دخلت	دریائے فرات کے کنارے میں نے پوچھا کہ حضرت اسکی
علی النبی صلعم ذات یوم وعیناه	کیا وجہ ہے فرمایا ایک دن میں حضرت سرور عالم
تفیضان قلت یا نبی الله اغضبك	کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ حضرت صلعم
احد ما شان عینیك تفیضان قال	کی چشم مبارک سے آنسو جاری ہیں میں نے

بل عندی جبرئیل قبل فحدثنی ان الحسینؑ یقتل بشاطی الفرات قال فقال ھل لك الی ان اشمك من تربته قال قلت نعم فمد یدہ فقبض قبضة من تراب فاعطانیھا فلم املك عینی ان فاضتا۔

عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا کسی نے آپ کو غضبناک کیا ہے، حضورؐ کی آنکھوں سے آنسو کیوں جاری ہیں۔ فرمایا ابھی میرے پاس جبرئیل تھے انھوں نے بیان کیا ہے کہ میرا فرزند حسین فرات کے کنارے قتل کیا جائیگا۔ اسکے بعد کہا کہ وہاں کی خاک آپ سونگھنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ ہاں ضرور یہ سن کر جبرئیل نے ہاتھ پھیلایا اور ایک مشت خاک لائے اور مجھ کو دی۔ بس مجھے آنکھوں پر قابو نہ رہا اور وہ بے اختیار بہنے لگیں۔ مسند امام احمد بن حنبل جلد اول صفحہ ۸۵ مطبوعہ مصر

خاتون جنت حضرت فاطمہ صلوات اللہ علیہا کا گریہ کرنا

اور عزاداران امام حسین کے گریہ و بکا کی پیشین گوئی

فاطمہ نالہ آغاز کرد کہ حسین چہ گناہ کردہ باشد کہ در طفولیت بروے چنیں ظلمے برود خواجہ فرمود کہ اے فاطمہ ایں صورت در سن کودکی وجوانی نہ خواہد بود بلکہ در وقتے واقع شود کہ نہ تو باشی و نہ من و نہ علی و نہ برادرش حسن فاطمہ دیگر بار بخروشید کہ اے مظلوم مادر اے شہید مادر وائے بیکسی مادر چوں تو دراں زمان

جناب فاطمہ نے جب واقعہ شہادت کو سُنا تو گریہ وزاری فرمانے لگیں اور ارشاد کرنے لگیں ہمارے فرزند حسینؑ نے آخر کون سا گناہ کیا ہوگا کہ جس کی وجہ سے بچپنے میں اس پر یہ ظلم کیا جائیگا۔ خواجۂ کائنات نے فرمایا کہ بیٹی فاطمہ یہ واقعہ (شہادت) حسین کے لڑکپن یا جوانی کے زمانہ میں نہ ہوگا۔ اس

پدر و مادر نباشد کہ باشد کہ مصیبت تو قیام نماید و شرائط تعزیت تو بجا آورد کاشکہ من زندہ بودمے تا اقامت مراسم مصیبت تو نمودمے راوی گوید کہ ہاتفے آواز داد کہ ماتم او را مصیبت زدگان تا آخر زمان خواہند داشت کہ ہر سال چوں آن موسم درآید کہ او را شہید کردہ باشند ایشاں تعزیت وے را تازہ گردانند و شرط مصیبت او را بجامی آرند اشک ندامت از دیدہ بیارند آہ جگر سوز از سینہ بکشند (روضۃ الشہدا، صفحہ ۱۸۳ کانپور)

وقت نہ میں ہونگی نہ علی ہونگے نہ حسن اور نہ تم ہو گی۔ یہ سننا تھا کہ جناب سیدہ نے ایک چیخ ماری اور فرمانے لگیں اے مظلوم مادر اے شہید مادر اے بیکس و مضطر اس زمانہ میں ماں باپ نہ ہونگے تو کون تعزیت کرنے والا اور صف ماتم بچھانیوالا ہوگا۔ کاشکہ میں زندہ ہوتی تو مراسم عزا قائم کرتی راوی کہتا ہے کہ اس وقت ایک ہاتف کی آواز آئی جو کہہ رہا تھا کہ اے دختر رسول کچھ مصیبت زدہ لوگ ہونگے جو قیامت تک حسین کا ماتم کریں گے، ہر سال جب وہ زمانہ آئیگا جسمیں حسین شہید کئے جاویں گے تو اس زمانہ میں مجلس عزا قائم کی جائے گی اور آہ و فریاد و گریہ و زاری کریں گے۔

بعد شہادت امام حسینؑ

حضرت رسالتمآب صلعم کا بیقرار ہونا اور گریہ و بکا کرنا

عن سلمی الانصاریۃ قالت دخلت علی ام سلمۃ وھی تبکی فقلت مایبکیک قالت رأیت الان رسول اللہ صلعم فی المنام وعلی راسہ

سلمٰی انصاریہ کہتی ہے کہ میں ایک روز ام المومنین حضرت ام سلمہ کے پاس گئی اور وہ روتی تھیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کیوں روتی ہیں جواب دیا کہ میں نے ابھی رسول اللہ صلعم کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپکے سر اور ڈاڑھی پر گرد پڑی ہوئی تھی اور روتے تھے، میں نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کا یہ کیا حال

ولحيته التراب وهو
يبكي فقلت مالك
يارسول الله قال
شهدت قتل الحسين انفاً

ہے فرمایا ابھی حسین کے قتل میں گیا تھا۔ یہ واقعہ دسویں محرم کے عصر
کے وقت کا ہے۔ (صحیح ترمذی ص۴۲۶ طبع نولکشور۔ صواعق محرقہ
ابن حجر مکی ص۱۱۵ مطبوعہ میمنیہ مصر۔ تاریخ الخلفا علامہ جلال الدین
سیوطی ص۱۴۱ طبع محمدی لاہور۔ ماثبت من السنۃ شیخ عبدالحق محدث
دھلوی ص۲۷ طبع قیومی کانپور

(ب) عن ابن عباس
قال رأيت رسول الله
صلعم فيما يرى النائم
نصف النهار وهو
قائم اشعث واغبر
بيده قارورة فيها
دم فقلت بابي انت
وامي يا رسول الله
صلعم ماهذا الدم قال
هذا دم الحسين واصحابه
لم ازل التقطه منذ
اليوم فاحصى ذلك
اليوم فوجدوه
قتل يومئذٍ

حضرت ابن عباس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے
رسول اللہ صلعم کو خواب میں دیکھا کہ دوپہر کے وقت آپکے بال بکھرے
ہوئے ہیں اور ان پر غبار پڑا ہوا ہے، ہاتھ میں ایک شیشی ہے
جسمیں خون ہے، میں نے پوچھا یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر
فدا ہوں یہ کیسا خون ہے؟ فرمایا حسینؑ اور ان کے اصحاب کا
خون ہے جسکو جمع کر رہا ہوں، ابن عباس کہتے ہیں کہ پس میں
نے اس دن کا حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ امام حسین
اسی دن شہید ہوئے تھے۔ (صحیح ترمذی ص۴۲۶ طبع
نولکشور۔ مسند احمد حنبل جلد اول لمسند ابن عباس
دلائل النبوۃ امام بیہقی۔ استیعاب ابن عبدالبر حاشیہ
اصابہ ص۳۸۰ مطبوعہ مصر۔ صواعق محرقہ ابن حجر مکی
ص۱۱۶ طبع میمنیہ مصر۔ تاریخ الخلفا علامہ جلال الدین
سیوطی ص۱۴۱ طبع لاہور۔ ماثبت من
السنۃ ص۲۸ طبع کانپور۔

فرشتوں کا غمِ حسین میں قیامت تک روتے رہنا

(الف) اخبرنا ابو نصر عن والده باسناده عن ابی اسامه عن جعفر بن محمد رحمة الله علیه قال هبط علی قبر الحسین بن علی رضی الله عنهما یوم اصیب سبعون الف ملك یبکون علیه الی یوم القیامه۔

ابو نصر اپنے والد کے اسناد سے ابو اسامہ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ روز شہادت (مقام) قبر حسین پر ستر ہزار فرشتے نازل ہوئے کہ وہ قیامت تک حضرت پر گریہ و زاری کرتے رہیں گے۔

(غنیۃ الطالبین پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی بغدادی جلد دوم ص۶۱ و ۶۲ طبع مصر)

(ب) در مصباح القلوب مذکور است که کعب الاحبار رحمة الله علیه روزے اهل مدینه را از تلاطم و فتنها که در کتابها خوانده بود خبر می داد۔ گفت بدان خدائے که جان کعب بدست اوست خوانده ام که روزے وے را یعنی حسین را شهید کنند گروهے از فرشتگان بر سر روضه وے بایستند و می گریند که هرگز از گریه باز نه ایستند و در هر شب آدینه هفتاد هزار فرشته فرود آیند و بر سر

مصباح القلوب میں ہے کہ کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ ایک روز اہل مدینہ کو فتنہ و فساد سے آگاہ کر رہے تھے جس کو انھوں نے توریت میں پڑھا تھا اور یہ کہہ رہے تھے کہ قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں کعب کی جان ہے میں نے کتب سابقہ (تورات) میں پڑھا ہے کہ جس دن حسینؑ کو اشقیا شہید کرینگے اس دن فرشتے زمین معلّیٰ ومقام روضہ پر نازل ہونگے اور گریہ وزاری کریں گے اور گریہ میں برابر مشغول رہیں گے

قبر زاری کنند، وچوں بامداد شود بصوامع طاعت خود باز روند۔ (روضۃ الشہداء ملا حسین واعظ کاشفی ص۵ طبع کانپور)

اسکے علاوہ ہر شب جمعہ کو ستر ہزار فرشتے آسمان سے حضرت کے مزار پر نازل ہونگے اور گریہ وزاری کریں گے اور صبح ہوتے اپنے صوامع عبادت میں پلٹ جاویں گے۔[۱]

(ج) علامہ محب الدین الطبری اپنی کتاب ذخائر العقبیٰ فی المودۃ اہل القربیٰ کے ساتویں باب میں بسلسلہ ذکر مقتل الحسین وماجاء فی زیارۃ الحسین" تحریر فرماتے ہیں:۔

حول قبر الحسین رضی اللہ عنہ سبعون الف ملک شعثا غبرا یبکون علیہ الی یوم القیامۃ (اخرجہ حسن العتیقی)

قبر مقدس امام حسین کے ہر چہار جانب ستر ہزار فرشتے ہیں جو گرد وغبار آلود رہتے ہیں اور قیامت تک حضرت پر رویا کرینگے۔

(د) رئیس فرقہ اہل سنت شیخ الاعظم محمد بن ابی الفوارس الرازی اپنی کتاب الاربعین میں معنعناً امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نے اپنے آبائے طاہرین کے سلسلے سے جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرمائی ہے۔ (یہ حدیث اصل چالیس حدیثوں میں سے بارہویں حدیث ہے جس کو کہ علامہ ابوالفوارس نے کتاب الاربعین میں نقل کیا ہے) اس حدیث کا آخری حصہ جس کا ہمارے نفس مضمون سے تعلق ہے وہ یہ ہے

والذی نفسی بیدہ ان حول قبرہ اربعۃ آلاف ملک شعثا غبراً یبکون علیہ الی

حضرت نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے

---

[۱] یہ روایت عناصر الشہادتین کے ص۱۲۳ پر بھی ہے۔

یوم القیامۃ وفی روایۃ قد وکل اللہ تعالیٰ بالحسین علیہ السلام سبعین الف ملک شعثا غبرا یصلون کل یوم ویدعون لمن زارہ ورئیسھم ملک یقال لہ منصور فلا یزورہ زائر الا یستقبلوہ ولا ودعہ مودع الا شیعوہ ولا یمرض الا عادوہ ولا یموت الا صلوا علی جنازتہ واستغفروا بعد موتہ

امام حسین کی قبر کے ہر چہار جانب چار ہزار بال پریشاں وپراگندہ مو فرشتے ہیں جو حضرت پر قیامت تک روتے رہیں گے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار پراگندہ مو و بال پریشاں فرشتوں کو قبر حسین پر موکل فرمایا ہے جو روزانہ نماز پڑھتے ہیں اور جو زیارت کو جاتا ہے اسکے لئے دعاء خیر کرتے ہیں ان فرشتوں کے سردار کا نام منصور ہے پس جب کوئی زائر زیارت کرنے جاتا ہے تو یہ فرشتے استقبال کرتے ہیں اور جب زائر واپس ہوتے ہیں تو یہ کچھ دور تک رخصت کرنے جاتے ہیں اور اگر کوئی زایر بیمار ہوجاتا ہے تو یہ عیادت کرتے ہیں اور اگر کوئی مرجاتا ہے تو اس کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں اور اس کی موت کے بعد اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

جنّات کا رونا اور نوحہ کرنا

(الف) واخرج ابو نعیم فی الدلائل عن ام سلمۃ قالت سمعت الجن تبکی علی الحسین وتنوح

حافظ ابو نعیم نے دلائل میں حضرت ام المومنین ام سلمہ سے روایت کی ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے جنوں کو سنا کہ وہ حسینؑ پر روتے اور نوحہ کرتے تھے۔

اثبت من السنۃ شیخ عبد الحق محدث دہلوی ص۲۹ طبع کانپور۔ صواعق محرقہ طبع میمنیہ مصر ص۱۱۷ تحریر الشہادتین ص۹۴ طبع لکھنؤ

(ب) واخرج ثعلب فی امالیہ عن ابی جناب ثعلب نے امالی میں ابی جناب کلبی سے روایت

الکلبی قال اتیت کربلا فقلت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں کربلا میں آیا میں میں نے ایک لرجل من الاشراف بھا بلغنی شخص سے جو وہاں کے اشراف میں سے تھا پوچھا کہ میں نے انکم تسمعون نوح الجن سنا ہے کہ تم لوگ جنوں کے نوحے سنا کرتے ہو اس نے جواب دیا فقال ما تلقی احدا الا کہ تم جس سے ملو گے وہ یہی بیان کریگا کہ ہم نے نوحہ سنا ہے خبرك انه سمع ذالك (ماثبت من السنۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص۲۹ طبع کانپور)

(ج) واخرج ابو نعیم عن حبیب حافظ ابو نعیم نے حبیب بن ثابت سے روایت کی ہے وہ بن ثابت سمعت الجنیۃ تنوح بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک جنیہ کو سنا کہ وہ امام حسین پر علی الحسین وھی تقول ؎ نوحہ کرتی ہے اور کہتی ہے "رسول صلعم نے ان کی

مسح النبی جبینہ فلہ بریق فی الخدود پیشانی کا بوسہ لیا اُن کے رخسار میں چمک ہے اُن کے

ابواہ فی علیا قریش وجدہ خیر الجدود باپ دادا قریش کے بزرگ ہیں اور ان کے نانا سب سے

اخرج عن مزیدۃ عن جابر الحضرمی بہتر ہیں"۔ جابر حضرمی اپنی ماں کے ذریعہ سے روایت عن امہ قالت سمعت الجن تنوح علی کرتے ہیں وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے ایک جن کو سنا کہ وہ الحسین وھو تقول ؎

انعی حسین ھبلا کان حسینا جبلا امام حسین پر نوحہ کر رہا ہے اور کہتا ہے، حسین کی ثنائی سنا رہا ہوں وہ غمگین تھے اور صبر کے پہاڑ تھے (تحریر الشہادتین ص۹۶-۹۷ طبع لکھنؤ)

(د) فلما رحلوا من تکریت جب فوج یزید اہل بیت کو اسیر کرکے دمشق کی طرف منزل واتوا علی وادی النخلۃ فسمعوا بمنزل جا رہی تھی اور مقام تکریت سے کوچ کرکے وادی بکاء الجن وھن یلطمن خدود النخلہ میں پہونچی تو اُن لوگوں نے جنات کو روتے ہوئے ھن ویقلن شعراً..... فقالت سنا اس حالت میں کہ جن اپنے رخسار پر دو ہتڑ مار رہے ام کلثوم من انت یرحمك اللہ تھے اور یہ نوحہ پڑھ رہے تھے .... جب حضرت ام کلثوم

تعالیٰ قال انا ملک الجن اتیت انا وقومی لنصرۃ الحسین ووجدناہ مقتولا فلما سمع الجیش ذلک تیقنوا بکونہم من اھل النار۔

نے سنا تو فرمایا خدا تم پر رحم کرے کون ہو۔ جواب ملا کہ میں قوم جن کا بادشاہ ہوں میں مع جنات کی فوج کے امام حسینؑ کی مدد کے لئے آیا تھا لیکن بدقسمتی سے ہم دیر میں پہونچے اور حضرت شہید ہوگئے۔ جب فوج یزید نے سنا تو ان کو یقین ہوگیا کہ وہ دوزخی ہیں۔" (ینابیع المودۃ جلد دوم شیخ الاسلام قندوزی ص۳۵۱ و ص۳۵۲ طبع قسطنطنیہ)

زمین اور آسمان کا غم حسین میں رونا اور اظہار غم کرنا

(الف) اخرج الثعلبی عن السدی قال لما قتل الحسین بن علی بکت علیہ السماء وبکاءھا حمرتھا وحکی ابن سیرین ان الحمرۃ لم تر قبل قتلہ وعن سلیم القاضی قال مطرنا السماء دما ایام قتلہ وقال علی فما بکت السماء والارض الا علی یحییٰ بن زکریا وعلی حسین ابنی وعن کثیر بن شہاب الحارثی قال بینما نحن جلوس عند علی فی الرحبۃ اذ طلع الحسین قال ان اللہ

امام ثعلبی نے سدی سے روایت کیا ہے کہ جب امام حسین شہید ہوئے تو حضرت پر آسمان رو دیا اور اسکا رونا آسمان کی سرخی ہے۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ سرخی قبل شہادت امام حسین نہیں دکھلائی دیتی تھی، قاضی سلیم کہتے ہیں کہ شہادت امام کے ایام میں آسمان سے خون برسا حضرت علی نے فرمایا کہ زمین اور آسمان نہیں روئے سوائے حضرت یحییٰ اور میرے فرزند حسین پر۔ کثیر بن شہاب الحارثی بیان کرتے ہیں کہ مقام رحبہ میں ہم لوگ حضرت علی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں امام حسین نظر پڑے تو امیر المومنین نے فرمایا کہ خداوند عالم نے اس آیت فما بکت علیہم السماء والارض میں کچھ لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ قسم ہے اس کی جس نے دانوں کو شگافتہ کیا

ذکر قوما لقوله فما بکت
علیهم السمآء والارض
والذی فلق الحبة وبرأ النسمة لیقتلن
هذا ولتبکین علیه السماء والارض
عن ابن عباس قال ان یوم قتل
الحسین قطرت السماء دماً وان هذه
الحمرة التی تری فی السماء ظهرت
یوم قتله ولم تر قبله وان ایام قتله
لم یرفع حجر فی الدنیا الا وجد تحته الدم

ہر آئینہ یہ میرا فرزند قتل کیا جاوےگا اور اس پر آسمان اور
زمین روئیں گے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ جس دن امام حسینؑ
شہید ہوئے آسمان سے خون ٹپکا اور یہ آسمان کی سرخی
جو دکھائی دیتی ہے اسی دن سے ظاہر ہوئی
ہے اس سے پہلے نظر نہیں آتی تھی اور
ان دنوں جب حضرت شہید ہوئے ہیں دنیا
میں زمین سے کوئی پتھر نہیں اٹھایا جاتا
تھا، مگر اس کے نیچے تازہ خون ہوتا تھا
(ینابیع المودۃ للقندوزی جلد دوم صفحہ ۳۵۶ و صفحہ ۳۵۷ طبع قسطنطنیہ)

(ب) عن نضرۃ الازدیہ انها
قالت لما قتل الحسین بن علی امطرت
السماء دماً فاصبحنا وحبابنا وجرادنا
مملوۃ دماً وظهر یوم قتله من الآیات
ایضاً ان السماء اسودت اسوداداً
عظیماً حتی رویت النجوم نهاراً ولم
یرفع حجر الا وجد تحته دم عبیط
وان السماء احمرت لقتله وانکسفت
الشمس حتی بدت الکواکب نصف
النهار وظن الناس ان القیامة

نضرۃ الازدیہ کہتی ہیں کہ جب امام حسینؑ قتل ہوئے
تو آسمان سے خون برسا۔ ہم لوگوں نے اس
حالت میں صبح کی تھی کہ ہمارے تمام گھڑے مٹکے
خون سے بھر گئے تھے اور شہادت کے دن
بہت سی نشانیاں ظاہر ہوئیں آسمان بالکل سیاہ
ہو گیا گھٹا ٹوپ اندھیاری کی وجہ سے دن
کو تارے دکھائی دینے لگے، کوئی پتھر نہیں
اٹھایا جاتا تھا مگر اس کے نیچے خون تازہ ملتا
تھا۔ آسمان حضرت کی شہادت کی وجہ سے بالکل سرخ
ہو گیا۔ سورج کو گہن لگ گیا یہاں تک کہ دن

قد قامت وان السماء مکثت
بعد قتله سبعة ایام تری علی
الحیطان کانها ملاحف معصفرة
من شدة حمرتها وضربت الکواکب
بعضها بعضاً ونقل ابن الجوزی
عن ابن سیرین ان الدنیا اظلمت
ثلاث ایام ثم ظهرت الحمرة فی السماء و
قال ابوسعید ما رفع حجر من الدنیا الا وتحته دم
عبیط ولقد مطرت السماء ومابقی اثره فی
الثیاب مدة حتی تقطعت واخرج الثعلبی
ان السماء بکت وبکاءها حمرتها وقال غیره احمرت
آفاق السماء ستة اشهر بعد قتله ثم لازالت
الحمرة تری بعد ذلک وان ابن سیرین قال
اخبرنا ان الحمرة التی مع الشفق لم تکن
قبل قتل الحسین وذکر ابن سعد ان هذه الحمرة لم تر فی
السما قبل قتله وقال ابن الجوزی
حکمته ان غضبا یوثر حمرة
الوجه والحق تنزه عن الجسمیة
فاظهر تاثیر غضبه علی من

دو پہر تارے دکھلائی دیے۔ لوگوں نے خیال کیا
کہ قیامت آگئی اور آسمان سات روز تک بالکل سرخ
ہو گیا۔ دیواروں پر دھوپ کی سرخی ایسی معلوم ہوتی تھی
جیسے کسم کی گہری رنگی ہوئی چادریں ہیں۔ تارے
آپس میں ٹکراتے تھے۔ علامہ ابن جوزی ابن سیرین
سے نقل کرتے ہیں کہ بعد شہادت پہلے دنیا تین دن
تک اندھیری رہی اس کے بعد آسمان سُرخ ہوا۔
ابوسعید کہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی پتھر نہیں اٹھایا گیا
لیکن اس کے نیچے تازہ خون تھا اور آسمان سے
خون کی بارش ہوئی یہانتک کہ سرخی کا اثر کپڑوں
پر مدت تک باقی رہا اور سرخی نہ چھوٹی سوائے اس
کے کہ کاٹ ڈالا گیا۔ امام ثعلبی نے روایت کی ہے کہ
آسمان کے کنارے شدت کیساتھ چھ ماہ تک بعد
شہادت سرخ رہے، اس کے بعد بھی سرخی مٹی نہیں
بلکہ بعد کو بھی دکھائی دیتی ہے۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ
ہمکو یہ خبر ہو چکی ہے کہ شفق کی سرخی قبل شہادت حسین
نہیں دکھائی دیتی تھی۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ یہ سُرخی قبل
شہادت امام آسمان پر نہیں دکھائی دیتی تھی۔ علامہ
ابن الجوزی کہتے ہیں کہ اسمیں حکمت یہ ہے کہ غصہ

قتل الحسين حمرة الافق اظهار العظيم الجنابة

کی وجہ سے چہرہ سرخ ہو جاتا ہے اور خدا کی ذات جسم وجسمانیت سے بری ہے اس لئے اس نے امام حسینؑ کے قتل میں اپنے غیظ و غضب کا اظہار آسمان کے کناروں کے سُرخ ہونے سے کیا۔ تاکہ اس سے یہ ظاہر ہو جائے کہ امت نے بہت بڑا گناہ کیا (صواعق محرقہ ابن حجر کی صفحہ ۱۱۶ طبع میمنیہ مصر)

(ج) ولما قتل الحسين بكت الدنيا سبعة ايام والشمس على الحيطان كالملاحف المعصفرة والكواكب يضرب بعضها بعضاً وكان قتله يوم عاشوراء وكسفت الشمس ذلك اليوم واحمرت افاق السمآء ستة اشهر بعد قتله ثم لازالت الحمرة ترى فيما بعد ذلك اليوم ولم تكن فيما قبله۔

اور جب امام حسین شہید ہو گئے تو سات دن تک دنیا روئی اور آفتاب دیواروں پر ایسا تھا (یعنی دھوپ) جیسے کسم کی رنگی ہوئی چادریں اور ستارے آپس میں ٹکراتے تھے اور حضرت روز عاشور شہید ہوئے اور اسی روز سورج کو گہن لگا اور بعد شہادت چھ ماہ تک آسمان کے کنارے سرخ رہے پھر اس روز سے ہمیشہ سرخی دکھائی دیتی ہے اس سے پہلے کبھی نظر نہیں آتی تھی (ماثبت من السنۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص۲۵و۲۶ کانپور)

آسمان کے رونے کا ذکر تفسیر در منثور علامہ جلال الدین سیوطی جلد ۶ صفحہ ۳۹ مصر اور تفسیر فتح البیان جلد ۸ ص۳۳۶ طبع مصر میں بھی ہے۔

اولیاء عظام وصوفیائے کرام کا غم حسین میں رونا

وقال الزهري لما بلّغ الحسن البصري خبر قتل الحسين بكى حتى اختلج صدغاه ثم قال

زہری کہتے ہیں کہ جب خواجہ حسن بصری کو امام حسینؑ کی شہادت کی خبر معلوم ہوئی تو اس قدر روئے کہ ان کی کنپٹیاں شدت گریہ میں پھڑکنے لگیں کہنے لگے

اذل الله امۃ قتلت | کہ خدا اس امت کو ذلیل کرے کہ اس نے اپنے
ابن بنیّھا ینابیع المودۃ جلد ۲ ص ۳۲ نبی کے نواسے کو شہید کیا۔

سفیان ثوری کے متعلق "مقاتل الطالبیین" ابوالفرج اصفہانی کے حوالے سے اور شیخ کمال الدین کے بارے میں ذخیرۃ المال کے حوالہ سے اس سے پہلے کسی دوسرے مقام پر بیان کیا جا چکا ہے کہ وہ اہلبیت رسول کے مصائب میں رونے اور فریاد کرنے کو علامت ایمان سمجھتے ہیں، اس صورت میں ظاہر ہے کہ وہ کیونکر نہ گریہ کرتے رہے ہونگے۔ اسی طرح شیخ سہل بن عبداللہ تستری کے رونے کا تذکرہ بھی کسی مقام پر روضۃ الشہداء ملا حسین واعظ کاشفی کے حوالے سے لکھا جا چکا ہے اور امام بوصیری اور شیخ شہاب الدین عبدالقادر کے گریہ کے متعلق بھی کسی جگہ تشریح کی جا چکی ہے۔

شیخ الاسلام بابا فرید گنج شکر، مخدوم شیخ شرف الدین یحییٰ منیری، سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی، مخدوم شیخ علاء الحق پنڈوی، خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسو دراز، سید عبدالرزاق بانسوی وغیرہم کا ایام عزا میں رونا اور مجالس عزا برپا کرنیکا تذکرہ "غم حسین" کے حوالے سے اوپر لکھ چکا ہوں، ان کے علاوہ اور بہت سے اولیاء اللہ ہیں جو امام حسین پر گریہ وزاری کرتے اور عشرہ محرم کو ایام عزا سمجھتے تھے۔

خواجہ منصور اصفہانی مقتدائے احناف خواجہ علی غزنوی حنفی، مجدالدین ہمدانی، شیخ ابوالفتوح نصرآبادی، خواجہ محمود حدادی حنفی، خواجہ امام شرف الائمہ ابونصر سنجانی خواجہ تاج اشعری نیشاپوری، شیخ احمد شیبانی رحمہم اللہ۔

یہ وہ لوگ ہیں جو امام مظلوم کے غم میں گریہ و ماتم کرتے تھے، دیکھو اخبار الاخیار محدث دہلوی و کتاب نقض الفضائح ملا عبد الجلیل رازی ۔ ایسے ہی اور بہت سے مشائخ اور صوفیائے کرام ہیں جن کے "ملفوظات" سے ان کے گریہ و زاری و تعزیہ داری کرنے پر روشنی پڑتی ہے جیسے مولانا عبد الرحمٰن صاحب محدث پانی پتی، شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی، مخدوم وارث علی شاہ صاحب دیوہ شریف، شیخ الاسلام حافظ محرم علی شاہ صاحب خیر آبادی اور مولانا شاہ عبد الرحمٰن صاحب المخاطب بہ مقبول النبی لکھنوی وغیرہم[۱] ۔ یہ وہ بزرگ ہستیاں ہیں جو مسلمانوں کے روحانی پیشوا تھے لیکن ان حضرات کو عزاداری امام مظلوم میں خاص شغف تھا ۔ ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جن کے مزار پر سال بھر تک برابر تعزیے رکھے رہتے ہیں ۔

مولانا شاہ عبد الرحمٰن صاحب المخاطب بمقبول النبی کے حالات میں لکھا ہے کہ :۔

حضرت مولانا در عشرۂ محرم الحرام بر استماع مصائب امامین علیہما السلام رغبت بسیار داشت چنانچہ از شیخ غضنفر علی اکثر مرثیہ ہائے موزوں و از مولوی نور اللہ کتاب دہ مجلس و دیگر روایات سماعت فرمودہ و آب دیدہ می شدند

(انوار الرحمٰن لتنویر الجنان صفحہ ۱۱۵)

حضرت مولانا عشرۂ محرم میں امام حسن و امام حسین علیہم السلام کے مصائب کو سننے کی جانب راغب رہتے تھی چنانچہ شیخ غضنفر علی اکثر مرثیہ پڑھکر سناتے اور مولوی نور اللہ کتاب دہ مجلس یا دوسرے روایات کو سناتے تھے جن کو سن کر حضرت آنسو بھر لاتے تھے ۔

اسی صفحہ پر ہے :۔

تبدیل پوشاک بروز جمعہ معمول حضرت — حضرت کا یہ طریقہ تھا کہ ہمیشہ جمعہ کے دن

---

[۱] لطائف اشرفی میں ہے کہ ولایت سبزوار میں حضرت سید علی محمد کہ عمدہ ارباب صوفیہ علیہ الرحمہ تھے رسم عزاداری قائم رکھتے تھے اور علم نصب کرکے اس کے نیچے بیٹھتے تھے اور اس کے ساتھ گشت میں جاتے تھے اور حضرت قدوۃ الکبریٰ بھی رسم عاشورہ بجالاتے تھے اور علم کے قریب بیٹھتے تھے اور کبھی سید علی قلندر کو رسم عزا بجالانے کیلئے حکم دیتے تھے ۔ اور کتاب بحر العارفین حضرت غفران خان غوری کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ ان کو عزاداری و ماتم کے بارے میں شک تھا جس پر خواب میں ان کو تنبیہ کی گئی اور شک جاتا رہا عزاداری کرنے لگے ۔ (از تنبیہ دربیان تعزیہ مولوی محب اللہ حنفی)

عاشورہ کو پوشاک بدلنے میں کرامت

بود مگر در عشرۂ محرم الحرام بروز جمعہ تبدیل پوشاک نمی کردند صرف غسل و پارچہ مستعمل می پوشیدند۔

لباس تبدیل فرماتے تھے لیکن اگر جمعہ محرم کی دسویں کو پڑتا تو لباس تبدیل نہیں فرماتے بلکہ غسل فرماکر استعمالی کپڑا پہن لیتے تھے۔

صفحہ ۱۱۶ پر ہے:۔

در سال آخر عمر شریف یوم عشرۂ محرم الحرام بروز جمعہ افتادہ بعد فراغت نماز جمعہ آنحضرت بر بستر مبارک دراز شدند و از مریدین و معتقدین حاضرین وقت حکایات معرکۂ کربلا بیان می فرمودند چنانچہ مولوی محمد نور اللہ کتاب دہ مجلس روبروے آنحضرت می خواند و آں حضرت بگوش حق نیوش سماعت فرمودہ آبدیدہ می شدند دریں اثنا بمولوی مجید الدین مھونوی مرید خاص را ارشاد فرمودند کہ اندکے خاک بیار عرض نمود کہ دریں جا خاکے بدستم نیاید فرمودند کہ کلوخہائے گل دراں جا بسیار اند یک کلوخ را سائیدہ زود تر نزد من آرہ و آنحضرت برائے حاجت استنجا تشریف می بردند۔ چنانچہ مولوی مذکور زود کلوخے

حضرت مولانا کی عمر شریف کے آخر سال عشرۂ محرم جمعہ کے دن پڑا، نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد حضرت بستر مبارک پر لیٹ گئے اور مریدین و معتقدین و دوسرے حاضرین سے واقعہ کربلا بیان فرمایا اور حضرت کے سامنے مولوی نور اللہ صاحب کتاب دہ مجلس سے واقعہ شہادت پڑھنے لگے، حضرت نے گوش حق نیوش سے سماعت فرمایا اور آبدیدہ ہوئے، اسی اثنا میں حضرت نے مولوی مجید الدین صاحب مھونوی سے جو مرید خاص تھے یہ ارشاد کیا کہ تھوڑی سی خاک لاؤ، انھوں نے عرض کیا کہ اس جگہ مجھکو خاک نہ ملے گی۔ فرمایا کہ یہاں پر مٹی کے کلوخ بہت ہیں ایک کلوخ کو توڑ کر اس کی خاک میرے پاس جلد لائیے۔ اس کے بعد حضرت استنجا کرنے

مرید سے خاک منگانے کا امتحان

را سائیدہ قریب زینۂ مسجد شریف پیش
آنحضرت نمود. آنحضرت یک چنگی خاک را
از دست مبارک گرفتہ بر سر مبارک کہ برہنہ
بود انداختند بوقت شام میاں تاج الدین
صاحب و محمد حسین خانصاحب کہ از مریدان
خاص بودند عرض نمودند کہ امروز کہ از
آنحضرت حرکتے بوقوع آمد بایاں را
خیلے تعجب رو نمود فرمودند کہ بروز شہادت
امام حسین علیہ السلام حضرت ام سلمہ در مدینہ
منورہ خوابے دیدند کہ رسول صلعم شیشہ
خون در دست و برہنہ سر و ریش مبارک
گرد آلود می آیند حضرت ام سلمہ عرض نمودند
کہ یا رسول اللہ صلعم من در دنیا بدیں صورت
آنحضرت را گاہے ندیدہ بودم امروز چہ
واقعہ پیش آمد فرمودند کہ ایں وقت من
در کربلا در مقتل حسین خود
بودم ہر گاہے کہ خبر شہادت
در مدینہ منورہ رسید ہماں وقت بود کہ در
خواب دیدہ بودند در جواب آں باز محمد حسین

کے لئے تشریف لے گئے مولوی صاحب
موصوف بہت جلد ہی خاک لے آیے اور مسجد
کے زینہ کے قریب ہی حضرت کی خدمت
میں پیش کیا حضرت نے دست مبارک سے
ایک چنگی خاک لے کر اپنے سر مبارک پر ڈال
لی حضرت ننگے سر تھے، شام کے وقت
میاں تاج الدین صاحب اور محمد حسین
خانصاحب جو خاص مریدوں میں سے تھے
ان ہر دو صاحبان نے عرض خدمت کیا
کہ آج حضرت سے عجیب حرکت ظاہر ہوئی
ہے (یعنی سر پر خاک ڈالا ہے) اس کی وجہ
سے ہم سب کو سخت تعجب ہے. فرمایا
کہ روز شہادت امام حسینؑ حضرت ام سلمہ نے
مدینہ منورہ میں ایک خواب دیکھا تھا کہ حضرت
رسول صلعم ننگے سر ہیں اور ریش مبارک گرد آلود ہے
ہاتھ میں ایک شیشی ہے جسمیں خون ہے حضرت
ام سلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے دنیا میں
کبھی بھی آپ کو اس حالت میں نہیں دیکھا
آخر کیا ماجرا ہے حضرت نے فرمایا کہ میں اس وقت

خانصاحب عرض نمودند که معاملهٔ خواب را سنت پیغمبر توان گفت فرمودند که نزد ما خواب حضرت ام سلمه عین مشاہده است ایں سنت که از من باقی بود ادا کردم و آں ہم دستور حضرت مولانا بود قدرے از نانہائے لنگر حسینی طلب فرمودہ تبرکاً می چشیدند۔

کربلا میں اپنے فرزند حسین کے قتلگاہ میں تھا اس لئے یہ حالت ہے، جب مدینہ منورہ میں شہادت کی خبر پہونچی تو معلوم ہوا کہ امام حسینؑ اسی وقت شہید ہوئے تھے جو وقت کہ خواب دیکھا گیا تھا اس کے جواب میں محمد حسین خاں نے عرض کیا کہ کیا خواب کے واقعات پر بھی سنت رسول کا اطلاق ہو سکتا ہے فرمایا کہ ہمارے نزدیک بی بی اُم سلمہ کا خواب عین مشاہدہ ہے۔ یہ سنت جس پر عمل کرنا اب تک باقی تھا آج میں نے اس پر عمل کیا۔ مولانا کا یہ بھی دستور تھا کہ حسینی لنگر سے روٹی طلب کر کے بطور تبرک تھوڑی نوش فرمایا کرتے تھے

صفحہ ۱۱۷ پر ہے۔

شب عاشور بعد نماز تہجد که دراں وقت آواز نوحہ ہا بگوش آنحضرت رسید فرمودند که ایں نوحہ کیست حاضرین عرض نمودند که صبح یوم عاشور است ایں نوحہ مومنین شیعہ است ارشاد گردید که اگر حق تعالے نوحہ آنہارا قبول فرمودہ بہشت را بر گریہ امام حسین علیہ السلام موقوف داشتہ شیعہ ہا از سنیان بازی بردند حاضرین باز عرض نمودند که نوحہ ایہنا از خلوص دل نیست فرمودند که از سنیان ایں قدر ہم نمی شود۔

ایکمرتبہ شب عاشور نماز تہجد کے بعد نوحہ کی آواز حضرت کے کان تک پہونچی دریافت فرمایا کہ یہ نوحہ کون پڑھ رہا ہے حاضرین نے عرض کیا کہ عاشور کی صبح ہے مومنین شیعہ نوحہ کر رہے ہیں، ارشاد فرمایا کہ اگر حق تعالیٰ نے ان لوگوں کے نوحہ کو قبول فرمایا اور بہشت کو گریہ حسین ہی پر موقوف رکھا ہے تو شیعوں نے سنیوں سے بازی جیت لی حاضرین نے دوبارہ عرض کیا کہ انکا نوحہ خلوص سے نہیں ہے۔ فرمایا کہ سنیوں سے تو یہ بھی نہیں ہوتا۔

ائمہ اسلام و علمائے کرام کا غمِ حسینؑ میں مرثیہ کہنا

امام شافعی نے امام حسین کا مرثیہ کہا ہے (ینابیع المودۃ جلد دوم صفحہ ۳۳۲ و ۳۵۶ معراج الاصول حافظ جمال الدین الزرندی المدنی)

امام شرف الدین محمد البوصیری نے بھی مرثیہ کہا ہے جو ہمزیہ کے نام سے مشہور ہے جس کے کچھ اشعار اس رسالہ میں کسی مقام پر نقل کئے جا چکے ہیں (جواہر العقدین امام سمہودی۔ الحسین جلال الحسینی جلد ۳ ص ۲۳۳ طبع مصر) علامہ عبدالحمید بن ابی الحدید معتزلی نے بھی مرثیہ کہا ہے (الحسین جلال الحسینی جلد ۳ ص ۲۳۳ طبع مصر) علامہ عبدالباقی آفندی العمری الموصلی نے مرثیہ کہا ہے (الحسین جلد ۳ ص ۲۴۳)

علامہ سید بن شہاب نے مرثیہ کہا ہے (الحسین جلال الحسینی جلد ۳ ص ۱۷۵ طبع مصر) اور علامہ شہاب الدین احمد ابن عبدالقادر العجیلی نے بھی مرثیہ کہا ہے (ذخیرۃ المآل) ان کے علاوہ علمائے اہلسنت کی کثیر تعداد ہے جنھوں نے مراثی کہے ہیں۔

امام حسین کا مرثیہ کہنے والے کا مجاہدین کربلا میں شمار ہونا

ونقل ابن الجوزی ان ابن الھباریۃ الشاعر اجتاز بکربلا فجعل یبکی علی الحسین واھلہ رضی اللہ عنہ وانشد شعرا ... ... ثم نام فی مکانہ فرائ النبی صلعم فی المنام فقال لہ جزاک اللہ خیرا البشر فان اللہ قد

علامہ سبط ابن الجوزی اپنے تذکرہ خواص الامہ میں لکھتے کہ ابن ہباریہ شاعر کا گزر جب کربلا سے ہوا تو امام حسین کی مصیبت پر رونے لگا اور یہ مرثیہ کہا اسکے بعد سو گیا اور خواب میں حضرت سرورِ عالم کو دیکھا کہ حضرت فرماتے ہیں، خدا

لعلک ممن جاھد بین یدی ابنی الحسین
(ینابیع المودۃ جلد دوم ص۳۴۲ طبع قسطنطنیہ)

تجھے بشارت ہو کہ اسکے عوض میں خدا نے تجھے مجاہدین کربلا کے گروہ میں قرار دیا ہے

خاتم العلماء عزیز المفسرین مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی مصنف تحفۂ اثنا عشریہ کا مجلس کرنا اور سلام اور مرثیہ کو سن کر رونا اور اُس کو باعث ثواب سمجھنا

مولانا شاہ محمد فخر عالم صاحب سجادہ نشین خانقاہ پھاگلپور نے اپنے قدیم کتابوں اور خطوں کے ذخیرہ میں سے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کا ایک پُرانا مکتوب عزاداری اور مجالس کے متعلق حاصل کر کے مجلہ علمیہ معارف مین (بابتہ اکتوبر ۳۲ء) آثار علمیہ و ادبیہ کے زیر عنوان شایع کر دیا ہے۔ اس خط کے متعلق مولانا شاہ فخر عالم صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"یوں تو مراسلہ نگار کی ذات ہی اس قابل ہے کہ جو ٹکڑا بھی آپ کی تصنیف و تالیف کا مل جائے تو ہم لوگوں کے لئے باعث صد نازش ہے۔ چہ جائیکہ ایسے موضوع پر کہ جسکے عمل کی وجہ سے صوفیاے کرام کا گروہ ہدف ملامت ہوتا آرہا ہے، آپ جیسے مقدس متبحر فاضل و محدث کا لکھا ہوا خط جسمیں وہ اپنے عمل اور معمولات کو ظاہر کرتے ہیں کیوں نہ قابل قدر اور لائق عمل ہو۔"

نقل خط حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ۔ بنام احمد یار خاں ساکن کشن گنج کھگڑا

از فقیر عبدالعزیز۔ بعد سلام مسنون مکشوف ضمیر ذکا تخمیر باد کہ عنایت نامہ سامی بار دیگر در مقدمہ مرثیہ خوانی وغیرہ وصول نمود

فقیر عبدالعزیز کی طرف سے بعد سلام مسنون کے واضح رائے عالی ہو کہ جناب کا گرامی نامہ دوسری مرتبہ مرثیہ خوانی وغیرہ کے متعلق موصول

آنچہ دریں باب معمول فقیر است می نویسد۔
ازہمیں جا قیاس باید کرد در تمام سال دو مجلس
درخانہ فقیر منعقد می شود یکے مجلس ذکر وفات
شریف دوم مجلس ذکر شہادت امام حسینؑ
علیہ السلام ومردم روز عاشورا یا یک روز دو
روز پیش ازیں قریب چہار صد یا پانصد کس
بلکہ گاہے قریب ہزار کس فراہم می آیند و
درود می خوانند۔ بعد ازاں کہ فقیر برآید
ومی نشیند ذکر فضائل حسنین علیہما السلام کہ
درحدیث شریف وارد شدہ دربیان می آید
وآنچہ دراحادیث اخبار شہادت ایں بزرگاں
وبدنامی قاتلان ایشاں وارد شدہ نیز مذکور
میشود بایں تقریب بعضے شدائد کہ برجناب
ایشاں گزشتہ ازروئے احادیث معتبر
بیان کردہ میشود وہم دریں ضمن مرثیہاے
کہ ازمردم غیر یعنی جن وپری حضرت ام سلمہ
ودیگر صحابہ شنیدند نیز مذکور میشود وبعد ازان
ختم قرآن وپنج آیت خواندہ برماحضر فاتحہ
نمودہ می آید ودریں وقت اگر شخصے خوش

ہوا۔ اس بارے میں فقیر کا جو کچھ معمول ہے
اُسے لکھا جاتا ہے اس سے آپ اندازہ کرسکتے
ہیں۔ پورے سال میں فقیر خانہ پر دو مجلس
منعقد ہوتی ہیں، ایک ذکر وفات شریف
کی دوسرے شہادت امام حسینؑ علیہ السلام
کے ذکر کی مجلس جو عاشور کے دن یا اس سے
دو ایک دن پہلے چار سو یا پانچ سو اور کبھی
کبھی ہزار کے قریب لوگ جمع ہوتے ہیں
اور درود پڑھتے ہیں اور جب فقیر باہر آتا
ہے اور بیٹھتا ہے تو امام حسین کے وہ فضائل
جو احادیث میں مذکور ہیں بیان کئے جاتے
ہیں اُن بزرگوں کی شہادت کے متعلق اور
اور اُن کے قاتلوں کی بدانجامی کے متعلق
جو کچھ اخبار و احادیث میں ہے وہ بھی
بیان کیا جاتا ہے اس سلسلہ میں ان شدائد
و مصائب کا بھی تذکرہ ہوجاتا ہے جو
احادیث معتبرہ کی رو سے آپ حضرات پر گذرے
ہیں اور وہ مرثیے بھی پڑھے جاتے ہیں جنھیں
حضرت ام سلمہ اور دوسرے صحابیوں نے جنوں

الحان سلام میخواند یا مرثیہ مشروع شروع می کند اتفاق شنیدن میشود وظاہر است کہ دریں اکثر حضار مجلس راوایں فقیر را ہم رقت وبکا لاحق می شود پس اگر ایں چیز با نزد فقیر بہمیں وضع جائز نمی بود اقدام برآں اصلا نمی کرد و انچہ امور دیگر نامشروع است اما حاجت بیان ندارد و امام شافعی می فرماید ؎

لو کان رفضا حب آل محمد

فلیشهد الثقلان انی رافضی

زیادہ بجز توفیق حسنات چہ برنگارد

اور پریوں سے سنا ہے اس کے بعد ختم قرآن اور شجورہ پڑھا جاتا ہے اور ماحضر پر فاتحہ دیا جاتا ہے اسوقت میں اگر کوئی خوش الحان شخص سلام یا مرثیہ مشروع پڑھنا شروع کرتا ہے تو اس کے سننے کا اتفاق ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس حالت میں اکثر حاضرین مجلس اور خود فقیر پر گریہ وبکا طاری ہوجاتا ہے اگر یہ چیزیں فقیر کے نزدیک اسی طریقہ سے جائز نہ ہوتیں تو کبھی اسپر اقدام نہ کرتا اور دوسرے جو غیر شرعی امور ہیں انکے بیان کی حاجت نہیں امام شافعی فرماتے ہیں ؎ اگر آل محمد کی دوستی کا نام رفض ہے تو دونوں جہاں گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔ فقط

مہر

۱۱۸۹ هوالعزیز الولی الرحیم

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا یہ خط ان کی فقہ کی کتاب موسومہ فتاویٰ عزیزیہ جلد اول صفحہ ۱۰۴ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۲۲ھ میں بھی موجود ہے لیکن میں نے دارالمصنفین اعظم گڈھ کے ارگن "رسالہ معارف (جو زیر ادارت سید سلیمان ندوی نکلتا ہے) کے حوالہ سے اس لئے لکھا ہے تاکہ اس ہیقہ انیقہ کے مہتم بالشان ہونے میں کسی قسم کا شک نہ رہے :-

عزاداری آثار اسلام میں سے ہے اور اس سے فوائد دینی حاصل ہوتے ہیں

تعزیہ امام باڑہ کی تعظیم ضروری ہے

مصنف کتاب معرکۂ آرا (یہ کتاب شیعوں کی رد میں ہے) جناب مولانا سلامت علی خاں طبیب ولد شیخ محمد عجیب المعروف بہ خداقت خاں دہلوی ثم بنارسی جوارشد تلامذہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ہیں اور جن کا شمار فاضل متکلمین اہلسنت میں ہے اپنی کتاب تبصرۃ الایمان (یہ کتاب بھی شیعوں کی رد میں ہے) کے صفحہ ۲۲ میں تعزیہ داری کے متعلق تحریر فرماتے ہیں :-

للہ الحمد کہ آں از آثار اسلام و عالمے بوجوہات کثیرہ ازاں بہرہ اندوزد و فوائد دینی ازاں حاصل است۔	خدا کا شکر ہے کہ تعزیہ داری آثار اسلام میں سے ہے اور ایک عالم بہت سی وجہوں سے بہرہ اندوز ہوتا ہے اور اس سے دینی فائدے حاصل ہوتے ہیں

اس عبارت کے بعد امامباڑہ اور تعزیہ کی تعظیم کے متعلق تحریر فرماتے ہیں

وشک نیست دراں کہ امام باڑہ و نقل تربت شریف بعد مرتب شدن لائق تعظیم است بالضرور وادب آں شایاں ایمان	اور اس میں کوئی شک نہیں کہ امامباڑہ تعزیہ تربت اور ضریح وغیرہ بننے اور مرتب ہونیکے بعد ضروری اور لازمی تعظیم کے لائق ہیں اور

ان چیزوں کی تعظیم اور ادب کرنا اہل ایمان کے شایان شان ہے (تبصرۃ الایمان صفحہ ۲۲ مطبوعہ کلکتہ ۱۲۳۶ھ)

مولانا عبدالرحمن صاحب المخاطب بمقبول النبی "تعزیہ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں :-

این در ہندوستان شعائر اعظم دین است
چراکہ نام نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
بلند گردیدن گویا نام آنحضرت صلعم بلند
شدن است وعلاوہ ازیں نفع رسانی
خلائق بہر نوع می شود۔ و درباب رفتن
زیارت تعزیہ ہا ارشاد فرمودند کہ اگر تعزیہ
راضریح مبارک تصور کردہ بہماں آداب
روند مضائقہ ندارد واگر بانس وکاغذ
فقط خیال کردہ برائے سیر روند
نباید ومقام زیارت راسیر گفتن موجب
خطاست۔ درمیان ہمیں گفتگو شخصے
عرض نمود، ضریح مبارک یک است
وایں تعزیہ ہا ہزاراں اند تعظیم
وآداب چگونہ شود۔

فرمودند کہ در مکہ شریف خانہ خدا
یک است ونقل آں ہزارہا مسجد اند
چگونہ بتعظیم آنہا می سازند۔

تعزیہ ہندوستان میں دین کے شعائر
اعظم میں سے ہے۔ اس لئے کہ نواسہ رسول
کے نام کا بلند ہونا گویا خود آنحضرت
صلعم کے نام کا بلند ہونا ہے، اس
کے علاوہ اس سے نفع خلائق تو ہر
نوع حاصل ہوتا ہی ہے اور تعزیہ کی
زیارت کرنے جانے کے لئے ارشاد فرمایا
کہ اگر تعزیہ کو ضریح مبارک سمجھ کر
اسی ادب واحترام کے ساتھ جائیں تو
اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن
اگر صرف بانس اور کاغذ سمجھ کر سیر کرنے
کے لئے جائیں تو ایسا نہ چاہئے۔
زیارت کی جگہ کو سیر کہنا یہ غلطی ہے دوران
گفتگو میں ایک شخص نے عرض کیا کہ
ضریح مبارک (جو کربلا میں ہے) وہ ایک
ہے اور تعزیہ ہزاروں کی تعداد میں لہذا
تعظیم وادب کیونکر ہو فرمایا کہ مکہ
شریف میں خانہ خدا ایک ہی ہے اور اس کی نقل میں ہزاروں مسجدیں ہیں
تو ان مسجدوں کی کیونکر تعظیم کیجاتی ہے (انوار الرحمن لتنویر الجنان ص ۱۱۵)

علمائے صالحین نے تعزیہ داری کی ترویج کیلئے فتویٰ دیا ہے

اور محیی السنۃ اورنگ زیب عالمگیر شہنشاہ ہند تعزیہ داری کا کبھی مزاحم نہیں ہوا

یہ ظاہر ہے کہ سلاطین مغلیہ کے زمانے میں علمائے اہل سنت کا کافی دور دورہ رہا ہے وہ حضرات احیائے سنت و محو بدعت میں برابر جد جہد کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ اکبر بادشاہ کے زمانے میں بھی یہ حالت رہی ہے کہ شیخ عبدالنبی صدر۔ اور مخدوم الملک ملا عبداللہ سلطان پوری ایسے کٹر اور سخت قسم کے علماء استیصال بدعات اور امحائے رسوم غیر شرعی میں بجد کد و کاوش کرتے رہے ہیں بس انتہا یہ تھی بیچارے شیعہ بجرم رفض روزانہ قتل کئے جاتے تھے اور اُن کی لاشیں قبر سے نکال کر پھینک دی جاتی تھیں اور انھیں علماء کے فتاوے ایسے مظالم اور خون ناحق کے ذمہ دار ہوتے تھے (جیسا کہ آئین اکبری، اکبر نامہ، تاریخ منتخب التواریخ ملا عبدالقادر بدایونی سے ظاہر ہے) جب اکبر کے زمانے میں یہ حالت تھی تو پھر متعصب سلاطین کے دور میں جو حالت رہی ہوگی وہ ظاہر ہے۔ اس زمانہ دراز میں علمائے اہلسنت برابر کتابیں لکھتے رہے، فقہی رسائل تصنیف کئے گئے، فتاوے کی بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھی گئیں مثل فتاوائے عالمگیری، فتاوائے قاضی خان مگر ان مسند نشینان شریعت نے کوئی فتویٰ عدم جواز تعزیہ داری پر یا اس کے بدعت و حرام ہونے کے متعلق کبھی بھی نہیں دیا اور نہ اپنی کتابوں میں ہی اس

ء کے خلاف کچھ تحریر فرمایا اور نہ کبھی بادشاہ وقت کو اس کے انسداد کی ترغیب دی۔

شاہجہاں جو ایک باخبر اور متعصب بادشاہ تھا اس نے بھی اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی۔ اس بادشاہ کا وزیر اعظم سعد اللہ خاں جو عالم متبحّر تھا اور اس عہد کا قاضی القضاۃ مستعد خاں جو سخت قسم کا حنفی المذہب تھا مگر ان دونوں نے بھی کسی قسم کا تعزیہ داری کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا۔ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر جس کی شرعی ہیبت اور پابندی دین کا اُس وقت ڈنکا بج رہا تھا اور جو مُحیّ السنۃ کے نام سے اِس وقت تک یاد کیا جاتا ہے لیکن وہ بھی کبھی تعزیہ داری کا مزاحم نہیں ہوا۔

مولانا عبدالواحد نبیرۂ مولانا عبدالعلی فرنگی محلی اپنے رسالہ "ازالۃ الاوہام" میں لکھتے ہیں:۔

مراسم تعزیہ داری امام علیہ السلام از صدہا سال جاری و مروج است و در زمانۂ سلاطین اہل اسلام و متشرع مانند جلال الدین اکبر و جہانگیر و شاہجہاں و عالمگیر اورنگ زیب وغیرہ کہ در تمامی ملک خود نافذ الامر کلی بودند لوازم تعزیہ داری بوجہ احسن بتقدیم می رسد و نواب سعد اللہ خاں وزیر اعظم

مراسم تعزیہ داری صدہا سال سے جاری و مروج ہیں متشرع شاہان اسلام کے زمانے میں بھی مثل جلال الدین اکبر، جہانگیر، و شاہجہاں اور عالمگیر اورنگ زیب کے زمانہ حکومت میں تعزیہ داری ہوتی تھی یہ وہ سلاطین تھے جو تمام مملکت ہند میں قابو یافتہ تھے اور ان کے حکم احکام جاری تھے اس زمانے

شاہجہاں عالم متبحر و قاضی القضات مستعد خاں خود کہ ہر یک حنفی المذہب بودند و دیگر علمائے آں زماں اگر مراسم مذکورہ را خلاف شرع دیدے بنداشتند بحضور سلاطین معروض ساختہ در تمامی ملک موقوف می کنانیدند کہ در سرکار شاہی اختیار کلی می داشتند و بادشاہ ہم متشرع بودند بذات خود در تمامی ملک و تحت حکومت خود موقوف میکردند در آں عہد عموماً و خصوصاً مروج بود و تا حال جاری است و انشاء اللہ تا قیامت جاری خواہد ماند و کسے از عوام و خواص از آں تا تا حال انحراف از آں نہ کردہ دریں صورت ترویج آں باجماع امت ثابت و متحقق است

میں بھی تعزیہ داری کے رسوم اچھی طرح ادا کیے جاتے تھے۔ نواب سعد اللہ خاں وزیر اعظم شاہجہاں بادشاہ ایک زبردست عالم متبحر تھا۔ ایسے ہی قاضی القضات مستعد خاں جو علامہ دوراں تھے یہ لوگ حنفی مذہب کے سختی سے پابند تھے ان کے علاوہ اور دوسرے علما بھی تھے لیکن ان میں سے ایک نے بھی تعزیہ داری کی مخالفت نہیں کی اگر تعزیہ داری خلاف شرع ہوتی تو یقیناً یہ لوگ بادشاہ سے کہہ کر بند کرا دیتے اس لئے کہ یہ لوگ دربار شاہی میں کافی رسوخ و اختیار رکھتے تھے اور خود بھی متشرع و پابند مذہب تھے اس لئے اگر کوئی اس جانب اُن کو متوجہ بھی نہ کراتا تو خود سے بند کرا دیتے لیکن اس کے برعکس تعزیہ داری اُس زمانے میں عام طور سے جاری تھی اور اب بھی رائج ہے اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گی۔ آج تک کسی نے بھی چاہے عوام میں سے ہو یا خواص میں سے اس زمانے سے اب تک کسی نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی اس صورت میں گویا تعزیہ داری کی ترویج اجماع امت سے ثابت و متحقق ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس زمانے کے عالمان دین نے اس کے جواز کا فتویٰ دیدیا تھا۔

علمائے صالحین ایں عصر و مراسم مذکورہ را از شعائر اسلام تصور فرمودہ قطعاً فتویٰ برائے

اس زمانے کے علمائے صالحین نے تعزیہ داری کو شعائر اسلام سمجھتے ہوئے اس کی ترویج وبقا

ترویج وقیام آں دادہ اند پس ازیں عصر و زماں
علمائے صالحین بر ترویج وقیام تعزیۂ امام مظلوم حکم
دادہ اند بجا و درست و ترویج آں موجب ثواب
اجر عظیم است۔ ازالۃ الاوہام مصنفہ مولانا عبد الواحد
نبیرۂ مولانا عبد العلی بحر العلوم فرنگی محلی۔

کیلئے فتویٰ دیا ہے بس اس زمانے کے
کہ علمائے صالحین نے تعزیہ رکھنے اور
تعزیہ داری کرنے کے بارے میں جو فتویٰ
دیا ہے وہ بالکل صحیح و درست ہے اور
تعزیہ داری کی ترویج ثواب و اجر عظیم کا سبب ہے

تعزیہ وغیرہ بنانا ادلۂ شرعیہ سے جائز ہے بدعت نہیں ہے

متاخرین علمائے ہند میں قدوۃ المحققین مولانا حافظ شاہ محمد فائق صاحب حنفی مظہوی محتاج تعارف نہیں ہیں۔ مولانا ایک زبردست محقق اور صاحب تصانیف کثیرہ ہیں[1]۔ آپنے جواز تعزیہ داری میں ایک محققانہ اور مدلل رسالہ تحریر فرمایا ہے جس سے آپ کی قوت استدلال و استنباط کا پتہ چلتا ہے۔ اس رسالہ کا نام "جواز التعزیۃ من الادلۃ الشرعیۃ" ہے جو "دافع الزام" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ رسالہ ۱۳۳۳ھ میں مطبع عصر جدید میرٹھ میں چھپا ہے۔ مطبوعہ رسالہ مجھ کو مولانا مرحوم کے پوتے اور جانشین جناب مولانا حافظ شاہ عبد القادر صاحب مظہوی ادام اللہ فیوضہ نے عطا فرمایا ہے

اس رسالہ کی توثیق بھی مولانا عبد القادر صاحب زاد مجدہ نے فرمائی ہے جو اس مقام پر درج ہے۔

توثیق } رسالہ ہٰذا "دافع الزام" یعنی "جواز التعزیہ من الادلۃ الشرعیۃ" میرے جد امجد حضرت مولانا وبالفضل اولٰنا مرشدنا حافظ سید محمد فائق صاحب واسطی نظامی نیازی قدس سرہ کی مبارک تصنیف ہے جو مطبع میرٹھ میں حسب ایمائے جناب ابو محبوب علی خاں صاحب سابق میں چھپ چکا ہے للہ الحمد کہ اب دوبارہ شائع ہو رہا ہے۔ یہ رسالہ بالکل صحیح ہے اور اصل نسخہ مصنف قدس سرہ سے بالکل مطابق ہے۔ فقط

۱۳ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ　　　　فقیر۔ سید عبد القادر نیازی نظامی

---

[1] مولانا کی یہ تصانیف بہت مشہور ہیں (۱) تحقیق الحق فی وجود مطلق (۲) تحقیق الفائق فی تخلیق الخلائق (۳) تحقیق السماع (۴) تحقیق البدعۃ (۵) تحقیق المسلمین فی رفع نزاع التابعین (۶) اظہار الحق (۷) تائید اسلام بجواب ترک الاسلام (۸) تنبیہ المنکرین (۹) کاشف الاسرار (۱۰) ہدایت الاسلام فی حق من ترک السلام و الکلام (۱۱) کما یقول یقال (۱۲)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذی جعل لنا ذرائع
حصول الثواب وارسل رسولا لهدایتنا
فعلمنا طریق حصول النجاة و
الاجتناب من الهلکات وصلی
الله تعالیٰ علی خیر خلقه محمد
واله واصحابه خصوصاً علیٰ من
هو احب الیه من اهلبیته وعترته
امابعد فهذا رسالة فی جواز التعزیة من
ادلة الشرعیة اعلم ان جمیع الاشیا
یثبت احکامها من الادلة الاربعة
الشرعیة اولها القران ثم الحدیث
ثم الاجماع فبعده القیاس امّا
القران فلا یوجد فیه ممانعة التعزیة
ولا فی الحدیث ایضا واما الاجماع
فان کان باتفاق الالوف من اتباع
شخص واحد وهو یقول انه
لیس بجائز فمن کان اتباعه یقول
کلهم کما یقال المتبوع باتباعه فهذا

"بعد حمد صلوٰۃ کے واضح ہو کہ یہ رسالہ
جواز تعزیہ میں ہے دلائل شرعی سے، پس جاننا
چاہئے کہ اہل علم اس بات کو جانتے ہیں
کہ ہر شے کے جواز و عدم جواز کا ثبوت ادلہ
اربعہ شرعیہ پر موقوف ہے، اول قرآن دوسرے
حدیث، تیسرے اجماع، چوتھے قیاس۔
قرآن میں تعزیے کی ممانعت نہیں، حدیث
میں اسکی ممانعت نہیں، رسول اللہ صلعم نے
بطور پیشین گوئی کے قیامت تک کا حال
بیان فرمایا ہے اس میں اس کا کچھ ذکر نہیں کیا
خلفائے راشدین نے اس کو منع نہیں کیا
جامع احادیث صحاح ستہ نے اس کو منع
نہیں کیا امام ابوحنیفہ امام شافعی امام مالک
امام احمد بن حنبل جو تمام مسائل جزئیہ کو
اخذ و استنباط کرنے والے ہیں اور تمام مسلمان
انہیں حضرات کے مقلد ہیں ان میں سے کسی
نے منع نہیں کیا۔ الغرض ادلہ اربعہ سے نہ تو
قرآن سے اس تعزیے کی ممانعت ہے نہ حدیث

ليس باجماع لان قولهم جميعا هو
قول واحد المتبوع فمثل هذا
الاجماع غير مقبول عند اهل العلم
وان كان الوف الالاف فى عقيدة
واحدة وكل واحد يقول انه ليس
بجائز فهذا المجموع من الاقوال ليس
باجماع لانه لمشاركتهم فى المشرب
كما قال واحد يقول كلهم جميعا لا
محالة فهذا ايضا ليس باجماع فهو
فى الحقيقه ان يكون كل واحد من
اهل العلم محققا ولا يكون احد منه
متبعا للغير ولا يسلكون فى مسلك
واحد ويجتهد كل واحد على اصول
العلم فى جزئية غير محكومة عليها
فكان احكام مستنبطهم من الدلائل
متفقا جميعا كلها فهذا الاجماع
مقبول عند محققين و ذلك الاجماع
لم يوجد فى عدم جواز التعزية اصلا
وما يوجد من الاجماع فى عدم جواز

سے، اب رہا اجماع اور قیاس، اجماع کا یہ
حال ہے کہ ایک مقتدا کے اگر ہزاروں متبع
ہوں تو جو اُس مقتدا کی زبان سے نکلتا ہے
جتنے اُسکے متبع ہوتے ہیں سب کے سب اُسی
کی سی کہنے لگتے ہیں پس مردمان کثیر متبعین
کا باہم ہمزبان ہونا یہ اجماع نہیں یہ تو
ایک شخص کے قول کی پیروی ہے اسی طرح
ہزارہا اشخاص جو ہم مشرب اور ہم عقیدہ
ہوتے ہیں اور بوجہ ہمخیال ہونے کے اُن سب
کی رایوں کا مجموعہ بہیئت کذائی حقیقۃً ایک
رائے ہے پس یہ بھی اجماع نہیں اور یہ تعزیے
کے ناجائز کہنے والے جتنے دیکھے جاتے ہیں
یا تو ایک مقتدا کی پیروی کرنے والے ہیں یا
بوجہ ہم مشرب ہونے کے جو ایک کا خیال ہوتا
ہے وہی اُن سب کا خیال ہوتا ہے پس یہ
بھی اجماع قابل اعتبار نہیں حقیقۃً اجماع
یہ ہے کہ ہر ذی علم جو کسی کا تبع ہو کر حکم نہیں
لگاتا یا بوجہ ہم مشرب ہونے کے ایک دوسرے
کی سی نہیں کہتا بلکہ موافق اصول اور

التعزیة فهو اما اقوال المتبعین
بقول مقتداهم او اقوال الذین
یکون مسلکهم واحدا فما یقول
کلهم مثله وکلاهما من اجماعین
غیر مقبول عند المحققین لعدم
التحقیق فیهما فلمّا ظهر من هذا
البیان ان عدم جواز التعزیة
لم یثبت من القرآن ولا من الحدیث
ولا بالاجماع فبقی من الادلة
الاربعة دلیل واحد وهو القیاس
ولابد له من نظیر فی القرآن او
فی الحدیث فبعد التتبع والاستقراء
فیهما لم یوجد نظیر عدم جواز
التعزیة فی القرآن ولا فی الحدیث
بل خلافه یوجد نظیر جواز التعزیة
فی القرآن والحدیث البتة وهو
کما ان المساجد المختلفة الاشکال
نقل العمارة الکعبة الشریفة هکذا
التعزیة المختلفة الاشکال نقل العمارة

قواعد علمی کے اپنے اپنے دلائل اور قرائن سے
کسی امر جزئی پر کوئی حکم لگائے اور بہ جب
اتفاق اُن سب کے احکام ایک دوسرے کے
متفق ہو جائیں حقیقۃً یہ اجماع ہے اور
تعزیے کے عدم جواز میں اس قسم کا اجماع پایا
نہیں جاتا پس اس اجماع سے تعزیے کا عدم
جواز ثابت نہ ہوا۔ غرضکہ نہ تو قرآن سے تعزیے
کا عدم جواز ثابت ہوا نہ حدیث سے نہ اجماع
سے اب رہا قیاس، قیاس کے لیے قرآن و
احادیث میں اسکی نظیر کا ہونا ضروری ہے
تاکہ جو حکم مقیس علیہ میں ہو وہی مقیس میں
بھی ہو اس مقیس تعزیے کے عدم جواز کے
لیے قرآن اور حدیث میں کوئی نظیر نہیں
ملتی تاکہ عدم جواز کا حکم لگایا جائے بلکہ
اسکے خلاف کی نظیر موجود ہے وہ یہ کہ تمام
مختلف صورتوں کی مسجد خانۂ کعبہ کی نقل
ہیں دلیل اور ثبوت اس کا یہ ہے کہ جس طرح
خانۂ کعبہ کو خانۂ خدا کہتے ہیں اور جو شرائط
اور آداب خانۂ کعبہ کیلئے ہیں وہی شرائط و

روضة سيد الشهداء عليه السلام
فكما بناء المسجد جائز شرعا هكذا
بناء التعزية جائز قياسا بل من
الحديث ايضا وهو ما روى عن ابن
عباس قال فان كنت لابد فاعلا
فاصنع الشجر وما لا روح فيه والظاهر
ان التعزية غير ذي روح ونقل
من روضة سيد الشهداء عليه
السلام وله عمارة ليس له حس
ولا روح فثبت جواز بناء التعزية
من الحديث والقياس كليهما والامر
المتفق عليه ان ما ثبت من القرآن
او الحديث او بالاجماع او بالقياس
لا يقال له بدعة سيئة على جهالة
عن الاصول فمن اشتهر في الاشتهار
ان التعزية بدعة وكل بدعة
ضلالة فهو خطاء وليس هذا الا
تعصبا وخدعة للعوام ليترك الناس
بناء التعزية وسد باب الخير بحيلتها

آداب مسجدوں کے لیے ہیں اس سے ثابت ہوا
کہ یہ مسجدیں حقیقۃً خانۂ کعبہ کی نقل ہیں جو ایک
عمارت ہے اسی طرح یہ مختلف صورتوں کے
تعزیے حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے
روضۂ متبرکہ کی نقل ہیں جو ایک عمارت ہے
اور جس طرح اُن مسجدوں کا بنانا شرعاً جائز ہے
اسی طرح ان تعزیوں کا بنانا باعتبار حکم مقیس علیہ
کے شرعاً جائز ہوا بلکہ موافق اس روایت کے
جو ابن عباس سے مروی ہے قال فان کنت
لابد فاعلا فاصنع الشجر وما لا روح فیہ
یعنی اگر کسی چیز کی تصویر بنانا ضروری سمجھے تو
درخت کی یا ایسی چیز کی تصویر بنانا چاہیے
کہ جس میں روح نہیں ہوتی اور یہ ظاہر ہے کہ
تعزیہ ذی روح نہیں پس اس حدیث سے
بھی تعزیہ بنانے کا ثبوت ہوا جب ان
چاروں ادلۂ شرعیہ سے تعزیہ کا عدم جواز
ثابت نہ ہوا بلکہ برعکس اسکے قیاس اور
حدیث سے اس تعزیے بنانے کا جواز نکلتا ہے
تو اب جو صاحب تعزیے کے عدم جواز کا حکم

فان قلت ما يقول ان بناء التعزية
غير جائز وانما تمنع بنائه لاختلاط
الامور غير الشرعية فيها قلت ان
الملازمة جائز شرعا ومن كان
ملازما يا خذ الرشوة وهو حرام
فيمنع عن الملازمة او عن اخذ
الرشوة والوكالة شرعا جائز وما
يتصرف فيها من عندى فهو غير جائز
فيمنع عن الوكالة او عن التصرف
من عندى والمرافعة الى الحاكم للتصفية جائز واثبات
الدعوى من الدلائل الغير الواقعة
ممنوع فيمنع عن المرافعة او عن
ثبوت الدعوى عن الدلائل الغير
الواقعة والاشهاد عند الشرع جائز
والكذب فيه ممنوع فيمنع من الشهادة
او عن البيان خلاف الواقع والتجارة
مشروع والخدع فيها ممنوع فيمنع
عن التجارة او عن الخدع فيها
والصلوة والصوم فرض و الريا
فيهما ممنوع فيمنع عن الصلوة و

کرتے ہیں یہ حکم طبعی اور اپنے نفس کا ہے حکم
شرعی نہیں جو دوسروں پر حجت ہو اور یہ مسئلہ
متفق علیہ ہے جو امر قرآن اور حدیث اور
اجماع اور قیاس سے ثابت ہو وہ امر شرعی
ہے اُس کو بدعت نہیں کہتے جب تعزیے
بنانے کا ثبوت حدیث اور قیاس شرعی سے
ثابت ہوا تو اس کو بدعت کہنا جہالت اور
بے علمی ہے پس بعض لوگوں نے اشتہاروں میں
جو اس تعزیے کو بدعت کہکر کل بدعة ضلالة
وغیرہ کا مصداق بنایا ہے یہ بالکل غلط ہے
اسلیے کہ جب اسکا ثبوت حدیث اور قیاس
شرعی سے ہے جو ادلہ شرعیہ ہیں پھر بدعت
سئیہ کہنے کی کیا وجہ یہ محض تعصب اور نفس
کی پیروی اور لوگوں کو دھوکا دینا اور
اس حیلے سے جو لوگوں میں خیر خیرات ہوتی
ہے اُس کو بند کرنا اور خود مناع الخیر بننا
ہے اور جو کہا جاتا کہ اس تعزیے کے ضمن میں
بعض امور خلاف شرع پائے جاتے ہیں اسلیے
تعزیہ بنانے کو منع کیا جاتا ہے اس کا جواب یہ ہے

الصوم اوعن الرياء والوعظ والنصائح
امر ضروری وتحصیل الدنیا بحیلته
ممنوع فیمنع عن الوعظ والنصیحة
اوعن جعله وسیلة للمعاش و
البیعة افضل لانه موجب للوصول
الی الله وجعله الة لاکتساب
الدنیا اولاظهار شیخوخته فیها
ممنوع فیمنع عن البیعة اوعن جعله
ذریعة للمعاش والتفاخر فکما
فی جمیع الامور المذکورة یمنع
الممنوعات فیها لا اصلها فکذلك
یمنع فی التعزیة ما الحق فیها من
المنهیات الشرعیة لاختراع العوام
لا عن نفس التعزیة ثبت مشروعیة
بالحدیث والقیاس وان کان ترك
بناء التعزیة ضروریا عند المانعین
للحقوق الممنوعات فبترك جمیع
الممنوعات الشرعیه فیهن لاشتراك
العلة فیهن جمیعا فلا تخصیص ف

کو نوکری کرنا شرعاً جائز ہے اسکے ساتھ جو
رشوت ستانی ہوتی ہے یہ فعل حرام ہے پس اس
رشوت ستانی سے روکا جائے گا یا ملازمت
کرنے سے۔ وکالت کرنا شرعاً جائز ہے
اپنی طرف سے خلاف واقع جو کارروائی ہوتی
ہے وہ ناجائز پس اس کارروائی کرنے سے
لوگوں کو وکالت کرنے سے منع کیا جائیگا
یا اس بیجا کارروائی کرنے کو منع کیا جائیگا
کسی معاملے کو حاکم کے پاس جاکر فیصلہ کرانا
شرعاً جائز ہے مگر خلاف واقعہ ثبوت پیش کرکے
ڈگری حاصل کرنا ناجائز ہے پس لوگوں کو
اس فیصلہ کرانے سے روکا جائیگا یا خلاف
واقعہ ثبوت پیش کرکے جو ڈگری حاصل کی
جاتی ہے اس سے اس کو منع کیا جائے گا
گواہی دینا شرعاً جائز ہے مگر کچھ لے لواکر
جھوٹی گواہی دینا ناجائز ہے پس لوگوں کو
گواہی دینے سے منع کیا جائیگا یا جھوٹی گواہی
دینے سے ان کو روکا جائے گا، تجارت کرنا
شرعاً جائز ہے مگر دھوکا دیکر جو لوگوں سے

ترك التعزية لا في غيرها فبعد ما
ثبت من هذا البيان ان بناء التعزية
جائز بالحديث والقياس فاعلم ان
للعلماء في جواز التعزية وعدمه
اقوالا مختلفة فقال بعضهم يجوز
بناؤه للمصالح من كثرة الصدقات
والخيرات لحيلتها وقال بعضهم لا
يجوز بناؤه للقبائح من لحوق
الممنوعات فيها بافعال العوام و
بعض العلماء بمنع عن رؤية التعزية
ايضا وقال البعض عن رؤيتها يسقط
النكاح فان سلم هذا الفتوى ما
بقي احد في الهند صحيح النسب
وصار كلهم ولد الزناء لانه ليس
احد من الهند لم يراها وان كان
المفتي اجتنب عن رويتها و لا
نظر اليه قط الا من اجداده من
يراها البتة ولما يسقط النكاح
برويتها بحكم هذا الفتوى سقط

نفع حاصل کیا جاتا ہے وہ ناجائز، پس
تاجروں کو تجارت کرنے سے منع کیا جائیگا
یا اُس دھوکے سے انکو منع کیا جائیگا، روزہ
نماز فرض ہی مگر ریاکاری کا روزہ نماز جائز
نہیں پس نمازیوں کو روزہ نماز سے روکا
جائیگا یا اُن کو ریاکاری سے باز رکھا جائیگا
وعظ و نصائح امر ضروری ہے مگر کھانے
کمانے کی غرض سے جا بجا وعظ اور نصیحت
کی دوکان کھولنا ناجائز۔ پس واعظیں کو
وعظ کہنے سے منع کیا جائیگا یا دنیا کمانے
کی غرض سے وعظ اور نصیحت کرنے سے
منع کیا جائیگا، پیری مریدی عمدہ چیز ہے
اُس سے خدا تک رسائی ہوتی ہے مگر کھانے
کمانے کی غرض سے یا مشائخ بننے کے خیال
سے لوگوں کو کچھ تصرف دکھلا کر ان کو اپنی
طرف متوجہ کرنا یہ ناجائز، پس ان صاحبوں
کو پیری مریدی سے منع کیا جائیگا یا اُس
ذریعے سے دنیا کمانے یا تفاخر حاصل کرنے
سے روکا جائیگا۔ علی ہذا تعزیہ بنانا

نكاحهم بروبيتها فمن كان من
صلبه نسلا كان حراميا فيكون
هذا المفتي ايضا حراميا لكونه من
اسباطهم ولبعض حسن العقيدة من
العلماء يقول انه لا نحكم ببنائها
ولا نمنع بابنها بل اذا كان محاذيا
لي ووقع النظر عليها فاكون متاثرا
برؤيتها وكان عيني جاريا بذكر
ما وقع على سيد الشهداء ومن
معه عليهم السلام في معركة كربلاء
فهذا الان نقرء شيئا من القرآن
ونجعل ثوابه نذرا وهدية لارواح
المقدسين من شهداء كربلاء عليهم
السلام كما ثبت من الاحاديث و
بالنظر الى ان التعزية نقل ومنسوب
الى قبة سيد الشهداء عليه السلام
ينظر اليها بالادب والتعظيم كما ينظر
الناس الى نقشه جات المواقع المتبركة
وتبركات اخرى وهذا التعظيم و

ادلہ شرعیہ میں ہی قیاس اُس کو جائز بتلا رہا ہے
اور جو امور خلاف شرع اس میں شامل ہو گئے
ہیں وہ ناجائز ہیں، پس تعزیہ جس کا جواز از
روئے قیاس شرعی کے ثابت ہے اُس کو منع
کیا جائیگا یا جو امور خلاف شرع اُس میں
شامل ہو گئے ہیں ان کو دور کیا جائیگا،
اگر اس خیال سے کہ اس تعزیے میں امور
غیر شرعیہ شامل ہو گئے ہیں اسلیے تعزیے کو
بند کیا جاتا ہے تو جتنے امور شرعیہ بیان
ہوے بوجہ شمول امور ناجائز کے اُن کو بھی بند
کرنا چاہیے اس میں تخصیص تعزیے کی کیا ہے
تقریر بالا سے جب یہ امر ثابت ہو گیا کہ
تعزیے کا بنانا قیاس شرعی اور حدیث کی
روسے جائز ہے تو اب یہ جاننا چاہیے کہ علماء
میں تعزیے کی نسبت مختلف اقوال پائے جاتے
ہیں بعض جائز کہتے ہیں اس لیے کہ لوگ اسکے
حیلے سے خیر خیرات کی جانب توجہ کرتے ہیں
بعض اسلیے ناجائز کہتے ہیں کہ اس میں عوام
نے ممنوعات کو بھی داخل کر دیا ہے، بعض تو

التکریم لیس للتعزیۃ ولا ما نقلت
عنہ من قبۃ سید الشہداء علیہ
السلام بل ھی تعظیم وتکریم لصاحب
الروضہ اعنی حضرۃ سید الشہداء
علیہ السلام لان کل شیئ یضاف
الی معظم یکرم بما فی قلبہ من
حبہ اعتقادا کما اذا تلفظ لفظ
اللہ بالنظر الی انہ اسم لخالقنا
یقال جل جلالہ وجل شانہ و
اذا اجری علی اللسان محمد بالنظر
الی انہ اسم رسولنا یقال صلی
اللہ علیہ وسلم وان کان ھذا
الاسم لغیرہ لا صلی علیہ واذا
نطقنا باسم احد من الائمۃ
الاثنا عشر یقال علیہ السّلام و
ان کان اسم من ھذا الاسماء
للغیر لا یسلم علیہ واذا کلمنا
من اسماء الصحابہ یقال رضی اللہ
عنہ وان کان ھو اسم للغیر لا یقال

دیکھنے کو بھی منع کرتے ہیں، اور بعضوں کا یہ قول
ہے کہ تعزیہ دیکھنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے اگر
اس فتوے کو مان لیا جائے تو ہندوستان
میں جتنے ہیں سب حرامی ہوئے جاتے ہیں
اس لیے کہ ہندوستان میں کوئی ایسا آدمی نہ ہوگا
جسنے تعزیہ نہ دیکھا ہو حتّٰی کہ جو صاحب کہتے
ہیں کہ تعزیہ دیکھنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے
اگرچہ اُنھوں نے کبھی تعزیہ نہ دیکھا ہو مگر اُنکے
آباؤ اجداد نے ضرور دیکھا ہوگا اور جب اُنکے
فتوے کے مطابق تعزیہ دیکھنے سے نکاح ٹوٹ جاتا
ہے تو اُنکے آباؤ اجداد کی جو نسل ہوئی سب
حرامی ہوئی حتی کہ کہنے والا خود (مفتی)
اپنے کو حرامی بتا رہا ہے۔ وہ علما جو اچھے
عقیدے والے ہیں یہ کہتے ہیں کہ ہم نہ بنانے
کا حکم دیتے ہیں اور نہ بنانے والے کو منع کرتے
ہیں بلکہ اگر کسی نے بنایا اور ہمارے سامنے
ہوا اور ہماری نگاہ پڑ گئی تو اُسکو دیکھ کر ہم متاثر
ہونگے اور تعظیم بجا لادینگے اور اُن واقعات
کو یاد کرکے جو شہدائے کربلا پر گزرے آنکھوں سے

هذا وان صدر على اللسان اسم من
اسماء ائمة المجتهدين او شرذمة من
الصالحين يقال رحمة الله عليه و
ان كان هذا الاسم للغير لا يقال هذا
عليه واذا جاء احد عند الرجل من
احباء ابيه او جده يكرم ويعظم بالنظر
الى انه محب لابائه العظمة و
الحرمة للكعبة الشريفة والمدينة
المنورة فى قلوب المؤمنين متمكنة
فلذلك ماهو منسوب اليهما يعظم
ويكرم كما ان غلاف الكعبة اذا جاء
عند الناس فبالنظر الى انه من
الكعبة يستلمونه بالعظمة و
يضعونه على اعينهم وعلى رؤسهم
ورب شيئ يوتى من المواضع
المتفرقة للبيع الى الكعبة الشريفة
والمدينة المنورة والحاج
يشتريها فلما يرجع الى المواطن
ومساكنهم يقسمها على الاقرباء

آنسو جاری ہوجاوینگے اور آیات قرآنی کو
پڑھ کر شہدائے کربلا کی خدمت میں اُسکے
ثواب کو نذر کرینگے اور اس حیثیت سے کہ تعزیہ
نقل ہے اور منسوب ہے سید الشہدا علیہ السلام
کے روضۂ متبرکہ کیطرف اسلیے کہ اُسکی تعظیم و
ادب کرینگے جیسا کہ لوگ مقامات متبرکہ
حرمین کے نقشوں یا دوسرے تبرکات کی تعظیم
و تکریم کرتے ہیں اور یہ تعظیم و تکریم نفس تعزیہ
یا روضۂ حضرت سید الشہدا کی نہیں ہے اسلیے
کہ یہ عمارت یا نقل عمارت ہے، بلکہ یہ تعظیم و تکریم
درحقیقت حضرت سید الشہدا علیہ السلام کی ہے
اسلیے کہ جو چیز مضاف ہوتی ہے کسی معظم محترم
کی جانب تو اُسکی بھی تعظیم کرتے ہیں اس لیے
کہ مضاف الیہ قابل تعظیم ہے، جس طرح اگر
کوئی شخص لفظ اللہ زبان پر جاری کرے یہ
سمجھ کر کہ یہ اسم جلیل ہے اور خالق کا نام ہے
تو اس کو سن کر جل جلالہ و جل شانہ کہا جاویگا
اسی طرح اگر حضرت رسول اللہ کا نام مبارک
یعنی محمد زبان پر جاری کیا جائے تو صلی اللہ

والاحياء فمن اعطى نظر الى انه جاء من
الكعبة الشريفة والمدينة المنورة اخذه
بالعظمة والكرامة فهذا التعظيم والتكريم
ليس لهذه الاشياء بل هو تعظيم وتكريم
لنسبتها الى الكعبة والمدينة وتعظيم للنسبة
عين تعظيم الكعبة الشريفة او المدينة
المنورة وان جاء هذه الاشياء من
مقامها الذي يوتى عنه لا يلتفت اليها احد
ولا يكرمها اصلاً فعلم ان هذا التعظيم
ليس لشيء من الاشياء المذكورة ولا لنسبتها
الى الكعبة والمدينة بل هي تعظيم للمنسوب اليه
اى الكعبة والمدينة وعلى هذا اذا اتى
احد ملبوس رسول الله صلى الله عليه
وسلم او مكتوب لحضرة على كرم الله
وجهه او مسطور للحسنين عليهم السلام
فبالنظر الى صاحبها ينظر بالعظمة و
الاكرام ووضع الناس على اعينهم و
على رؤسهم وان لم يكن له اصلاً لكنه
يكرم بالضرورة فلما اجرت العادة للناس

علیہ وسلم کہا جائیگا اور اگر یہی نام کسی دوسرے
کا اسم سمجھ کر لیا جاوے تو درود نہ بھیجیں گے
ایسے ہی اگر بارہ اماموں میں سے کسی امام کا
اسم گرامی زبان پر جاری کیا جائے علیہ السلام
کہیں گے اور اگر وہی نام کسی دوسرے شخص کا
ہو تو سلام نہ کرینگے، اسی طرح اگر صحابہ کا نام
لیا جائے تو رضی اللہ عنہ کہیں گے یا اگر علمائے
مجتہدین (یعنی امام ابو حنیفہ، امام شافعی
امام احمد بن حنبل، امام مالک) یا صالحین
میں سے کسی کا نام لیا جاوے تو رحمۃ اللہ علیہ
اور اگر کسی دیگر کا نام ہو تو اسکے لیے رحمت
کی دعا نہ کریں گے، اسی طرح یہ امر بھی ہے کہ
اگر کسی شخص کے پاس اس کے باپ یا دادا کا دوست
آئیگا تو اس کی تعظیم کریں گے اسلیے کہ یہ
شخص اس کے باپ یا دادا کا ملاقی اور دوست
ہے اسی طرح چونکہ کعبۂ شریف اور مدینۂ منورہ
کی عظمت و حرمت مومنین کے دلوں میں
جاگزیں ہے اسلیے جو چیزیں انکی جانب منسوب
ہونگی وہ بھی قابل تعظیم و تکریم ہونگی دیکھو

هكذا نما ظننت في حق من أي التعزية التي هي منسوب الى
سيد الشهداء عليه السلام اينظر اليها بنظر التعظيم او بنظر
التوهين ليس عندي لاحد من كان في قلبه حب الحسين ان
يحكم انه ينظر بنظر التوهين بل يحكم انه بالتعظيم ومن لا حب الله
يحكم بما في قلبه من الخبائث وما ذكر من التعظيم في التبركات المذكورة
علته الاعتقاد وما هو في قلوب المؤمنين من الحب وليس
احد مامور التعظيم بها من الشارع وما ثبت من القرآن
والحديث هو حب اهل بيت النبي صلعم بالخصوص للحسنين عليهما
السلام كما قال الله تعالى قل لا اسئلكم عليه اجرا الا
المودة في القربى وفي المشكوة سئل رسول الله صلعم اي
اهل بيتك احب اليك قال الحسن والحسين وايضا قال
رسول الله صلعم حسين مني وانا من الحسين احب الله
من احب حسينا وحسين سبط من الاسباط فلما احكم احكم
الحاكمين والنبي صلى الله عليه وسلم بحب الحسين فلا يكون احد
من المسلمين لا يكون في قلبه حب الحسين والمحب اذا رأى شيئا
هو منسوب الى المحبوب ينظر بنظر التعظيم ويكرم تكريما فلما
كان كذلك فهذه التعزية التي هي منسوب الى سيد الشهداء
عليه السلام لما رأها من في قلبه حب الحسين عليه السلام
ينظر بنظر التعظيم لا محالة كما يوقر الناس تبركا اخرى

جب خانۂ کعبہ کا غلاف آتا ہے تو ہر شخص عزت
کے ساتھ اسکی تعظیم و تکریم کرتا ہے اس کو
آنکھوں سے لگاتے ہیں سر پر رکھتے ہیں بہت
سی چیزیں غیر جگہ سے خانۂ کعبہ اور مدینۂ
منورہ میں آکر فروخت ہوتی ہیں حجاج
خرید کر لاتے ہیں اور دوست و احباب و عزیز و
اقربا میں ان کو تقسیم کرتے ہیں لینے والے عزت
کی نظر سے اُن کو لے کر تبرک سمجھتے ہیں اور
یہ تعظیم اُس چیز کی نہیں ہے بلکہ وہ چیز خانۂ
کعبہ اور مدینۂ منورہ کی طرف مضاف ہے اسلیے
اُنکی تعظیم ہے، اگر یہ چیزیں جہاں کی ہیں
وہاں سے آتیں تو بازاری سمجھ کر کوئی اُنکی
طرف التفات بھی نہ کرتا اس سے معلوم ہوا
کہ یہ تعظیم حقیقۃً اُس نسبت کی ہے جو خانہ کعبہ
اور مدینۂ منورہ کی طرف ہے اور اس نسبت
کی تعظیم یعنیہ خانہ کعبہ اور مدینۂ منورہ کی تعظیم
ہے اسی طرح اگر رسول اللہ صلعم کا ملبوس پاک
یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مکتوب یا حسین
علیہ السلام کی کوئی تحریر لائی جاوے تو لوگ

لنسبته الی صاحبها هذا بیاننا محمول علی
ثلاثة امور. الاول ان التعظیم مشروع من الحدیث کما
بین لبس جبة عنه کما یقال والثانی یجوز تعظیمها بعد
الزوال لنسبتها الی سید الشهداء کما یعظم ویکرم تبرکات
اخری لنسبتها الی صاحبها والثالث تفتح باب
الخیر والخیرات بحیاتها من العوام والخواص
جمیعا فی هذا الشهر بخلاف شهور اخری فاکثر
المعتقدین یطبخ الطعام لوجه الله یقسم علی
الناس وینتفع به الفقراء والمساکین و
یجعل ثوابه هدیة وتحفة بشهداء کربلا
علیهم السلام والفاعل یستحق اجرها
من الله الذی لا یضیع اجر المحسنین
واما الامور التی اختلف فیها فما کان منها
مباحا فلا باس فیها وما هو غیر مشروع فترکه
اولی و آخر کلامنا ان الحمد لله رب العالمین و
الصلوة والسلام علی سید المخلوقین۔

اسکی تعظیم و تکریم کریں گے سر پر رکھیں گے
آنکھوں سے لگاویں گے اگرچہ یہ چیزیں
واقعی اور اصلی نہ ہوں لیکن نسبت کیوجہ سے
اُسکی تعظیم ضروری ہے، پس جبکہ اُن تمام
چیزوں کی تعظیم کرنے میں لوگوں کی عادت
اس قسم کی تعظیم و تکریم کرنے کی جاری ہے
تو تعزیہ جو کہ سید الشہدا علیہ السلام کی جانب
منسوب ہے اُسکے ساتھ کیا کیا جاوے گا؟
آیا اسکی تعظیم کرینگے؟ یا توہین کرینگے؟
میرے نزدیک تو کوئی ایسا شخص کہ جسکے
دل میں امام حسینؑ کی محبت ہو وہ یہ فیصلہ
نہ کریگا کہ تعزیے کی توہین کرنا چاہیئے بلکہ
تعظیم کرنے کے لیے حکم دیگا، ہاں جسکے دل
میں امام حسینؑ کی محبت نہیں ہے تو وہ اپنے
نفس کی خباثت کی وجہ سے جو چاہے
کہے یا کرے۔"

اوپر جو تبرکات کی تعظیم کے متعلق ذکر کیا گیا ہے تو اُن تبرکات کی علتِ تعظیم اعتقاد ہے اور کچھ نہیں ورنہ نہ فی نفسہ نہ اُن چیزوں کی محبت مومنین کے دلوں میں ہے اور نہ وہ شارع کی جانب سے اُسکی تعظیم کرنے کے لیے مامور ہیں۔

قرآن وحدیث سے توصرف اہلبیت رسول صلعم خصوصاً امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کی محبّت کرنا ثابت ہے۔

اللہ تعالےٰ کلام شریف میں اپنے رسول پاک سے فرماتا ہے قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ ۔ "یعنی اے محمدؐ مسلمان سے کہدو کہ میں احکام الٰہی کے پہونچانے پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا البتہ یہ چاہتا ہوں کہ تم میرے اہلبیت سے محبت کرو۔

اور مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلعم سے پوچھا گیا کہ اہلبیت میں سے آپ کو کون زیادہ محبوب ہے آپنے فرمایا کہ حسنؑ اور حسینؑ۔

اور اسی مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں اور اللہ تعالےٰ اُس شخص کو دوست رکھتا ہے جو حسینؑ کو دوست رکھے اور وہ مثل اسباط بنی اسرائیل کے ایک سبط ہیں، پس جبکہ خود خداوند عالم اور رسول اللہ نے امام حسینؑ کو دوست رکھنے کا حکم دیا ہے تو مسلمانوں میں کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جسکے دل میں امام حسینؑ کی محبت نہ ہو اور محبت کا اقتضا یہ ہے کہ جو شے محبوب کی طرف مضاف ہوتی ہے تو اضطراراً محبت کرنے والوں کا دل اُسی شئے منسوب کی تعظیم و تکریم کرنے کے لیے متوجہ ہوتا ہے، علی ہذا جو محبان حسین علیہ السلام ہیں جب تعزیہ دیکھتے ہیں بایں خیال کہ یہ حضرت سید الشہدا کے روضۂ متبرکہ کی نقل ہے اور انکی طرف منسوب ہے مثل اور تبرکات کے اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ غرضکہ یہ ہمارا بیان تین باتوں پر مبنی ہے۔

اول یہ کہ نفس تعزیے کا بنانا ادلّہ شرعیہ حدیث و قیاس سے جائز ہے

جیساکہ مفصل بیان ہو چکا اور یہ بدعت نہیں ہے جیساکہ لوگ کہتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ اس کے دیکھنے کے بعد مثل اور تبرکات کے اس کی تعظیم و تکریم کرنا جائز ہے۔

تیسرے یہ کہ تعزیے ہی کی وجہ سے محرم کے مہینے میں خیر اور خیرات کے دروازے کھل جاتے ہیں جو دوسرے مہینوں میں نہیں ہوتے۔ اکثر معتقدین کھانا پکوا کر خدا کی راہ میں تقسیم کرتے ہیں، فقرا و مساکین سیر و سیراب کیے جاتے ہیں ایسے کار خیر کا ثواب شہدائے کربلا علیہم السلام کو نذر کیا جاتا ہے اور خود کار خیر کرنیوالا بھی اجر کا مستحق ہو جاتا ہے، خدا نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

اب رہیں تعزیہ داری کی وہ باتیں جو مختلف فیہ ہیں پس اگر وہ فعل مباح ہیں تو اُن کے کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جو غیر مشروع ہیں تو انکا ترک کرنا بہتر ہے

تعزیہ داری شرک نہیں ہے اور تعزیے پر شیرینی چڑھانا حرام ہے عزاداری کو بند نہ کرنا چاہیئے اسکی ابتدا رسول صلعم کے زمانے سے ہے

مولانا شاہ عبدالرحمٰن صاحب المخاطب بہ مقبول النبی لکھنوی (المتوفی ۱۲۴۵ھ) ارشاد فرماتے ہیں:—

چوں علمائے وہابیہ ایں توحید و شرک از قرآن و حدیث نہ فہمیدند بر اکثر افعال جوارح، ہمچو طواف قبور و سجدۂ تحیت و تعظیم و تقرر رسوم و دہم و چہلم میت و	چونکہ وہابی عالموں نے توحید و شرک کے مفہوم کو قرآن و احادیث سے نہیں سمجھا ہی اسلیے وہ لوگ اکثر باتوں کو مثل طواف قبر، سجدۂ تحیت و تعظیم، مردہ کا سیوم، دسواں، چالیسواں اور

تعزیہ داری و استماع غنا وغیرہا اطلاق شرک نمودہ اند و ندانستند کہ شرک نقیض توحید است و در توحید خدا صرف یک صفت عبادت معتبر است پس شرک نیست منحصر شد دریکہ غیر خدا را بدل خود معبود یعنی حاکم مستقل کہ خالق زمین و زماں است اعتقاد کنند یا اصنام وغیرہ غیر خدا را خدا بگویند و سوائے اقرار یا اعتقاد الوہیت و معبودیت غیر در ہیچ کدام فعل از افعال و جوارح شرک شرعی نیست پس بسبب نفہمیدن این معنی از قرآن و حدیث بسیارے از علما و عقلا گمراہ شدند و تمام عالم را بزعم خود مشرک گردانیدند ضلوا و اضلوا قوماً کثیراً۔

تعزیہ داری و سماع کو غلطی سے شرک سمجھ لیتے ہیں، حالانکہ یہ نہیں سمجھتے کہ شرک ضد ہے توحید کی اور خدا کی توحید میں صرف صفت عبادت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ پس شرک سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو کہ غیر خدا کو خالق زمین و آسمان سمجھ کر حاکم مستقل و معبود سمجھیں یا بتوں کو جو غیر خدا ہیں خدا کہیں۔ جب غیر خدا میں الوہیت و معبودیت کا اعتقاد کریں تو اُس وقت شرک ہوگا ورنہ افعال و جوارح میں سے کوئی فعل بغیر اس اعتقاد کے شرک نہیں ہے۔ پس چونکہ ان لوگوں نے قرآن و حدیث سے اس مفہوم کو نہیں سمجھا ہے اس لیے باوجود علم و عقل گمراہ ہو گئے اور اپنی غلط گمانی سے تمام عالم کو مشرک سمجھنے لگے۔ خود گمراہ ہوئے اور بہت سے لوگوں کو بھی گمراہ کر دیا۔

(انوار الرحمن لتنویر الجنان صفحہ ۱۲۴ طبع لکھنؤ ۱۲۸۷ھ)

ایک مرتبہ مولانا کی خدمت میں احمد حسین خاں کاشمیری نے عرض کیا کہ تعزیہ داری کفر ہے اور شیرینی جو تعزیے کے سامنے نذر کی جاتی ہے وہ ناجائز ہے یہ سُن کر مولانا نے ارشاد فرمایا: ــــ

"در شرع از تصویر ذی روح البتہ ممانعت است" "شرع میں ذی روح کی تصویر بنانے کی ممانعت ہے"

واز تصویر غیر ذی روح ممانعت نیست چنانچہ نقل مکانات و تصویر کعبہ وغیرہ می کشند، ہماں قسم تعزیہ نقل روضہ است۔ پس حلوا وغیرہ کہ دراں جا نہادہ و برآں درود و قرآن خواندہ شود دراں وجہ حرمت چیست۔ (انوار الرحمن ص ۲۶۲)

اور غیر ذی روح کی تصویر بنانے کی ممانعت نہیں ہے[1]۔ چنانچہ مکانوں کی نقلیں بنتی ہیں اور کعبہ کی تصویریں بھی کھینچے ہیں۔ پس اسی طرح تعزیہ بھی ہے کہ وہ بھی روضہ کی نقل ہے (جیسے مسجدیں کعبہ کی نقل ہیں) اس صورت میں وہ حلوا اور شیرنی جو تعزیے کے سامنے رکھی جاتی ہے اور جس پر درود و قرآن پڑھتے ہیں کیونکر حرام ہو سکتی ہے

---

[1] تصویر غیر ذی روح کے بنانے کی ممانعت نہیں ہے۔ صرف ذی روح کی تصویر کی حرمت احادیث سے ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ فقہ اہلسنت کی مشہور کتاب "مالابد منہ" میں ہے کہ "تصویر درخت و مانند آں مضائقہ ندارد و ہمچنیں تصویر سر بریدہ" اسی طرح بخاری جلد اول ص۲۹۶ میں ہے کہ حضرت ابن عباس نے ارشاد فرمایا ہے کہ فان کنت لابد فاعلا فاصنع الشجر وما لا روح فیہ اگر تصویر بنانا ضروری ہے تو درخت اور تمام غیر ذی روح کی تصویر بنائی جائے۔ جمال الدین محدث فرماتے ہیں کہ لا باس تصویرها لا روح فیہ کالشجر غیر ذی روح مثل درخت وغیرہ کی تصویر بنانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور مولانا وحید الزمان محدث حیدرآبادی اپنی کتاب "انوار اللغۃ" میں فرماتے ہیں کہ "روضہ کی تصویر بنانا منع نہیں ہے" اور اسی طرح کتاب فقہ محمدی میں رسول اللہ کا یہ ارشاد موجود ہے کہ فقال قبل قبرهما قال فان لم یکن اعرف قبرهما قال خط خطین واحدهما قبر الام والاخر قبر الاب فقبلهما جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ والدین کی قبر کی نقل بنا کر اُس کو بوسہ دینا اور تعظیم کرنا جائز و مستحسن ہے۔ ان وجوہ سے ماٰثر متبرکہ کی نقل و تصاویر کا استحسان و جواز بھی علی الخصوص ثابت ہوتا ہے جیسا کہ متقدمین اہلسنت میں "الامام الحافظ یحیی الحسینی" کی کتاب "اخبار المدینہ" اور "الامام الحافظ ابوالیمن ابن عساکر" کی کتاب "تحفۃ الزائر" سے ظاہر و ثابت ہے۔ نقل روضہ کی اباحت کے سلسلے میں علامہ محمد الفاسی المالکی یہ ارشاد کرتے ہیں کہ وہ لوگ جو در اصل روضہ کی زیارت کے مشتاق ہیں اور نہیں پہونچ سکتے ہیں وہ لوگ اس مثال و نقل کی زیارت سے مشرف ہوں اور اسکی تعظیم و تکریم کر کے ثواب حاصل کریں علماء نے اس سلسلے میں بہت سے اشعار بھی کہے ہیں و للّٰہ ما قیل ؎

اذا ما الشوق اقلقنی الیها ۔۔۔ ولو اظفر لمطلوبی لدیها
نقشت مثالها فی الکف نقشا ۔۔۔ وقلت لناظری قصرا علیها

(بقیہ آئندہ)

ایک مرتبہ مولانا کی خدمت میں یہ عرض کیا گیا کہ معترضین تعزیہ داری یہ کہتے ہیں کہ "عرس دہ روزہ امام حسینؑ و تعزیہ داری" یہ رافضیوں کی ایجاد ہے اور ائمہ معصومین سے ثابت نہیں ہے حضرت مولانا نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ :۔۔۔

جواب اعتراض ثانی این کہ بنائے عرس امام حسین علیہ السلام باطناً از آن روز باید دانست کہ جبرئیل علیہ السلام وحی متواتر شہادت

اس دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ امام حسینؑ علیہ السلام کے عرس (یعنی دس دن کی تعزیہ داری) کی بناء باطناً اسی دن پڑی کہ جس دن جبرئیل نے متواتر وحی کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اسی بنا پر تمام اہلسنت کے نزدیک "نعل مبارک" کی نقل بنا کر زیارت کرنا، سر اور آنکھوں سے لگانا، بوسہ دینا باعث برکت و ثواب عظیم ہے۔ علامۂ عبدالبر بن عبدالقادر بن محمد بن احمد بن زین القرشی العوفی الحنفی کیا خوب شعر ارشاد فرماتے ہیں (کما فی تاریخ خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر) ص۹
لمثال نعل المصطفے شرف ؛ وفوائد زادت علی العدد ؛ فکانما ہو وارنا قسم ؛ یہدی الانام ولو علی بعد
قبلتہا وجعلت صورتہا ؛ فوق الجبین علامۃ السعد ؛ لو کان یحسن ان اشرکہا ؛ جلدی جعلت شراکہا خدی
اسی طرح علامۂ ابوالعباس احمد بن محمد المقری نے بہت سے اشعار نقل نعل شریف کی مدح میں کہے ہیں تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجئے "فتح المتعال فی مدح النعال للعلامۃ المحدث الفقیہ احمد بن محمد المقری المالکی الشاذلی"
چنانچہ اسی اصول کی بنا پر تعزیے کا جواز بھی علمائے اہلسنت تسلیم کرتے ہیں اور اس کی تعظیم و توقیر بجالاتے ہیں، مولانا عبدالواحد "ازالۃ الاوہام" میں تحریر فرماتے ہیں "این جانب از ثقات شنیدہ کہ حضرت مولانا نظام الدین محمد قدس سرہ بچشم خود دیدہ کہ حضرت مولانا عبدالعلی محمد و مولوی مجید الدین محمد و مولوی انوار الحق و مولوی نور الحق و دیگر علمائے فرنگی محل و کلکتہ و مندراج وغیرہ از بلاد ہر گاہ تعزیہ شریف امام مظلوم می دیدند ایستادہ می شدند و ہر دو دست بطرف تعزیہ شریف دراز کردہ از بسیار خضوع و خشوع و عجز و انکسار فاتحہ می خواندند و عند الاستفسار می فرمودند کہ تعظیم و فاتحہ امام مظلوم است زیرا کہ تعزیہ شریف موسوم بنام نامی امام مظلوم است۔ (ترجمہ) مولانا نظام الدین محمد و مولانا عبدالعلی محمد و مولوی مجید الدین و مولوی انوار الحق و مولوی نور الحق اور دیگر علمائے فرنگی محل و اطراف ہند جب تعزیے کو دیکھتے تھے تو تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے اور دونوں ہاتھ تعزیے کی طرف دراز کر کے نہایت خضوع و خشوع اور عجز و انکسار کے ساتھ فاتحہ پڑھتے تھے اور پوچھنے پر فرماتے تھے کہ یہ تعظیم و فاتحہ امام مظلوم کا ہی کیونکہ تعزیہ شریف امام کے نام نامی سے موسوم ہے ۱۲

آن امام مظلوم بآں حضرت صلعم رسانید و
آن سرور و والدین ماجدین امام علیہم السلام
بر آں واقعات مطلع گشتہ دل کباب و چشم پر آب
شدند و راہ رضا و تسلیم پیمودند و بعد وقوع
شہادت و حادثہ کربلا ظاہراً حضرت
ذو الجلال خود اہتمام آں فرمود کہ خون
از آسمان آن قدر بارید کہ بیہقی و ابونعیم
محدث روایت می کنند کہ ہرگاہ شہید شد
حسین علیہ السلام خوں بارید آسمان پس
صبح کردیم ما بریں حال کہ خمہا و سبوہا
و ہر ظرفے کہ از آں ما بود پُر از خون گردید
و تا بیت المقدس و عراق و شام و زیر ہر
سنگ خون منجمد بود و از بعضے روایت تا
ہفت روز آسمان گریست و وحوش
و طیور را بر تعزیہ داری و نوحہ گری معین
ساخت این ہمہ اہتمام از طرف
خدائے سبحانہ از روئے احادیث صحاح
ثابت است پس چہ تعجب کہ در ثقلین
یعنی در جن و انس در عشرۂ اول محرم

ذریعے سے رسول اللہ کو شہادت کی خبر دی
اور آنحضرت صلعم و حضرت علیؓ و جناب فاطمہؓ
ان واقعات کو معلوم کر کے بے چین و پریشاں
حال ہو کر روئے اور اس مصیبت پر صبر و شکر
کیا اور واقعۂ کربلا اور امام کی شہادت کے
بعد ظاہر بظاہر خداوند عالم نے خود ہی عزاداری
کا اہتمام کیا آسمان سے اس قدر خون کی بارش
ہوئی کہ بیہقی و ابونعیم کی روایت کی بناء پر
یہ ثابت ہے کہ بعد شہادت امام آسمان سے
اسقدر خون برسا کہ صبح کے وقت گھڑے
اور مٹکے اور تمام برتن خون سے لبریز تھے یہاں تک
کہ بیت المقدس، عراق اور شام میں ہر پتھر
کے نیچے خون جما ہوا تھا اور بعض روایت کی
بناء پر سات دن تک آسمان روتا رہا اور
خداوند عالم نے جانوروں اور پرندوں تک
کو عزاداری و نوحہ و ماتم کے لیے مقرر کیا اور
خدا کی جانب سے یہ تمام اہتمام صحیح حدیثوں سے
ثابت ہے۔ پھر اس امر میں اب کیا تعجب کی بات ہے
کہ محرم کے دس دنوں میں جنات اور انسان

اثر آں باقی ماندہ باشد و بعید نیست کہ ایں ماتم و
تعزیت تا قیام قیامت تمام نشود پس چونکہ مہتمم
آں خدا و رسول باشد از بند کردن کسے بند نخواہد شد
(انوار الرحمن لتنویر الجنان ص ۲۵۹)

ع۰ادار ہیں اور یقیناً قیامت تک تعزیہ داری
ختم نہ ہوگی اسلیے کہ اس کا اہتمام خدا و رسول
صلعم کی جانب سے ہے کسی کے بند کرنے سے
یہ بند ہو سکتا ہی نہیں۔"

حسینؑ کی مصیبت و شہادت اصل میں رسالتمآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مصیبت و شہادت ہے

علامہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رسالۂ سر الشہادتین میں کمالاتِ
رسول اللہ صلعم کے سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں :۔۔۔

اعلم رحمک اللہ تعالیٰ ان
الکمالات التی تفرقت فی الانبیاء
علیہم السلام قد اجتمعت فی نبینا
صلی اللہ علیہ وسلم لکن بقی لہ
کمال یحصل لہ بنفسہ وھی الشہادۃ
والسر فی عدم حصولھا لہ بنفسہ
صلی اللہ علیہ وسلم انہ لو استشہد
فی الحرب ادی ذلک الی کسر شوکۃ
الاسلام واختلال الدین و لو
استشہد غیلۃ و سرا کما وقع
لبعض خلفائہ لم یشتھر امر شہادۃ

"آگاہ ہو خدا تم پر رحمت کرے بیشک وہ تمام
کمالات جو پیغمبروں میں الگ الگ تھے ہمارے پیغمبر
محمد مصطفےٰ صلعم کی ذات بابرکات میں یکجا جمع ہو گئے
تھے مگر بذاتہ ایک کمال باقی رہ گیا جو آپ کو حاصل
نہیں ہوا اور یہ کمال شہادت ہے آپ کو اس کمال
کے حاصل نہ ہونے کا راز یہ ہے کہ اگر حضرت جنگ میں شہید
کر دیے جاتے تو اس شہادت کی وجہ سے اسلام
کا دبدبہ مٹ جاتا اور عام لوگوں کی نظروں میں
دین میں کمزوری پیدا ہو جاتی اور اگر حضرت دھوکے
اور پوشیدہ طور سے شہید کر دیے جاتے جیسا کہ آپ کے
بعض خلفاء کے لیے ہوا تو شہادت آپ کی شہرت

ولا تمت الشهادة لان تمام
الشهادة ان يقتل الرجل فى
الغربة والكربة وان يعفر
جواده ويلقى جثته مطروحة
ويقتل حوله جمع كثير من اعزة
اصحابه واقاربه وان ينهب
ماله وان توسر نسائه وايتامه
كل ذلك فى ذات الله تعالى ان
يلحق هذا الكمال العظيم بسائر
كمالاته بعد وفاته وانقضاء
ايام خلافته التى تنافى المغلوبية
والمظلومية برجال من اهل بيته
بل باقرب اقاربه واعز اولاده
ومن يكون فى حكم ابنائه
حتى تلحق حالهم بحاله و
يندرج كمالهم فى كماله
فتوجهت عناية الله تعالى
بعد انقضاء ايام الخلافة
الى هذا الالحاق

نہ حاصل کر سکتی بلکہ شہادت پوری بھی نہ ہوتی
کیونکہ شہادت پوری اور کامل اس طرح ہوتی ہے
کہ انسان مسافرت اور مصیبت میں قتل کیا جائے
اور جسم اُس شہید کا بلا دفن پڑا رہے اور اُس کے
گرد ایک جماعت اُس کے خاص احباب اور عزیزوں
کی قتل کردی جائے اور اُس کا مال لوٹ لیا جائے
اور اُس کے اہلبیت اور یتیم بچے قید کرلیے جائیں
یہ سب خدا کی رضا میں ہو پس حکمت الٰہی نے چاہا
کہ یہ کمال عظیم پیغمبر صلعم کے سارے کمالات کے ساتھ
آپ کی وفات کے بعد شامل کردیا جائے پس جبکہ
آپ کی خلافت کا زمانہ ختم ہوگیا جو مظلومیت اور
مغلوبیت کے لیے نامناسب تھا آپ کے اہلبیت کے بعض
شخصوں کے ذریعہ سے بلکہ جو آپ کے رشتہ داروں
میں سب سے زیادہ قریب ہوں اور پیاری اولاد ہوں
اور جو آپ کے بیٹے کہے جاسکیں یہانتک قریب ہو کہ
اُن کا حال حضرت کے حال میں ملجائے (یعنی جو کچھ اُنپر
گزرے گویا حضرت صلعم پر گزرا) اور اُن کا کمال آپ کے
کمال میں داخل ہوجائے پس خدا کی مہربانی متوجہ
ہوئی خلافت کے دنوں کے گزرنے کے بعد اُس کمال

فاستنابت الحسنين علیهما السلام ساب جدهما علیه افضل الصلوۃ والتحیات وجعلهما مرأتين لملاحظته وخدین الجمالہ ولما کانت الشهادة علی قسمین شهادة سرو وشهادة علانیة قسمت علیهما فاختص بسبط الاکبر بالقسم الاول ۔ واختص بسبط الاصغر بالقسم الثانی ۔

کے شامل کر دینے کی طرف تو عنایت خداوندی نے دونوں شہزادوں امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو اُن کے نانا رسول صلعم کا قائم مقام بنایا اور دونوں کو جمالِ محمدی کے دیکھنے کا آئینہ اور حضرت صلعم کے نورانی چہرے کے دونوں رخسار قرار دیے اور چونکہ شہادت کی دو قسمیں تھیں ایک پوشیدہ دوسرے علانیہ ان میں سے قسم اوّل امام حسنؑ سبط اکبر کو عطا ہوئی اور دوسری قسم یعنی علانیہ شہادت امام حسینؑ سبط اصغر کو مخصوص ہوئی "

اب سوال یہ ہے کہ کیا رسول اللہ کے اس کمال کو چھپانا چاہیئے ؟ اس کو بیان نہ کرنا چاہیے ؟ کیا رسول اللہ کی اس مصیبت عظمےٰ کی یادگار میں عزاداری نہ کرنا چاہیے ؟

علامۂ شہاب الدین احمد بن عبدالقادر العجیلی اپنی کتاب " ذخیرۃ المآل " میں ارشاد فرماتے ہیں :۔

والعجب ممن یقول بحرم الاشتغال بقصة مقتل الحسین بن علی رضی اللہ عنہ مع ان ذلک قد قصه الملئکة لمحمد صلعم ثم قصہ لاصحابہ ثم وقع فی الکون من

" تعجب ہے اُس شخص سے جو واقعات شہادت امام حسینؑ کے ذکر کو حرام کہتا ہے اور اُسکے بیان کرنے کو منع کرتا ہے حالانکہ یہ وہ واقعہ ہے کہ جس کو جبرئیل نے رسول اللہ سے بیان کیا اور حضرت رسولِ خدا نے اپنے اصحاب سے بیان کیا اور بعد شہادت تو عالم

البكاء والظلمة وحمي النجوم بعضها البعض وامطار السماء بالدم من اجل ذلك مايبهر ويقهر۔

میں (عزائے حسینؑ) ایک انقلاب ہی پیدا ہوگیا تمام عالم میں گریہ و بکا کا ہونا، دُنیا کا دن دھاڑے تاریک ہوجانا، ستاروں کا ایک دوسرے پر ٹوٹ کے گرنا آسمان سے خون کی بارش کا ہونا یہ سب وہ واقعات ہیں جن کی وجہ سے واقعات شہادت کا اعلان قرار ہوا۔ (اور عزاداری کی بنیاد پڑی)"۔

پھر کیوں نہ تمام وہ مسلمان جن کے دلوں میں "محمدؐ وآلِ محمدؐ" کی محبت ہے اہلبیتؑ کے مصائب پر گریہ وبکا کرکے "فریضۂ تعزیت" کو ادا نہ کریں؟ اس لیے کہ رسول اللہ صلعم کی مصیبت کی تعزیت کرنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔

وفی سنن ابن ماجه انه صلی الله علیه وسلم قال فی مرضه ایها الناس ان احد من الناس ومن المؤمنین اصیب بمصیبة فلیعز بمصیبتی فی عین المصیبة التی تصیبه لغیری فان احدا من امتی لن یصاب بمصیبة بعدی اشد علیه من مصیبتی (ماثبت من السنة جلد ۱ طبع کانپور

"سنن ابن ماجہ میں ہو کہ حضرت صلعم نے اپنی بیماری میں فرمایا کہ اے لوگو! اگر کوئی شخص یا کوئی مومن کسی مصیبت میں مبتلا ہو تو اُسے چاہیے کہ عین اُسی مصیبت میں جو دوسرے کی وجہ سے اُس کو پہونچے میری مصیبت کی تعزیت کرے کیونکہ میری اُمت میں سے کوئی شخص میرے بعد ہرگز ایسی مصیبت میں مبتلا نہ ہوگا کہ اُس پر میری مصیبت سے سخت تر[1] مصیبت ہو"۔

---

[1] قریب قریب اسی مضمون کی ایک حدیث علامۂ شیخ شہاب الدین الابشہی نے بھی اپنی کتاب "المستطرف" جلد دوم ص۲۳۹ (طبع مصر) میں نقل کی ہے۔ غالباً اسی فرمانِ رسول صلعم کی وجہ سے حضرت ابوبکر کا قاعدہ تھا (جیسا کہ بیان کیا گیا ہو) کہ جب وہ کسی کی تعزیت کرتے تھے تو یہ فرماتے تھے (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

آخر میں علمائے اہلسنت کیجانب سے جو اشتہارات جواز تعزیہ داری کے بارے میں شایع کیے گئے ہیں اُس کو نقل کرتا ہوں خدا مسلمانوں کو توفیق دے، کہ علمائے ملت کے احکام کی پابندی کریں۔

(۱)

حضرت زبدۃ السالکین قدوۃ الواصلین سید شاہ عبد الرزاق بانسوی قدس اللہ سرہ العزیز و شیخ طریقت مرشد حقیقت حضرت استاذ الہند ملا نظام الدین فرنگی محلی قدس اللہ سرہٗ حضرت ملا کمال الدین فتحپوری قدس اللہ سرہ و حضرت سید شاہ محمد اسمٰعیل بلگرامی قدس سرہٗ و جمیع علمائے فرنگی محلی کا تعزیے کے ساتھ عمل جس کا احترام عقیدتمندان حضرت سید صاحب قدس سرہٗ الاصفی کو لازم ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ...

فاذکر مصیبتک برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمن علیک مصیبتک — "اپنی مصیبت میں رسول اللہ صلعم کی مصیبت یاد کرو تاکہ تم کو اپنی مصیبت ہلکی معلوم ہو۔"

(مستطرف جلد ۲ ص ۲۴۱)

ثواب تعزیت کے سلسلے میں علامۂ موصوف سُنن بیہقی سے نقل کرتے ہوئے عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلعم نے فرمایا :۔۔۔

من عزیٰ مصاباً فلہ مثلہ۔ — "تعزیت کنندہ کو مصیبت زدہ کے مثل ثواب ملتا ہے۔" (مستطرف جلد ۲ ص ۲۴۱)

اسی طرح سُنن ابن ماجہ اور بیہقی سے نقل کیا ہے کہ باسناد حسن "عمر بن حزم" سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا :۔۔۔

ما من مؤمن یعزی اخاہ بمصیبۃ الا کساہ اللہ حلل الکرامۃ یوم القیامۃ — "نہیں تعزیت کرتا ہے کوئی مومن اپنے برادر مومن کی مگر یہ کہ خداوند عالم اُسکے عوض تعزیت کنندہ کو قیامت کے دن لباس کرامت سے آراستہ کرتا ہے۔" (مستطرف جلد ۲ ص ۲۴۱)

جب عام مومنین کی تعزیت میں یہ ثواب ہے تو سردار جوانان جنت، نواسۂ رسول کی مصیبت میں تعزیت کا کسقدر عظیم ثواب ہوگا ۱۲

(۱) زیارت ضریح مبارک (جس کو تعزیہ کہتے ہیں) کیلیے حضرت کا تشریف لینا

(۲) حضرت سید الشہداء امام علیہ السلام کا حکم پا کے عشرۂ محرم میں ہر روز جانے کو لازم کرلینا

(۳) تعزیے کے لیے فرمانا کہ کاغذ اور لکڑی نہ سمجھنا چاہیے بلکہ ارواح مقدسہ متوجہ ہوتی ہیں (۴) تعزیے کی پیشوائی کرنا اور اپنے مکان پر لانا اور جب تک تعزیہ رہے دست بستہ کھڑے رہنا یہاں تک کہ ضعف پیری کے وقت تکیہ دیوار سے یا لکڑی دے کے کھڑے رہنا (۵) تعزیے کے دفن میں شریک ہونا۔

یہی طریقہ حضرت کے فرزند حضرت شاہ غلام دوست محمد صاحب اور اُن کے فرزند حضرت شاہ غلام علی صاحب قدس سرہم کا تھا اور ابتک جاری ہے۔

اسمائے گرامی اُن علمائے فرنگی محل کے جن سے تعظیم تعزیے کی منقول ہے:-

ملک العلما حضرت مولانا بحر العلوم قدس سرہ۔ شیخ المشائخ حضرت مولانا انوار الحق قدس سرہ

ــــه مولوی محب اللہ صاحب حنفی گورکھپوری اپنے رسالہ "تعبیہ دربیان تعزیہ" میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"مکتوبات شرفی میں ہے کہ روز عاشورہ ایک ضعیف عورت کو میں نے دیکھا کہ وہ تربت امامین علیہما السلام کی اپنے سر پر رکھے اور اپنی شکل کو اندوہ گیں بنائے روتی ہوئی ہمراہ تعزیہ داروں کے دفن کرنے کے لیے جاتی تھی میں نے اپنے دل کی آنکھوں سے دیکھا کہ روح پرفتوح جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وعلی مرتضی رضی اللہ تعالے عنہ گرد تربت منورہ کے پھرتے تھے اور گریہ وبکا کرتے تھے فقیر یہ دیکھ کر دوڑا اور تربت کو بوسہ دے کر اپنے سر پر اُٹھا کے ہمراہ ضعیفہ کے دفن میں شریک ہوا، اُس وقت سے جملہ سامان عزاداری جناب امامین علیہما السلام دورشگئ تربت ونثار ہونا پسند پڑا اور اپنے خادموں اور رفیقوں کو اجازت عزاداری کی دی اور تاکید کی کہ ہرگز عزاداری سے غافل نہ رہیں۔"

استاذ الاساتذہ مولانا نورالحق قدس سرہ۔ حضرت مولانا عبدالاعلیٰ[1] فرزند حضرت مولانا بحرالعلوم قدس سرہٗ، حضرت مولانا عبدالاحد فرزند حضرت مولانا عبدالاعلیٰ قدس سرہٗ۔

نوٹ:۔ جن حضرات کو ان واقعات کی تصدیق منظور ہو وہ ملفوظ رزاقی اور رسالۃ العزافی جواز التعزیہ مصنفۂ مولانا عبدالواحد نبیرۂ حضرت مولانا بحرالعلوم قدس سرہٗ دیکھیں یا اس پتہ پر تشریف لاکر تصدیق کر سکتے ہیں:۔

"مولوی شیخ محمد الطاف الرحمٰن قدوائی ساکن بڑاگاؤں بارہ بنکی مقیم حال فرنگی محل لکھنؤ"۔

التماس:۔ جو مسلمان اس نیک کام میں شرکت کرکے ثواب حاصل کرنا چاہیں وہ اسکی نقلیں چھپواکر اپنے اپنے حلقے میں شایع کریں۔

ہدایت:۔ اہلسنت کو چاہیے کہ لامذہبوں، دہریوں، غیر مقلدوں اور دیوبندیوں اور ندویوں کے فتووں سے بچیں اور علمائے سلف کی پیروی کریں۔

افترا اور غلط بیانی: ـــــ فرنگی محل کے علماء میں سے مولانا عبدالقادر و مولانا حجت اللہ محمد شفیع صاحب پر افترا ہے کہ انھوں نے تعزیہ داری کو حرام اور شدید ترین گناہ ہونے کا فتوے دیا ہے، یا تعزیہ داری کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت بیزاری کا باعث کہا ہے یا تعزیہ داری کو اسلام اور امام حسینؑ کے ساتھ دشمنی کا نام بتایا ہے، یا محرم کی روشنی باجا اور جلوس کو یزید کے ساتھیوں کا کام کہا ہے۔ ان حضرات نے خود ایک گروہ کے سامنے اقرار کیا ہے کہ ہم نے ان الفاظ

---

[1] مولوی عنایت اللہ صاحب فرنگی محلی "تذکرۂ علمائے فرنگی محل" کے صفحہ ۱۴۲ میں مولانا عبدالاعلیٰ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں "آپ کی تصانیف میں ایک رسالہ جواز تعزیہ میں ہے" ۱۲

کے ساتھ کوئی فتوے نہیں دیا ہے۔

المشتہر

حاجی چودھری شبراتی نواب گنج محلہ بڑا جوکٹے مسلمانان تعزیہ داری کی طرف سے شایع کیا۔

(دبدبۂ احمدی پریس رشک گنج لکھنؤ)

(۲)

عزاداری حسینؓ رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں

ننگے سر ہونا[۳۰۸]، منہ پیٹنا[۳۰۸]، سیاہ پوش ہونا[۳۰۸]، واویلا کرنا[۳۰۹]، اقسام اقسام کے مرثیے پڑھنا، نوحہ کرنا اور نوحہ گرہونا[۳۶۹]، سر پیٹنا[۳۲۷]، سات محرم الحرام کو علیؑ عباس علمدار کا علم نکالنا، مندرجہ بالا سب جائز ہیں، اور افعال آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہیں۔

لہٰذا ہر حنفی اہلسنت والجماعت کو لازم ہے کہ مندرجۂ بالا افعال سے متفق ہو کر اُن پر عمل پیرا ہو یعنی ننگے سر، سیاہ پوش ہو کر، ہاتھ میں علم لے کر اقسام اقسام کے مرثیے پڑھے۔ واویلا کرے، اور نوحہ کرے، منہ پیٹے اور سر پیٹے اور چلّا چلّا کر روئے اور ماتم کرے[۳۰۸]، اور تعزیہ نکالے۔ (رسالہ معین دین پریل ۱۹۳۴ء)

دیکھو صفحات مندرجۂ بالا در "اوراق غم" مصنفۂ فاضل جلیل عالم نبیل مولانا مولوی حافظ قاری حکیم ابو الحسنات سید محمد احمد حنفی، قادری، رضا خانوی اشرفی، چشتی، نثاروی، صابری، واحدی، الوری، مفتی الور و پنجاب، خطیب مسجد وزیر خاں صاحب مرحوم لاہور

تقریظ

امام العلماء راس الفضلا سید الواعظین سند المحققین حامی سُنت ماحی بدعت مولانا

مولوی حاجی صوفی سید ابو محمد محمد دیدار علی شاہ نقشبندی، مجددی قادری، چشتی، مفتی لاہور، وامیر مرکز حزب الاحناف لاہور"

تقریظ

" فاضل نوجوان، محبوب سبحان، مولانا مولوی، ابوالبرکات سید احمد صاحب نبیرہ مجدہٗ، ناظم و مدرس دارالعلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور"

تینوں مفتیانِ الور و پنجاب کا پورا حال عنقریب شایع ہوگا

(زیادہ معلومات کیلیے رسالہ "شہنشاہی" بابتہ اپریل ملاحظہ ہو)

المشتہر

حکیم سید ہاشم علی شاہ سند یافتہ و ناظم مرکزی جماعت اہل اللہ تحکیم محکمۂ خمسہ عشریہ ازلیہ ابدیہ بر مزار پُر انوار پیر برہان شاہ بیرون مکی دروازہ لاہور۔

(۳)

اشتہار

مراسم محرم مثل تعزیہ داری وغیرہ سب جائز ہیں

آج تک بہت سے سُنّی و شیعہ صاحبان نے تعزیہ داری کے جائز ہونے پر کتابیں لکھی ہیں اور خوب خوب محبّت آلِ رسُول کا جو منجملہ زبردست وسائل نجات کے ہیں ثبوت دیا اور وہابیوں کے گمراہ کن اعتراضوں کو رد کیا اور وہابی کی یہ شناخت بتلائی ہو کہ محرم کے مراسم اور تعزیہ داری کو بت پرستی اور گناہ کہے سنہ ۱۳۱۴ھ جس کو ۳۴ برس ہوئے ایک وہابی مولوی نے اٹھارہ[1] اعتراض تعزیہ جلوس و علم و سدے و نذر و نیاز اور

[1] حاشیہ صفحۂ آئندہ پر ملاحظہ ہو

باجے اور مجلسوں پر کیے جس کے جواب نہایت عمدگی کے ساتھ مولانا محمد علیم اللہ صاحب خلف مولانا شاہ محمد ولی اللہ صاحب و برادر زادۂ مولوی محمد نعیم اللہ صاحب حنفی قادری، قلندری گورکھپوری نے دیے اور اپنی تصنیف کا نام "ارشاد النعیم" رکھا اور وہابیوں کی خوب قلعی کھولی اور ثابت کر دیا کہ تعزیہ داری، علمداری، جلوس وغیرہ سب جائز اور مباح ہیں بلکہ باعث ثواب ہیں، شرک یا گناہ یا بت پرستی ہرگز نہیں ہیں، اسی میں ایک نظم بھی لکھی ہے جو یہ ہے (صفحہ ۲۵)

بت اُسے کہتے ہیں جسکی شکل ہو ذی جان کی — شیر کی، ہاتھی کی، طائر کی کسی انسان کی
تعزیہ شکل کس کی ہے کہو ایمان کی — مولوی ہو کر کے باتیں مت بکو ہذیان کی

تعزیہ داری ثبوت قتل معصومان ہے
جو منع اسکو کرے جانو اُسے شیطان ہے

ہاں اگر تم کو عداوت ہے نبی کی جان سے — اسلیے کہتے ہو بُت تم تعزیے کو طعن سے
ہو نہیں واقف ابھی آل عبا کی شان سے — کیوں پھرے جاتے ہو ناحق دین اور ایمان سے

منھ پھرا کر شافع محشر سے کیا پاؤگے تم
حشر کے دن مغفرت کو پھر کہاں جاؤگے تم

تعزیے کو بُت کہیں کیونکر نہ اخوان یزیدؑ — باپ دادوں نے کیا انکے، اماموں کو شہید
بُت پرست اُنکے بزرگ اگلے تھے ملعون پلید — ہی خبر اسکی پڑھو جا کر یہ، قرآن مجید

(حاشیہ صفحۂ گزشتہ) ۱۳۱۶ھ میں کسی وہابی نے تعزیہ داری پر ۲۲ اعتراض کیے تھے، جسکے جواب میں مولوی محمد حبیب اللہ صاحب حنفی، وکیل عدالت ججی گورکھپور نبیرۂ مولانا شاہ محمد ولی اللہ صاحب نے ایک رسالہ لکھ کر شایع کیا تھا جس کا نام "تعبیہ در بیان تعزیہ" ہے، جو قابل دید ہے۔ ۱۲

تعزیہ فی الاصل نقل روضۂ شبیر ہے
یہ نہ بُت ہے نے کسی ذی روح کی تصویر ہے
بلکہ اس میں خیر و برکت کی بھری تاثیر ہے
منکر اس کا ہمگیاں شیطان کا نخچیر ہے

تعزیہ داروں سے راضی ہیں جناب فاطمہؑ
پنجتن کے ہاتھ پر ہوتا ہے ان کا خاتمہ

تعزیہ داروں کی مخالفت نہ کرو

سنہ ۱۹۲۰ء میں حضرت خواجہ حسن نظامی حنفی سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ نظام الدین اولیا مقام دہلی نے اس مطلب کا ایک اشتہار جاری فرمایا کہ تعزیوں، نشانوں، جلوسوں اور مجلسوں کی مخالفت کسی مسلمان کو نہ کرنا چاہیئے بلکہ تبلیغی حضرات کو ان سب باتوں کے قائم رکھنے کی کوشش کرنا چاہیے، کیونکہ ان میں اسلام کی تبلیغ پوشیدہ ہے۔

یہ اشتہار عام طور پر سُنّی اور شیعہ مسلمانوں میں تقسیم ہوا۔

المشتہر

مرزا عباس بیگ حنفی سیتاپوری

۲۶ر فروری سنہ ۱۹۳۶ء

(جنرل پبلشنگ پریس سیتاپور)

لہ یہ اشعار کسی شیعہ کے نہیں ہیں بلکہ ایک سنّی عالم نے اپنی کتاب ارشاد النعیم میں لکھے ہیں اسلئے "مؤلف" اسکے درست الفاظ کا ذمہ دار نہیں ہے